خلقتِ بشر میں پوشیدہ راز

تفسیرِ سورۂ عنکبوت کی روشنی میں

مؤلف
سید محمد حسن عابدی

خلقتِ بشر میں پوشیدہ راز

(تفسیرِ سورۂ عنکبوت کی روشنی میں)

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #3
KARACHI

تالیف

سید محمد حسن عابدی

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

☆اس کتاب کے جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں☆

کتاب کا نام: خلقتِ بشر میں پوشیدہ راز (تفسیرِ سورہ عنکبوت کی روشنی میں)

مولف کا نام: سید محمد حسن عابدی

کمپوزنگ: سید محمد ہادی (روح اللہ) عابدی

ناشر: مصباحُ الھدیٰ فاؤنڈیشن

تعداد: ۵۰۰۰

قیمت:

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

۱۔مقدّمہ..۹

۲۔سورہ عنکبوت کا مکمل اُردو ترجمہ...۱۵

۳۔سورہ عنکبوت کے فضائل...۲۲

۴۔سورہ عنکبوت کی معلومات عامّہ..۲۲

۵۔سورہ عنکبوت کا نام عنکبوت کیوں پڑا...۲۳

۶۔سورہ عنکبوت میں مکڑی کی مثال پیش کیئے جانے کے علل واسباب....................۲۳

۷۔حروف مقطعات کی تفسیر..۲۶

۸۔کیا صرف مومن ہونا کافی ہے عمل کی ضرورت نہیں؟.....................................۲۷

۹۔ایمان کی شناخت...۲۸

۱۰۔کفر اور اُسکی اقسام کی شناخت..۲۹

۱۱۔سچّے اور جھوٹے لوگوں کا امتحان..۳۰

۱۲۔قرآن میں فتنہ کے معانی اور اسکی اقسام..۳۰

۱۳۔امتحان و آزمائش کے سلسلے میں روایات..۳۱

۱۴۔ایک سوال اور اس کا جواب..۳۳

۱۵۔بُرے کام کرنے والوں کی غلط فہمی...۳۳

۱۶۔معاشرے کی اصلاح کا راہ حل...۳۵

۱۷۔انسان کی چھ چیزوں میں بے بسی..۳۶

۱۸۔اللہ سے ملاقات کی اُمّید رکھنے کی اہمیت..۳۶

۱۹۔اللہ کے وعدے دوقسم کے ہوتے ہیں.......... ۳۶
۲۰۔رحمتِ الٰہی سے ہرگز مایوس نہیں ہونا چاہئے.......... ۳۶
۲۱۔اللہ کی رحمت کے حصول کے اسباب.......... ۳۹
۲۲۔اللہ کی رحمت کے مظاہر.......... ۳۹
۲۳۔جہاد کے معانی اور فوائد.......... ۳۹
۲۴۔جہاد کی اقسام.......... ۴۰
۲۵۔نیک عقیدے وعمل کی جزاء.......... ۴۱
۲۶۔اہل عمل کی خصوصیات.......... ۴۲
۲۷۔والدین کی اطاعت اور اُسکی شرائط.......... ۴۳
۲۸۔ماں کی زیادہ اہمیت اُسکی زحمتوں کا ثمرہ ہے.......... ۴۴
۲۹۔باپ کی عظمت.......... ۴۴
۳۰۔شرک کی تعریف اور اسکے اثرات.......... ۴۵
۳۱۔ایمان وعملِ صالح کے فوائد.......... ۴۶
۳۲۔اللہ کی راہ میں لوگوں کی آزمائش.......... ۴۸
۳۳۔مومن ومنافق کی شناخت.......... ۵۰
۳۴روایات میں مومنین کی صفات.......... ۵۱
۳۵۔روایات میں منافقین کی صفات.......... ۵۳
۳۶۔قرآن میں منافقین کے مختلف عذاب کا ذکر.......... ۵۴
۳۷۔کوئی کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا ہے.......... ۵۵

۳۸۔قیامت کے دن جن چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا...........۵۶
۳۹۔حضرتِ نوحؑ کی رسالت.........۵۹
۴۰۔حضرت نوحؑ کی زندگی کے چند اہم نکات.........۶۰
۴۱۔حضرتِ ابراہیمؑ کی رسالت.........۶۱
۴۲۔حضرتِ ابراہیمؑ کی زندگی کے چند اہم نکات.........۶۲
۴۳۔حضرتِ ابراہیمؑ کا اپنے ناموس کی سختی سے حفاظت کرنا.........۶۳
۴۴۔بیشک یہ شخص خلیل اللہ قرار پانے کا حقدار ہے.........۶۴
۴۵۔حضرتِ ابراہیمؑ کی مہمان دوستی کی مثال.........۶۵
۴۶۔حضرتِ ابراہیمؑ انسانوں کے لئے نمونہ کمالات تھے.........۶۵
۴۷۔اللہ سے نذدیکی اور غیر اللہ سے دوری کا فلسفہ.........۶۷
۴۸۔قرآن میں شکر کی اقسام اور اسکے فوائد.........۶۸
۴۹۔قرآن میں شکر ادا کرنے کے فوائد کا ذکر.........۶۸
۵۰۔۔پیغمبر اسلام ﷺ کی عمومی رسالت.........۶۹
۵۱۔۔پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرتِ قرآنی.........۷۰
۵۲۔۔خلقت میں غور و فکر کی طرف دعوتِ عمومی.........۷۱
۵۳۔معرفتِ الٰہی میں رکاوٹ بننے والے حجاب.........۷۲
۵۴۔روایاتِ معصومین علیہم السلام میں مختلف حجابوں کا ذکر.........۷۵
۵۵۔انسان کی خلقت کے مراحل.........۷۷
۵۶۔انسان کی خلقت کے اہداف و مقاصد.........۷۸

۵۷۔اللہ کی معرفت کے فوائد..............................۷۹

۵۸۔حضرت علی علیہ السلام کا انسانی خلقت کے بارے میں ارشاد..............۷۹

۵۹۔اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے..............................۸۰

۶۰۔اللہ کی رحمت سے وابسطہ رہنے اور نا اُمّید ہونے والوں کا انجام..............۸۳

۶۱۔قیامت کے دن بعض کا بعض دیگر پر لعنت کرنا..............................۸۵

۶۲۔۔ایک سوال اور اس کا جواب..............................۸۷

۶۳۔۔حضرت ابراہیمؑ کو اللہ کی طرف سے ملنے والی نعمات..............................۸۸

۶۴۔حضرت ابراہیمؑ کی سیرت کے چند اہم نکات..............................۸۹

۶۵۔اجر و اُجرت کا فرق..............................۸۹

۶۶۔اجر اور جزاء کا فرق..............................۹۰

۶۷۔قوم لوطؑ کی حالت اور اُس کا سرانجام..............................۹۰

۶۸۔ہم جنسی کے حرام ہونے پر دلیل..............................۹۱

۶۹۔ہم جنسی کے حرام ہونے پر روایات..............................۹۱

۷۰۔۔قوم لوط کے بدترین گناہ میں ملوّث ہونے کے علل و اسباب..............................۹۳

۷۱۔حضرتِ ابراہیمؑ کو بشارت اور قومِ لوط کی ہلاکت..............................۹۴

۷۲۔خوف و حزن کا فرق اور اُسکے مصادیق..............................۹۶

۷۳۔۔اللہ کی روشن نشانیاں..............................۹۷

۷۴۔۔حضرتِ شعیبؑ اور اُنکی قوم کی داستان..............................۹۸

۷۵۔قوم عاد و ثمود اور قارون و فرعون و ہامان کا سرانجام..............................۱۰۰

۷۶۔ضعیف عقیدے کی مثال مکڑی کے جال کی مانند ہے..........................۱۰۴
۷۷۔ذکرِ الٰہی کے فوائد..........................۱۱۰
۷۸خلقت اور تدبیر میں فرق..........................۱۱۱
۷۹۔قرآن میں نماز کے اسرار..........................۱۱۱
۸۰۔ایک سوال اور اس کا جواب..........................۱۱۷
۸۱۔یادِ الٰہی کی اقسام..........................۱۱۹
۸۲۔روایات میں ذکرِ الٰہی کے فوائد..........................۱۲۱
۸۳۔دو اہم داستانیں..........................۱۲۴
۸۴۔مناظرے کے اصول کا بیان..........................۱۲۵
۸۵۔آسمانی کتاب کی عظمت اور اس کے منکروں کا شدید عذاب..........................۱۲۹
۸۶۔جدال و مراء میں فرق..........................۱۳۶
۸۷۔عبادتِ الٰہی کے فوائد..........................۱۳۷
۸۸۔اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے کے سلسلے میں روایات..........................۱۳۹
۸۹۔ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے..........................۱۴۰
۹۰۔موت کے بارے میں روایات..........................۱۴۱
۹۱۔بغیر موت کے زندگی بیکار ہے..........................۱۴۲
۹۲۔امتحاناتِ الٰہی اور اُنکے اہداف..........................۱۴۴
۹۳۔انسان کے شیطان سے مقابلے میں وظائف..........................۱۵۰
۹۴۔قرآن میں انسان کی شیطان پر کامیابی کی راہوں کا ذکر..........................۱۵۱

۹۵۔قرآن کا انسانوں کوشیطان کے مقابل میں آگاہ کرنا............۱۵۳
۹۶۔شیطان انسانوں کو بہکانے کی قسم کھا چکا ہے............۱۵۵
۹۷۔خلقت وتدبیر میں جدائی ممکن نہیں............۱۶۰
۹۸۔دنیاوآخرت کی حقیقت............۱۶۲
۹۹۔حرم الٰہی اور جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت............۱۶۷
۱۰۰۔قرآن میں جہاد کے اہداف ومقاصد............۱۷۱
۱۰۱۔قرآن وروایات میں تہذیبِ نفس کی اہمیت............۱۷۳
۱۰۲۔تھذیب نفس کے سلسلے میں قرآن میں تدبر کی اہمیت............۱۷۶
۱۰۳۔فہرست منابع............۱۸۰

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

مقدّمہ

اللہ تعالیٰ نے اگر اپنی مخلوقات میں سے کسی کی خلقت پر فخر کرنا چاہا تو اس انسانی عظیم مخلوق کی خلقت پر کیا لہٰذا پہلے انسان کی خلقت کے بارے میں فرمایا: ''وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِي اَحْسَنِ تَقْوِيْم'' (سورہ والتّین آیہ ۴)

ترجمہ: بیشک ہم نے انسان کو بہترین مخلوق خلق کیا ہے۔

پھر اسی پر اکتفاء نہ کیا اور ارشاد فرمایا: ''فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْن''

ترجمہ: بابرکت ہے وہ اللہ جس نے ایسی بہترین مخلوق کو خلق کیا۔

اور پھر اس عظیم مخلوق کو تمام مخلوقات پر فضیلت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ ...وَفَضَّلْنَا هُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلاً'' (سورہ اسراء آیہ ۷۰)

ترجمہ: اور ہم نے بنی آدم کو عزّت بخشی ...اور اپنی دیگر مخلوقات پر فضیلت عطا کی ہے

بعض مفسّرین نے لفظِ ''کثیر'' کو جمیع کے معنیٰ میں قرار دیکر انسان کو تمام کائنات کی مخلوقات سے افضل قرار دیا ہے اور پھر خود انسان کو بھی اسکی عظیم خلقت کی طرف یاددہانی کراتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''وَ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبٰتِ'' (سورہ مومن آیہ ۶۴)

ترجمہ: اور اللہ نے تم لوگوں کو بہترین صورت میں خلق کیا اور تم لوگوں کو پاکیزہ رزق عطا کیا۔

اگرچہ جس انسان کو اللہ نے اتنی عظیم خلقت عطا کی اسے ہم اکثر اپنی خلقت کی عظمت کو بھلا کر ناشکری اور گناہوں میں مشغول پاتے ہیں تو ذہن میں سوال اُٹھتا ہے کہ پھر یہ کس مخلوق کی خلقت پر اللہ تعالیٰ نے اتنی مباحات کی ہے کیوں کہ اللہ کوئی کام یا بات بغیر دلیل کے نہیں کرتا ہے لہٰذا جب ہم اسکی مخلوق میں تحقیق کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہاں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی

خلقت کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے انسانی معراج کو پہنچ چکے ہیں یا پہنچنے والے ہیں کہ جنکی خلقت پر اللہ تعالیٰ نے مباحات کی ہے البتہ اس انسانی مخلوق کی عظمت کے چند مندرجہ ذیل اسباب بیان کیئے جاسکتے ہیں:

۱۔اللہ نے انسان کو بہترین شکل وصورت میں خلق کیا۔

۲۔اسے عقل کے جوہر سے نوازا۔

۳۔اس میں طرح طرح کے متضاد جذبات قرار دیئے۔

۴۔اس میں ترقّی کرنے کا جذبہ اور اسکی استعداد قرار دی گئی۔

۵۔اس کے لئے مکمّل قانونِ حیات قرار دیا گیا۔

۶۔اسے ماضی سے سبق لینے اور حال سے مقابلہ کرنے اور مستقبل کے لئے تیاری کرنے کی صلاحیت دی گئی۔

۷۔اس کے لئے اسکے عقیدہ واعمال کے مطابق جزاوسزا کا ایک مکمّل نظام مقرر کیا گیا اور پھر انسان کو اسکی خلقت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا: ''وَ بَدَءَ الْخَلْقَ الْاِنْسَانَ مِنْ طِیْنٍ ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِیْنٍ ﴿۸﴾ ثُمَّ سَوّٰهُ وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُوْحِه ﴿۹﴾'' (سورہ سجدہ آیہ ۷۔۹)

ترجمہ: اور اللہ نے انسان کی خلقت کا آغاز مٹی سے کیا پھر اس کے بعد اس کی نسل کو ایک پست پانی سے قرار دیا پھر اسے برابر کر کے اس میں اپنی روح پھونکی یہ روحِ حیات ہے جس نے ایک حقیر اور پست قطرۂ نجس کی پیداوار کو اتنی بڑی عظمت کا لباس پہنایا لہٰذا اگر روحِ خداوندی سے علیحدگی اختیار کر لی جائے تو انسان ایک نجس قطرہ سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے کاش یہ انسان اس رابطہ کی قدر و منزلت کو سمجھ لیتا اور کسی طرح سے اس رابطہ کو برقرار رکھتا جیسا کہ معصوم کا فرمان بھی ہے

کہ: ''مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ'' (بحار الانوار ج۲ ص۳۲ ح۲۲)

ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا گویا اس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا۔

اور اس معرفت کے لئے جتنا زیادہ غور وفکر کرے گا اور کتابِ الٰہی اور فرامینِ اہلبیت علیہم السلام سے استفادہ کرتے ہوئے تو وہ اس عظیم معرفت کو ضرور حاصل کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے حکمت آمیز کلمات میں یوں ارشاد فرماتے ہیں: ''مَا لِابْنِ آدَمَ وَالْفَخْرِ اَوَّلُهُ نُطْفَةٌ وَ آخِرُهُ جِيفَةٌ وَلَا يَرْزُقُ نَفْسَهُ وَلَا يَدْفَعُ حَتْفَهُ'' (نہج البلاغہ حکمت ۴۵۴)

ترجمہ: فرزندِ آدم کو فخر وغرور سے کیا سروکار جبکہ اس کی ابتدا نطفہ اور انتہا مردار ہے وہ اپنے لئے نہ روزی کا سامان کر سکتا ہے اور نہ موت کو اپنے سے ہٹا سکتا ہے۔

اگر انسان اپنی تخلیق کی ابتدائی صورت اور جسمانی شکست کے بعد کی حالت کو تصوّر کرے تو وہ فخر و غرور کے بجائے اپنی حقارت وپستی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائے گا کیوں کہ وہ جب ملاحظہ کرتا ہے کہ ایک وقت ایسا تھا جب صفحہ ہستی پر اس کا نام ونشان تک نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ نے ایک ناچیز قطرے سے اس کی بنیاد رکھی جو رحم مادر میں غلیظ خون کی صورت میں پھر گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں اور پھر جسم انسانی کی صورت اور ہڈیوں اور روح کی تکمیل کے بعد دنیائے فانی میں اسطرح قدم رکھتا ہے اور اتنا بے بس ہوتا ہے کہ اسے نہ اپنی بھوک وپیاس پر اور نہ اپنی صحت ومرض اور موت وحیات اور دنیاوی واُخروی فوائد ونقصانات پر کوئی اختیار نہیں ہے اسی لئے ہم نے اس کتاب میں سورہ عنکبوت کی تفسیر کے ذریعہ اس معرفت کو اُجاگر کرنے اور دنیوی واُخروی نیکیوں کے حصول کے علل واسباب کو قرآن وسنّت سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جیسا کہ اس سورہ کی شانِ نزول میں ذکر ہے کہ یہ سورہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلانِ نبوّت کے وقت نازل ہوا جسے سننے کے بعد سے کفار ومشرکین مکّہ کی طرف سے اسلام ومسلمین کی مخالفت شروع ہو گئی تھی اور پھر یہ مخالفت زبان کی

حد تک نہیں رہی بلکہ ظلم و ستم میں تبدیل ہوگئی یعنی تازہ مسلمانوں پر خود اُنکے اپنے کافر و مشرک رشتہ داروں کی طرف سے اذیّت و آزار شروع ہو گئے تھے لہذا ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے اس سورہ کو نازل کر کے نہ یہ کہ صادق الایمان لوگوں میں عزم و ارادہ اور استقامت ایجاد کئے بلکہ دوسری طرف ضعیف الایمان لوگوں کو غیرت بھی دلائی اور کفار و مشرکین کو دھمکی بھی دی کیوں کہ کفار و مشرکین تازہ مسلمانوں سے آ کر کے اسطرح سے استدلال کیا کرتے تھے کہ خود تمہارا اسلام ہی ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیتا ہے لہٰذا تم ہمارا کہنا مانوں اور اپنے نئے دین کے ذریعہ ہمیں اذیّت و آزار نہ دو اور دوسری طرف انکے دیگر رشتہ دار اور دیگر علاقے والے آ کر کہتے تھے کہ عذاب کے مسئلہ کو تم ہمارے اوپر چھوڑ دو اور تم لوگ واپس پلٹ آؤ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں پکڑ کر کہا بھی کہ تم لوگ دوبارہ سے اپنے پرانے عقیدے کی طرف کیوں پلٹ گئے تو ہم آگے بڑھ کر کہیں گے کہ ہم نے ان سے کہا تھا ان کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے اور جو قصے اس سورہ میں بیان کئے گئے ہیں ان میں بھی زیادہ تر یہی پہلو نمایاں ہے کہ ذرا پچھلے انبیاء کی سیرت کو ملاحظہ کرو کہ انھوں نے اللہ کی راہ میں کیسی کیسی سختیاں جھیلیں مگر وہ اطاعتِ پروردگار سے دست بردار نہیں ہوئے۔

نتیجتہً: ان قوموں پر عذاب آیا اور انبیاء اور ان پر ایمان لانے والے تمام افراد کو نجات ملی اور مسلمانوں کو اس بات کی بھی آگاہی دی گئی کہ اگر اسلام کی راہ میں تم پر اپنے علاقوں میں ظلم و ستم زیادہ ہو جائے تو اسلام و ایمان کو چھوڑنے کے بجائے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ ایسی جگہ کی طرف جہاں تم اپنے ایمان کو محفوظ رکھ سکو اور کفار و مشرکین کے سامنے توحید اور معاد جیسی حقیقتوں کو بھی واضح و روشن دلائل کے ذریعہ سے سمجھانے کی کوشش کی گئی اور اہلِ ایمان کو یہ بات بھی سمجھا دی گئی کہ ہمارے اور تمہارے درمیان جو دنیا و آخرت کی کامرانیوں کے وعدے ہیں وہ صرف زبانی ادعا سے پورے نہیں ہو سکتے ہیں بلکہ سخت امتحانات سے گزرنا ہوگا ہماری بہشت اتنی سستی نہیں

ہے اور ہماری دنیاوی اور اُخروی نعمتیں اتنی آسانی سے ملنے والی نہیں ہیں کہ جو صرف زبانی ادّعاءِ ایمانی سے مل جائیں بلکہ اُنہیں پانے کے لئے سخت ترین امتحانات سے گزرنا ہوگا اور مختلف مصائب ومشکلات کو برداشت کرنا ہوگا اور محبوب سے محبوب ترین چیز کو ہماری راہ میں قربان کرنا ہوگا تب کہیں جاکر دنیوی اور اُخروی نعمات کو پاسکوگے اس مطلب کی مزید وضاحت کے لئے اور اختصار کوملحوظ رکھتے ہوئے ہم مندرجہ ذیل آیات کے صرف ترجموں پر اکتفاء کررہے ہیں:

ا۔کیا تم لوگوں کا یہ گمان ہے کہ جنت میں داخل ہوجاؤ گے قبل اسکے کہ تمہارے سامنے سابق اُمتوں کی مثال پیش نہ آئے جنہیں فقر وفاقہ اور پریشانیوں نے گھیر لیا تھا اور اُنہیں اتنے جھٹکے دیئے گئے کہ اس زمانے کے رسول اور اُنکے ساتھیوں نے بھی یہ کہنا شروع کردیا تھا کہ آخر اللہ کی طرف سے نصرت کب آئے گی آگاہ ہوجاؤ کہ اللہ کی نصرت بہت ہی نزدیک ہے ﴿۲۱۴﴾

(سورہ بقرہ آیہ ۲۱۴)

۲۔کیا تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ جنّت میں داخل ہوجاؤ گے جب تک اللہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو نہ آزمالے ﴿۱۴۲﴾ اے صاحبانِ ایمان اللہ تمہیں تمہارے حال پر نہیں چھوڑ سکتا ہے جب تک بُرے لوگوں کو اچھے لوگوں سے جدا نہ کردے اور وہ تمہیں غیب پر مطلع بھی نہیں کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب کرلیتا ہے لہٰذا تم لوگ اللہ ورسول پر ایمان لے آؤ اور اگر تم لوگ ایمان لے آئے اور تقویٰ اختیار کیا تو تم لوگوں کے لئے بہت بڑا اجر ہے ﴿۱۷۹﴾ (سورہ آل عمران آیہ ۱۴۲، ۱۷۹)

۳۔ترجمہ: کیا تم لوگوں کا یہ گمان ہے کہ تمہیں اسی طرح چھوڑ دیا جائے گا قبل اسکے کہ اللہ جانے کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں جنھوں نے اللہ ورسول اور صاحبانِ ایمان کو چھوڑ کر کسی کو دوست نہیں بنایا ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے اچھی طرح آگاہ ہے (سورہ توبہ آیہ ۱۶)

۴۔اور ہم ضرور تم لوگوں کو آزمائیں گے تا کہ ہم جان لیں کہ تم میں سے جہاد کرنے والے اور صبر کرنے والے کون ہیں اور ہم تم لوگوں کے حالات کی جانچ پڑتال کرینگے (سورہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیہ ۳۱)

لہٰذا ہم نے اس سورہ کی تفسیر اور گذشتہ مطالب کی وضاحت کے لئے قرآن وسنت سے استفادہ کرتے ہوئے مطالب کو واضح طریقے سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس اُمید کے ساتھ کہ ہم بھی قرآن اور فرامین معصومین علیہم السلام سے میدان عمل میں استفادہ کرتے ہوئے اپنے دینی وظیفہ یعنی حصولِ علم کے بعد نشرِ علم کر سکیں اور یہ کتاب بارگاہِ اہلبیت علیہم السلام میں ہدیہ کرتے ہوئے اس کے ثواب کو اپنے عزیز ماں باپ اور جملہ مومنین ومومنات کی ارواح کو ہدیہ کرتا ہوں اور اس کتاب کا مطالعہ کرنے والوں سے گزارش ہے کہ اس کتاب کے مطالب اور تحریر میں جو کمی بیشی محسوس کریں ہمیں اس سے مطلع کریں اور مزید ہمیں اپنے اچھے ومفید تجربوں اور مشوروں سے آگاہ کریں شکریہ

الاحقر الفانی

سید محمد حسن عابدی

سورہ عنکبوت کا مکمل اُردو ترجمہ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان ونہایت مہربان ہے

الف، لام، میم ﴿۱﴾ کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ یہ کہہ کر کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیئے جائیں گے اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا ﴿۲﴾ بیشک ہم نے ان سے پہلے والوں کا بھی امتحان لیا ہے اور اللہ تو اُنہیں بھی جانتا ہے جنھوں نے بولا اور جھوٹ بولنے والوں کو بھی جانتا ہے ﴿۳﴾ کیا برے کام کرنے والوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ ہم سے سبقت لے جانے والے ہیں وہ کتنا برا حکم کرتے ہیں ﴿۴﴾ جو بھی اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہے تو بیشک اللہ کی مدّت آنے والی ہے اور وہ سننے والا و جاننے والا ہے ﴿۵﴾ اور جس نے بھی جہاد کیا اس نے اپنے ہی فائدے کے لئے کیا بیشک اللہ کائنات والوں سے بے نیاز ہے ﴿۶﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالح بجالائے تو یقیناً ہم ان سے انکے گناہ بخش دینگے اور انہیں انکے اعمال سے اچھی جزا دینگے ﴿۷﴾ اور ہم نے انسان کو اسکے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی وصیت کی ہے اور اگر وہ دونوں تمہیں میرا شریک قرار دینے پر مجبور کریں جس کا تمہیں علم نہ ہو تو ان دونوں کی اطاعت نہ کرنا، میری طرف تم سب کو پلٹ کر آنا ہے پھر میں تم لوگوں کو بتاؤں گا کہ تم لوگ کیا کام کرتے تھے ﴿۸﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے تو ہم انہیں ضرور صالح لوگوں میں شامل کریں گے ﴿۹﴾ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اُنہیں اللہ کی راہ میں اذیت دی گئی تو انھوں نے لوگوں کے فتنہ کو اللہ کے عذاب کی مانند قرار دیا اور جب تمہارے پروردگار کی طرف سے مدد آئی تو وہ کہنے لگے کہ بیشک ہم تم لوگوں کے ساتھ ہیں اور کیا اللہ نہیں جانتا ہے جو کچھ کائنات والوں کے دلوں میں ہے ﴿۱۰﴾ اور یقیناً اللہ انہیں بھی جانتا ہے جو ایمان لائے اور منافقین کو بھی جانتا ہے ﴿۱۱﴾ اور کفار نے صاحبانِ ایمان سے کہا کہ تم لوگ ہماری راہ کی پیروی کرو تو ہم تمہارے گناہوں کا بوجھ اُٹھا

لینگے جبکہ وہ ذرّہ برابر بھی کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتے ہیں بیشک وہ جھوٹ بول رہے ہیں ﴿۱۲﴾ اور انہیں اپنا بھی اور اپنے ساتھ دوسروں کا بھی بوجھ اُٹھانا پڑے گا اور قیامت کے دن ان سے ان تمام باتوں کے بارے میں سوال ہوگا جو وہ جھوٹ بولا کرتے تھے ﴿۱۳﴾ اور بیشک ہم نے نوح کو انکی قوم کی طرف بھیجا اور وہ ان کے درمیان پچاس سال کم ہزار سال رہے پھر اس قوم کو ہم نے طوفان کی لپیٹ میں لے لیا وہ ظلم کرنے والے تھے ﴿۱۴﴾ پھر ہم نے نوح کو اور دیگر کشتی والوں کو نجات دی اور اسے کائنات والوں کے لئے نشانی قرار دیا ﴿۱۵﴾ اور ابراہیم کو یاد کرو جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو کہ اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے اگر تم لوگ جانتے ہو ﴿۱۶﴾ تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہو جبکہ انہیں تم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے بیشک تم میں سے وہ لوگ جو اللہ کے غیر کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے لئے رزق کے مالک نہیں ہیں لہذا تم لوگ اللہ کے پاس اپنا رزق تلاش کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اس کا شکر کرو جس کی طرف تم لوگوں کو پلٹایا جائے گا ﴿۱۷﴾ اور اگر تم لوگ جھٹلاؤ گے تو بیشک تم سے پہلے کی اُمتوں نے بھی جھٹلایا ہے اور رسول کی ذمہ داری صرف علنی پہنچا دینا ہے ﴿۱۸﴾ کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح مخلوق کو وجود میں لاتا ہے پھر دوبارہ سے واپس لے جاتا ہے بیشک یہ کام اللہ کے لئے آسان ہیں ﴿۱۹﴾ اے نبی کہہ دو کہ تم لوگ ذرا زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ اللہ نے کس طرح مخلوقات کی ابتدا کی پھر وہی اللہ آخرت میں دوبارہ سے زندہ کرے گا بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۲۰﴾ وہ جس پر چاہتا ہے عذاب کرتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوگوں کو پلٹایا جائے گا ﴿۲۱﴾ اور تم لوگ اللہ کو زمین اور آسمان میں عاجز نہیں کر سکتے ہو اور اللہ کے علاوہ تم لوگوں کا کوئی سر پرست و مددگار نہیں ہے ﴿۲۲﴾ اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی نشانیوں اور اسکی ملاقات کا انکار کیا ایسے لوگ رحمتِ اِلٰہی سے مایوس ہونے والے ہیں اور ایسے ہی لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے ﴿۲۳﴾

ابراہیم کی قوم کے پاس کوئی جواب نہیں تھا سوائے اس کے کہ انھوں نے کہا اسے قتل کر دو یا اسے جلا دو تو اللہ نے ابراہیم کو آگ سے نجات دی بیشک اس میں صاحبانِ ایمان قوم کے لئے نشانی ہے ﴿۲۴﴾ اور ابراہیم نے کہا تم لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو اختیار کر لیا ہے دنیاوی زندگی کی محبتوں کو برقرار رکھنے کے لئے پھر قیامت کے دن تم میں سے بعض بعض کا انکار کرو گے اور بعض بعض پر لعنت کرو گے اور تم لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور تم لوگوں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا ﴿۲۵﴾ اور ابراہیم پر لوط ایمان لائے اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں بیشک وہ غالب و صاحبِ حکمت ہے ﴿۲۶﴾ اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب جیسی اولاد عطا کیں اور پھر ان کی ذرّیت میں کتاب اور نبوت قرار دیں اور انہیں دنیا میں بھی ان کا اجر عطا کیا اور بیشک ابراہیم آخرت میں بھی صالحین میں سے ہوں گے ﴿۲۷﴾ اور لوط کے زمانے کو بھی یاد کرو جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگ ایسی بدکرداری کر رہے ہو جو سارے عالم میں کسی نے نہیں کی ہے ﴿۲۸﴾ تم لوگ مردوں سے جنسی تعلقات برقرار کرتے ہو مسافروں کو لوٹتے ہو اور ہر طرح کی برائی کو انجام دیتے ہو تو اس قوم کے پاس جواب میں کہنے کو کچھ نہیں تھا صرف یہ کہا کہ ہمارے پاس وہ عذابِ الٰہی لے آؤ اگر تم سچوں میں سے ہو ﴿۲۹﴾ لوط نے کہا اے میرے پروردگار فساد پھیلانے والی قوم کے مقابلہ میں میری مدد فرما ﴿۳۰﴾ اور جب ہمارے نمائندے ابراہیم کے پاس بشارت لیکر آئے اور انھوں نے کہا کہ بیشک ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں بیشک اس بستی کے لوگ ظالم ہیں ﴿۳۱﴾ ابراہیم نے کہا بیشک اس میں تو لوط بھی ہیں تو انھوں نے کہا کہ ہمیں بھی معلوم ہے کہ اس میں کون ہے بیشک ہم لوط اور ان کے گھر والوں کو نجات دینگے سوائے انکی زوجہ کے جو کہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے ﴿۳۲﴾ اور جب ہمارے نمائندے لوط کے پاس آئے تو وہ پریشان ہو گئے اور انکی میزبانی کی طرف سے دل تنگ ہوئے تو ان فرشتوں نے کہا کہ آپ ڈریں نہیں اور نہ پریشان ہوں ہم آپ کو

اور آپ کے گھر والوں کو بچالیں گے سوائے آپ کی زوجہ کے جو کہ پیچھے رہ جانے والیوں میں سے ہوگئی ہے ﴿۳۳﴾ ہم اس بستی پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں ان کی بدکاریوں کے سبب ﴿۳۴﴾ اور بیشک ہم نے اس بستی سے صاحبانِ عقل کے لئے واضح نشانیاں باقی رکھی ہیں ﴿۳۵﴾ اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تو انھوں نے کہا اے میری قوم والوں اللہ کی عبادت کرو اور آخرت کے دن کی اُمید میں رہو اور زمین میں فساد پھیلانے والے نہ بنو ﴿۳۶﴾ اور ان لوگوں نے لوط کو جھٹلایا تو زلزلہ نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ﴿۳۷﴾ اور قوم عاد وثمود کو یاد کرو کہ بیشک تم لوگوں کے لئے ان کے گھر واضح ہو چکے ہیں اور شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال کو آراستہ کردیا تھا اور انہیں راستہ سے روک دیا تھا حالانکہ وہ لوگ بہت ہوشیار تھے ﴿۳۸﴾ اور قارون وفرعون وہامان کے واقعات بھی یاد کرو جنکے پاس موسیٰ واضح نشانیوں کے ساتھ آئے اور ان لوگوں نے زمین میں تکبر کیا وہ ہم سے آگے تو جا نہیں سکتے تھے ﴿۳۹﴾ پھر ہم نے ان میں سے ہر ایک کو انکے گناہ کے سبب اپنی گرفت میں لے لیا ان میں سے بعض پر ہم نے پتھر برسائے اور بعض کو آسمانی چیخ نے اپنی گرفت میں لے لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو پانی میں غرق کردیا اور اللہ نے کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا ہے بلکہ وہ لوگ خود اپنے آپ پر ظلم کرنے والے تھے ﴿۴۰﴾ ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کے غیر کو اپنا سرپرست بنایا مکڑی کی سی ہے جو اپنے لئے گھر بناتی ہے اور بیشک سب گھروں سے نازک ترین گھر مکڑی کا ہوتا ہے اگر وہ لوگ اس بات کو جان لیتے ﴿۴۱﴾ بیشک اللہ جانتا ہے کہ وہ لوگ اسے چھوڑ کر کن چیزوں کو پکارتے ہیں اور وہ سب پر غالب اور صاحبِ حکمت ہے ﴿۴۲﴾ اور یہ مثالیں ہم نے لوگوں کے لئے پیش کی ہیں جنہیں سوائے صاحبان علم کے کوئی نہیں سمجھتا ﴿۴۳﴾ اللہ نے آسمانوں وزمین کو حق کے ساتھ خلق کیا ہے بیشک اس میں مومنین کے لئے نشانیاں ہیں ﴿۴۴﴾

اے نبی جس کتاب کی تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اسے انکے سامنے پڑھ کر سناؤ اور نماز قائم کرو بیشک نماز برائی سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے اور اللہ تم لوگوں کے کاموں سے خوب واقف ہے ﴿۴۵﴾ اور تم لوگ اہل کتاب سے مناظرہ نہ کرو مگر اس انداز سے جو اچھا ہو سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے ان میں سے ظلم کیا اور کہو کہ ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تم لوگوں کی طرف نازل کیا گیا اور ہمارا اور تم لوگوں کا معبود ایک ہی ہے اور ہم سب اُسی کے اطاعت گذار ہیں ﴿۴۶﴾ اور اسی طرح سے ہم نے تمہاری طرف کتاب کو نازل کیا لہٰذا وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں سے بھی بعض لوگ ایمان رکھتے ہیں اور ہماری آیات کا انکار سوائے کافروں کے کوئی نہیں کرتا ہے ﴿۴۷﴾ اور اے پیغمبر اس سے پہلے نہ تم نے کوئی کتاب ہی پڑھی تھی اور نہ تم نے اپنے ہاتھ ہی سے کچھ لکھا تھا ورنہ اہل باطل شبہ میں پڑ جاتے ﴿۴۸﴾ بلکہ قرآن میں روشن آیات ہیں ان لوگوں کے قلوب میں جنہیں علم دیا گیا اور ہماری آیات کا انکار صرف ظالم لوگ کرتے ہیں ﴿۴۹﴾ اور انھوں نے کہا کہ کیوں اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی نازل نہیں ہوتی ہے تم کہہ دو کہ تمام نشانیاں اللہ کے پاس ہیں اور میں تو صرف اعلانیہ طور پر ڈرانے والا ہوں ﴿۵۰﴾ کیا ان کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جس کی ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے اور یقیناً اس میں رحمت اور صاحبانِ ایمان قوم کے لئے نصیحت کا سامان ہے ﴿۵۱﴾ اے نبی تم کہہ دو کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے کافی ہے جو کچھ آسمانوں وزمین میں ہے اسے ہر چیز کا علم ہے اور جو لوگ باطل پر ایمان رکھتے ہیں وہی لوگ خسارا اُٹھانے والے ہیں ﴿۵۲﴾ اور وہ لوگ تم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور اگر اس کا وقت معین نہ ہوتا تو وہ عذاب اب تک اُن پر آچکا ہوتا اور وہ اچانک ہی ان پر آئے گا کہ اُنہیں پتہ بھی نہیں چل سکے گا ﴿۵۳﴾ اور وہ لوگ تم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور بیشک

جہنم تو کافروں کو اپنی گرفت میں لینے والی ہے ﴿۵۴﴾ جس دن عذاب انہیں ڈھانپ لے گا ان کے اوپر سے اور ان کے نیچے سے اور اللہ ان سے کہے گا کہ اب اپنے اعمال کا مزہ چکھو ﴿۵۵﴾ اے میرے ایماندار بندوں بیشک میری زمین وسیع ہے لہذا تم میری ہی عبادت کرنا ﴿۵۶﴾ ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے پھر تم سب کو ہماری ہی طرف لوٹایا جائے گا ﴿۵۷﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے انہیں ہم جنّت کے محلوں میں جگہ دینگے جنکے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ کے لئے رہینگے عمل کرنے والوں کا اجر کتنا اچھا ہے ﴿۵۸﴾ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے صبر کیا اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں ﴿۵۹﴾ اور کتنے ہی چلنے والے ایسے ہیں جو اپنی روزی کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتے ہیں اللہ اُنہیں بھی اور تم لوگوں کو بھی رزق دیتا ہے اور وہی سننے والا و جاننے والا ہے ﴿۶۰﴾ اور اگر تم ان سے سوال کرو کہ آسمان و زمین کو کس نے خلق کیا اور سورج و چاند کو کس نے مسخر کیا تو یقیناً وہ یہی کہیں گے کہ اللہ نے تو پھر وہ کہاں بھکے چلے جا رہے ہیں ﴿۶۱﴾ اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسکے رزق کو وسیع کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کم کر کے دیتا ہے بیشک وہ ہر چیز کو بہتر جانتا ہے ﴿۶۲﴾ اور اگر وہ لوگ تم سے سوال کریں کہ کون آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اس سے زمین کو اسکے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے تو یقیناً وہ لوگ یہی کہیں گے کہ اللہ ہے تم کہہ دو کہ تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے ہیں بلکہ اکثر لوگ ان باتوں میں غور و فکر نہیں کرتے ہیں ﴿۶۳﴾ اور یہ دنیاوی زندگی کھیل تماشے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اور بیشک آخرت کا گھر اصل زندگی ہے اگر وہ لوگ اس بات کو سمجھ لیں ﴿۶۴﴾ پھر جب وہ لوگ کشتی میں سوار ہوئے تو اللہ کو ایمان و عقیدے کے پورے اخلاص کے ساتھ پکارا پھر جب ہم نے انہیں خشکی کی طرف نجات دیدی تو انھوں نے فوراً شرک اختیار کر لیا ﴿۶۵﴾ تا کہ جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس کا انکار کر دیں اور لذتیں حاصل کریں اور عنقریب انہیں اس کام کا سرانجام معلوم ہو جائے گا ﴿۶۶﴾ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بیشک ہم

نے ان کے لئے محفوظ حرم قرار دیا جس کے اطراف میں لوگوں پر ستم ہوتا تھا تو کیا لوگ اسی طرح باطل چیزوں پر اطمینان کریں گے اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے رہینگے ﴿۶۷﴾ اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف جھوٹی باتوں کی نسبت دے یا حق کے آجانے کے بعد اس کا انکار کردے تو کیا جہنم میں کفار کا ٹھکانہ نہیں ہے ﴿۶۸﴾ اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا ہم اُنہیں اپنے راستوں کی ہدایت کریں گے اور بیشک اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے ﴿۶۹﴾

سورہ عنکبوت کے فضائل

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل چند روایات پیشِ خدمت ہیں

روایت نمبر ۱۔ قال رسوَل الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ''من قرا سورة العنكبوت كان له من الاجر عشر حسنات بعدد كلّ المومنين والمنافقين'' (تفسیر مجمع البیان)

ترجمہ: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بھی سورہ عنکبوت کی تلاوت کرے گا اس کے نامۂ اعمال میں تمام مومنین و منافقین کی تعداد کے دس برابر نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔

روایت نمبر ۲۔ قال الصادق عليه السلام: ''من قرا سورة العنكبوت والروم فى شهر رمضان ليلة ثلاثين و عشرين فهو والله من اهل الجنّة لاستثنىٰ فيه ابداً ولا اخاف ان يكتب الله علىّ فى يمينى اثماً وان لهاتين السورتين من الله مكاناً'' (تفسیر نور الثقلین ۴/۱۴۷، بحار الانوار ۹۲/۲۸۷، عین الحیاۃ ۲/۲۴۸)

ترجمہ: امام صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو بھی ماہ رمضان کی ۲۳ ویں کی شب کو سورہ عنکبوت اور سورہ روم کی تلاوت کرے گا تو اللہ کی قسم وہ اہل بہشت سے ہوگا اور میں اس مسئلہ میں کسی کی بھی استثناء نہیں کرتا ہوں اور مجھے اس بات کا بھی خوف نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس طرح کی پکّی

قسم کھانے پر کوئی مواخذہ کرے بیشک یہ دونوں سورے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کافی اہمیت کے حامل ہیں۔

سورہ عنکبوت کی معلومات عامّہ

یہ پورا سورہ مکی ہے اور بسم اللہ...کو جزءِ سورہ لینے کی صورت میں اسکی مجموعاً ۷۰ آیات بنیں گی اور اس سورہ میں ۷ رکوع ۶۹ آیات ۱۹۸۱ کلمات اور ۴۱۹۵ حروف ہیں یہ سورہ قرآن کی ظاہری ترتیب میں ۲۹ نمبر اور نزولی ترتیب میں ۸۵ نمبر پر ہے لہذا ظاہری ترتیب کے اعتبار سے سورہ روم سے پہلے اور سورہ قصص کے بعد واقع ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے سورہ روم کے بعد اور سورہ مطفّفین سے پہلے نازل ہوا ہے اور اس سورہ کا آغاز ''الم احسب الناس ای یتر کوا '' سے ہوتا ہے اور اختتام ''والذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا... '' پر ہوتا ہے اور یہ سورہ قرآن کے بیسویں جز کے اختتام اور اکیسویں جز کے ابتدا میں واقع ہے اور یہ سورہ اُن پندرہ سوروں میں سے ہے جن کا آغاز حروفِ مقطعات سے ہوتا ہے۔

سورہ عنکبوت کا نام عنکبوت کیوں پڑا

جس طرح سورہ بقرہ ،سورہ نحل ،سورہ نمل سورہ فیل وغیرہ کے نام حیوانات کے نام پر رکھے گئے ہیں اسی طرح اس سورہ کا نام بھی اس سورہ کی آیت نمبر ۴۱ سے لیا گیا ہے جس میں شرک اور کفر کو مکڑی کے جال سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی جس طرح مکڑی جب اپنے ہی جال میں پھنس جائے تو اس کے لئے کوئی راہ نجات باقی نہیں رہتی ہے یہی مثال کفار ومشرکین ومنافقین کی ہے جو اپنے ہی غلط عقائد کے نتیجہ میں اپنے لئے ایسی جہنم دُرست کرتے ہیں جہاں نہ اُنہیں کسی قسم کا آرام ملے گا بلکہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے جیسا کہ اس سورہ کی آیات سے معلوم ہوتا

ہے کہ بعض لوگ جو مکّہ میں ایمان لائے مگر مشرکین کے خوف سے اپنے ایمان سے پھر گئے تھے کیوں کہ مشرکینِ مکّہ کسی لحہ بھی مسلمانوں کو اذیت و آزار دینے سے باز نہیں آتے تھے بلکہ مسلمانوں سے کھل کر کہتے تھے کہ ''اتبعوا سبیلنا و النحمل خطایا کم''

یعنی تم لوگ ہماری روش کی پیروی کرو تو ہم تمہارے گناہوں کے بوجھ کو اُٹھالیں گے لہٰذا جو لوگ اپنے ایمان سے کفر کی طرف واپس پلٹ گئے اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ یہ چاہتے تھے کہ انکے کافر ماں باپ بھائی بہنوں اور دیگر کافر رشتہ داروں کے تعلّقات میں کمی نہ آنے پائے جبکہ قرآن کا ارشاد ہے: ''ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا وان جاھداک علی ان تشرک بہ مالیس لک بہ علم فلا تطعھما'' (سورہ عنکبوت آیہ ۸)

ترجمہ: ہم نے انسان کو حکم دیا کہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرے لیکن اگر وہ تمہیں شرک کی طرف دعوت دیں تو تم نے اس مسئلہ میں ہر گز اُنکی اطاعت نہیں کرنی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ سورہ عنکبوت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوا ہے جو زبان سے تو ایمان کا ادّعا کرتے ہیں مگر میدانِ عمل میں ضعیف ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہم انسانوں سے ایسے عمل کا طالب ہے جو ظاہری سختیوں اور مصیبتوں کی زد میں آکر ہاتھ سے چلا نہ جائے بلکہ ایمان کی راہ میں جتنی بھی مشکلات آئیں اتنا ہی ایمان مستحکم ہونا چاہیے کیوں کہ اصل امتحان تو ایمان لانے کے بعد شروع ہوتا ہے تا کہ یہ پتہ چلے کہ یہ انسان اپنے ایمان میں کتنا قوی ہے جیسا کہ ارشاد ہوا: ''فلیعلمنّ اللہ الّذین صدقوا ولیعلمنّ الکاذبین'' (سورہ عنکبوت آیہ ۳)

ترجمہ: تا کہ اللہ تعالیٰ آزمائے کہ کون اپنے ادعاءِ ایمانی میں سچّا ہے اور کون جھوٹا ہے۔

جیسا کہ گذشتہ قوموں کے حالات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنھوں نے دین کی راہ میں سختیوں کو تحمل کیا تو اللہ نے اُنہیں نجات دی ہے اور جنھوں نے کفر اختیار کیا اور دیگر برے اعمال کئے تو وہ

ہلاک ہوئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے برے عقائد و اعمال کے نتیجہ میں اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔

سورہ عنکبوت میں مکڑی کی مثال پیش کئے جانے کے علل و اسباب

جیسا کہ اس سورہ کی آیت نمبر ۴۱ سے ۴۳ تک میں اللہ تعالیٰ نے باطل پرستوں کو مکڑی سے تشبیہ دی ہے جسکی ایک علت یہ بیان کی گئی ہے کہ کفار و مشرکین اور برے لوگوں کا عقیدہ اسی طرح سے ضعیف و کمزور ہے جس طرح مکڑی کا اپنے لئے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہوا گھر اتنا کمزور اور ضعیف ہوتا ہے کہ اس میں سردی و گرمی سے کوئی تحفظ کا انتظام نہیں ہوتا ہے اور نہ ہوائی طوفان اور زلزلہ وغیرہ سے ہی محفوظ ہوتا ہے لہٰذا اللہ کے علاوہ غیروں کی پرستش کرنے والوں کا عقیدہ بھی اسیؔ طرح سُست وضعیف ہوتا ہے کہ جو خود اُن لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا ہے بلکہ اُن کا یہ عقیدہ خود اُنکے لئے اور دوسروں کے لئے بھی مشکلات کا باعث ہوتا ہے کیوں کہ اللہ کے غیر کا عقیدہ رکھنا گویا اپنی خواہشاتِ نفسانی اور شیطان کی پیروی کا نتیجہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو گویا گناہوں کی طوق و زنجیر میں گرفتار کرلیتا ہے جس کے بعد اسکے عذاب سے بچنے کی کوئی راہ باقی نہیں رہتی ہے اسی لئے گھر میں مکڑی کا جال رکھنے کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ”نظّفوا بیوتکم من حوک العنکبوت فان ترکه فی البیت یورث الفقر“ (بحار الانوار ۱۷۵/۷۶) ترجمہ: اپنے گھروں سے مکڑی کے جال کو دور کرو کیوں کہ اس کا گھر میں رکھنا فقر و تنگ دستی لاتا ہے۔

دوسری علّت یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ کی کسی بھی مخلوق کو حقیر نہ سمجھو اور اللہ کی اسطرح کی مخلوق کو دیکھ کر سادگی کے ساتھ گزر نہ جاؤ بلکہ اگر ان میں غور و فکر کروگے تو انکی تخلیق کی ظرافت کو دیکھتے ہوئے انکے کاموں میں دقت کروگے تو اپنے آپ کو عقیدتی اور عملی میدان میں کمزور پاکر اس کی

اصلاح کی کوشش کرو جیسا کہ ایک چیونٹی اپنے وزن سے ساٹھ برابر زیادہ وزن اُٹھا سکتی ہے لہٰذا اگر یہی قدرت انسان میں بھی ہوتی تو ایک ساٹھ کلو وزن والے انسان کو اپنے وزن سے ساٹھ برابر یعنی ۴۲۰۰ کلو وزن زمین سے اُٹھانے کی ہمّت ہونی چاہئے تھی جبکہ ایسا نہیں ہے اسی لئے انسان کو ضعیف و کمزور کہا گیا ہے (اسرارِ زندگی حیوانات ص ۱۵۹)

تیسری علت جو روایت میں بیان کی گئی ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:

عن ابی عبدالله الصادق عن جده علیهما السلام قال: المسوخ من بنی آدم ثلاثة عشر صنفاً الیٰ ان قال :و امّا العنکبوت فکانت امراة سیّئة الخلق عاصیة لزوجها مولّیة عنه فمسخها الله عنکبوتاً'' (کتاب الخصال ص ۴۹۳ ح ۱)

ترجمہ: چھٹے امامؑ اپنے جدّ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بنی آدم میں تیرہ قسم کے افراد مسخ ہوئے ہیں جن میں سے ایک مکڑی ہے جو ایک بداخلاق عورت تھی جو اپنے شوہر کی نافرمان تھی اس سے فرار اختیار کرتی تھی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسے مکڑی میں مسخ کر دیا تھا۔

اسی لئے حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''**ترک نسج العنکبوت فی البیت یورث الفقر**'' (مذکورہ مدرک) ترجمہ: گھر میں مکڑی کا جالا رکھنے سے فقر آتا ہے۔

حروف مقطعات کی تفسیر

آیت: ''الٓمٓ'' ﴿۱﴾

تفسیر: حروفِ مقطعات خلق کی عاجزی پر دلالت کرتے ہیں تا کہ اللہ کی مخلوق یہ بات جان لے کہ کوئی بھی اس چیز کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا ہے البتہ ''الٓمٓ'' میں جو تعویلات بیان ہوئی ہیں وہ یہ کہ ''الف ولام'' سے اشارہ اللہ کی صفتِ لطیف (یعنی باریک بین) کی طرف ہے اور ''میم'' سے اشارہ اللہ کی صفتِ مجید کی طرف ہے لہٰذا خلاصہ مفہوم یہ بنے گا کہ ''میں اللہ ہوں میری اطاعت

کرواور میں باریک بین ہوں میری اطاعت اخلاص کے ساتھ انجام دواور میں ہی قابل تعریف ہوں کسی اور کو میرے مقابلے پر نہ لاؤ'' (تفسیر منہج الصادقین ذیل آیہ)

کیا صرف مومن ہونا کافی ہے عمل کی ضرورت نہیں؟

آیت: ''احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لایفتنون ﴿۲﴾ ترجمہ: کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ صرف یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے اُنہیں چھوڑ دیا جائے گا اور اُنہیں آزمایا نہیں جائے گا۔

تفسیر: اس آیت میں جو لفظِ فتنہ استعمال ہوا ہے وہ فعل کے لئے استعمال ہوتا ہے جسکی نسبت اگر اللہ کی طرف دی جائے تو حکمت و مصلحت کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے اور اگر اسکی نسبت انسانؑ کی طرف دی جائے تو بلا و مصیبت اور قتل و عذاب اور دیگر ناپسندیدہ افعال کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرف سے اُٹھنے والے مختلف فتنوں کی مذمّت کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا: ''الفتنة اشدّ من القتل'' (سورہ بقرہ آیہ۱۹۱)

ترجمہ: فتنہ انگیزی قتل سے زیادہ سخت ہے۔

اور دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوا: ''اولا یرون انّھم یُفتنون فی کلّ عام مرّةً او مرّتین ثُمّ لا یتوبون ولا ھم یذّکّرون'' (سورہ توبہ آیہ۱۲۶) ترجمہ: کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ انہیں ہر سال ایک دو مرتبہ آزمایا جاتا ہے پھر اس کے بعد بھی نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ عبرت حاصل کرتے ہیں۔

اور پھر اللہ کی طرف سے اس امتحان کی علت کی طرف بھی یوں اشارہ ہوا: ''لیمیز اللہ الخبیث من الطیّب'' ترجمہ: تا کہ اللہ بروں کو اچھوں سے جدا کردے۔

اور ان باتوں کو صرف میدان عمل میں ہی تشخیص دیا جاسکتا ہے عمل کے بغیر ان چیزوں کا تشخیص دینا ناممکن ہے کیونکہ جوہرِ ایمانی اور خباثتِ باطنی میدانِ عمل میں سامنے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے

بھی اس مسئلے پر اس لئے تاکید کی کہ حق و باطل کھل کر سامنے آجائے اور لوگوں کے لئے بھی اتمام حجت ہو جائے کیوں کہ گذشتہ اقوام بھی سخت ترین امتحانات سے گزریں ہیں اور جو اُن میں سے اپنے ایمان پر عمل کے ذریعہ ثابت قدم رہا اس نے نجات پائی اور جو میدان عمل میں مارا گیا وہ عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوا۔

مذکورہ آیت کے ذیل میں حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مختلف سختیوں کے ذریعہ آزماتا ہے تاکہ انکے دلوں سے غرور وتکبّر نکل جائے اور خضوع وخشوع اُنکے نفوس میں جگہ پالے تاکہ اسطرح سے وہ اپنے بندوں کو اپنے فضل وکرم ورحمت کے سائے تلے جمع کرے اور اُنہیں ہر طرح کے شرو اشرار اور آفات وبلیّات سے محفوظ رکھے'' (اصول کافی ۲/۲۰۰/۴)

ایمان کی شناخت

حضرت علی علیہ السلام نے (ایمان کی اقسام کی شناخت کے متعلق) ارشاد فرمایا: جب آپؑ سے ایمان کے بارے میں سوال ہوا تو آپؑ نے یوں جواب دیا: ایمان چار ستونوں پر قائم ہے، ا۔صبر، ۲۔یقین، ۳۔عدل، ۴۔جہاد

ا۔صبر کے چار شعبے ہیں: ا۔اشتیاق پر صبر، ۲۔خوف پر صبر، ۳۔پرہیز گاری پر صبر، ۴۔انتظار پر صبر ۔کیوں کہ جو جنت کا مشتاق ہوگا وہ خواہشوں کو بھلادے گا اور جو دوزخ سے ڈرتا ہوگا وہ محرمات سے کنارہ کشی اختیار کرے گا اور جو دنیا سے بے اعتنائی اختیار کرے گا وہ مصیبتوں کو آسان سمجھے گا اور جسے موت کا انتظار ہوگا وہ نیک کاموں میں جلدی کرے گا۔

۲۔یقین کے بھی چار شعبے ہیں: ا۔روشن نگاہ ۲۔حقیقت طلبی ۳۔عبرت اندوزی ۴۔اگلوں کا طور طریقہ۔کیوں کہ جو بھی دانش وآگاہی حاصل کرے گا اس کے سامنے علم وعمل کی راہیں واضح ہو جائیں گی اور جس کے لئے علم وعمل کی راہیں آشکار ہوگئیں وہ عبرتوں سے آشنا ہو جائے گا اور جو

عبرتوں سے آشنا ہوا وہ ایسا ہے جیسے وہ پہلے لوگوں میں موجود رہا ہو۔
۳۔عدل کے بھی چار شعبے ہیں: ۱۔تہوں تک پہنچنے والی فکر ۲۔عملی گہرائی ۳۔فیصلہ کی خوبی ۴۔عقل کی پائداری۔ کیوں کہ جو غور و فکر کرتا ہے وہ علم کی گہرائیوں سے آشنا ہوتا ہے اور جو علم کی گہرائیوں میں اُترتا ہے وہ فیصلہ کے سرچشموں سے سیراب ہو کر پلٹتا ہے اور جو حلم و بُردباری اختیار کرتا ہے وہ اپنے معاملات میں کوئی کمی نہیں کرتا اور لوگوں میں نیک نام رہکر زندگی بسر کرتا ہے۔
۴۔جہاد کے بھی چار شعبے ہیں: ۱۔امر بالمعروف ۲۔نہی عن المنکر ۳۔تمام مواقع پر سچ بولنا ۴۔بدکرداروں سے نفرت۔ کیوں کہ جس نے امر بالمعروف کیا اس نے مومنین کی پشت مضبوط کی اور جس نے نہی عن المنکر کیا اس نے کافروں کو ذلیل کیا اور جس نے تمام مواقع پر سچ بولا اس نے اپنا فرض ادا کیا اور جس نے بدکرداروں سے نفرت کی تو اللہ بھی اس کے دشمنوں پر غضب ناک ہوتا ہے اور قیامت کے دن اللہ اُسے راضی کرے گا۔ (حکمت ۳۰)

کفر اور اُسکی اقسام کی شناخت

اور پھر کفر کی اقسام کی شناخت کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کفر بھی مندرجہ ذیل چار ستونوں پر قائم ہے:
۱۔بے جا کوشش کرنا ۲۔جھگڑالو پن ۳۔کج روی ۴۔اختلاف
لہٰذا جو بے جا کوشش کرتا ہے وہ حق کی طرف رجوع نہیں کرتا اور جو حق کی طرف رجوع نہیں کرتا وہ اس جہالت کے باعث جھگڑتا رہتا اور حق سے منہ موڑ لیتا ہے لہٰذا ایسا شخص اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی سمجھنے لگتا ہے اور گمراہی کے نشہ میں مدہوش پڑا رہتا ہے اور حق کی خلاف ورزی کرتا ہے، ایسے شخص کے راستے بہت دشوار اور اس کے معاملات سخت پیچیدہ ہو جاتے ہیں اور اس کے لئے بچ کر نکلنے کی راہ تنگ ہو جاتی ہے۔ (حکمت ۳۱)

سچے اور جھوٹے لوگوں کا امتحان

آیت: ''ولقد فتنّا الذین من قبلھم فلیعلمنّ اللہ الذین صدقوا ولیعلمنّ الکاذبین ﴿۳﴾ ترجمہ: بیشک ہم نے ان سے پہلے کے لوگوں کا بھی امتحان لیا ہے اور اللہ تو بہر حال یہ جاننا چاہتا ہے کہ ان میں کون سے لوگ سچّے اور کون سے لوگ جھوٹے ہیں۔

تفسیر: اگرچہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین کی راہ میں امتحان و آزمائش اور سختیاں صرف اُمّتِ مُسلمہ کے لئے ہی نہیں ہیں بلکہ گذشتہ اقوام میں بھی یہ سب چیزیں تھیں اچھے کو بُرے سے اور خالص کو نا خالص سے جدا کرنے کے لئے مگر ان سب امتحانات کے ذریعہ اللہ کے جاننے سے مراد یہ ہے کہ خود مکلّفین کو یہ بات سمجھ میں آجائے کہ کون اوامرِ الٰہی پر عمل کرنے کے ذریعہ اللہ کا مطیع بندہ رہتا ہے اور کون ان پر عمل نہ کرنے کے نتیجہ میں اس کا نافرمان بندہ قرار پاتا ہے۔

مادّہ فتنہ 'الفتن' مصدر سے ہے جسکے معنیٰ لغت میں ''ادخال الذّھب النار لتظھر جودتہ من ردائہ''یعنی: سونے کو آگ میں داخل کرنا تا کہ اصلی سونے کو خراب سونے سے تشخیص دی جاسکے لہذا معلوم ہوا یہ سختیاں اور یہ پریشانیاں صرف اُمّتِ اسلامیہ ہی کی آزمائش کا وسیلہ نہیں ہیں بلکہ پہلی اُمّتوں کو بھی اسی طرح کی بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑا تا کہ اسی دنیا میں انسان اپنی قدر و منزلت اور حیثیت کو پہچان لے۔

قرآن میں فتنہ کے معانی اور اسکی اقسام

قرآن میں لفظِ فتنہ کے تقریباً چار معنیٰ اور اُسکے مصادیق ذکر ہوئے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ کفر کے لئے استعمال ہوا جیسا کہ ارشاد ہوا: ''لقد ابتغوا الفتنۃ من قبل و قلّبوا لک الامور حتّیٰ جاء الحقّ و ظھر امر اللہ'' (سورہ توبہ آیہ ۴۸)

ترجمہ: بیشک انھوں نے اس سے پہلے بھی فتنہ کی کوشش کی تھی اور تمہارے امور کو اُلٹ پلٹ کر دینا

چاہا تھا یہاں تک کہ حق آ گیا اور امرِ الٰہی واضح ہو گیا اگر چہ وہ لوگ اسے ناپسند کر رہے تھے۔

۲۔عذاب کے لئے استعمال ہوا جیسا کہ ارشاد ہوا:"ذوقوا فتنتکم هذا الذی کنتم به تستعجلون"ای ذوقوا عذابکم' (سورہ ذاریات آیہ ۱۴)

ترجمہ: کہا جائے گا کہ اپنے فتنوں کے عذاب کو چکھو یہی وہ عذاب ہے جس کی تم لوگ جلدی کیا کرتے تھے۔

۳۔مال واولاد کی محبت کے بارے میں استعمال ہوا جیسا کہ ارشاد ہوا:"انّما اموالکم و اولادکم فتنة(ای حُبّهم لکم فتنة او حُبّکم لها فتنة لکم)" (سورہ تغابن آیہ ۱۵)

ترجمہ: بیشک تم لوگوں کا مال واولاد امتحان کا ذریعہ ہیں اور اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔

۴۔امراض کے لئے استعمال ہوا جیسا کہ ارشاد ہوا:"اولا یرون انّهم یفتنون فی کلّ عام مرّة اومرّتین ثمّ لا یتوبون ولا هم یذکّرون(ای یمرضون و یقتلون)" (سورہ توبہ آیہ ۱۲۶)

ترجمہ: کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ انہیں ہر سال ایک دو مرتبہ بلا میں مبتلا کیا جاتا ہے پھر اس کے بعد بھی نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ عبرت حاصل کرتے ہیں۔

امتحان وآزمائش کے سلسلے میں روایات

۱۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"عنقریب میرے بعد اس اُمّت میں ایسے ناگوار حوادث پیش آئیں گے کہ لوگ ایک دوسرے کے خلاف شمشیر اُٹھالیں گے اور لوگ ایک دوسرے سے اعلانِ بیزاری کرتے ہوئے قتل وغارتگری پر اُتر آئیں گے اے عمّار اگر تم نے ایسے حالات کو پایا تو یاد رکھو علیؑ کے ساتھ وابستہ رہنا اور علیؑ کی پیروی کرنا کیوں کہ علیؑ تمہیں کبھی بھی ضلالت وگمراہی کی طرف نہیں لے جائیں گے اور وہ تمہیں صراطِ مستقیم سے منحرف نہیں ہونے دینگے اے عمّار یاد رکھنا کہ علیؑ کی اطاعت میری اطاعت ہے اور میری اطاعت اللہ کی اطاعت ہے" (مناقبِ ابن شہر آشوب ۲۰۳/۳)

۲۔امام حُسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: مذکورہ آیت جب نازل ہوئی تو میرے بابا علی مرتضیٰ نے اللہ کے رسول سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول اس آیت میں فتنہ سے کیا مراد ہے؟ تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے علی تم بھی اس آزمائش میں مبتلا ہوگے کیوں کہ لوگوں کی کثیر تعداد تم سے دشمنی رکھتے ہوئے تم سے برسرِ پیکار ہوں گے'' (مناقب ابن شہر آشوب ۳/۲۰۳)

۳۔امام جعفر صادق علیہ السلام نے لوگوں کے سامنے مذکورہ آیت کی تلاوت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگوں یاد رکھو تم لوگ اپنے مال و جان کے ذریعہ ضرور آزمائے جاؤ گے'' (تفسیر مجمع البیان ۴/۲۷۲)

سورہ بقرہ کی آیہ ۸۱۔۸۲ میں انسانوں کے امتحان و آزمائش کے نتیجہ کے سلسلے میں یوں ارشاد ہوا: ''بلی من کسب سیّئة واحطت به خطیئته فاُولٰئک اصحٰب النار هم فیها خٰلدون ﴿۸۱﴾ والذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت اُولٰئکَ اَصحٰبُ الجنّة هم فیها خٰلدون ﴿۸۲﴾

ترجمہ: بیشک جن لوگوں نے گناہ کئے اور گناہ نے اُنکو اپنے گھیرے میں لے لیا تو ایسے لوگ اہل جہنم ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہینگے اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح انجام دیئے تو وہ اہل بہشت سے ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہینگے۔

''فلیعلمنّ'' اور ''ولیعلمنّ'' دونوں میں 'لام' قسم کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے اور یہ جملات پہلے والے مطلب کی علّت کو بیان کررہے ہیں کیوں کہ سعادت وثواب کا دارومدار ایمانِ حقیقی پر ہے لہذا معلوم ہوا کہ یہاں اللہ کے جاننے سے مراد انسانوں میں ایمانِ حقیقی کی علامات اور اسی طرح دوسری طرف ایمانِ ظاہری کی علامات کو ظاہر کرنا ہے اور یہاں جو اللہ کی طرف سے جاننے کی نسبت دی گئی ہے وہ اللہ کے علم فعلی کی نسبت ہے جو کہ خارجی امور سے تعلّق رکھتا ہے کیوں کہ ہم سے جو بھی افعال سرزد ہوتے ہیں وہ اللہ کے علمِ عینی میں ہیں جنمیں اُسے امتحان لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: کیوں جملہ "فلیعلمنّ اللہ "میں لفظِ جلالہ استعمال ہوا ہے جبکہ "ولقد فتنّا" میں صرف ضمیرِ متکلّم کا استعمال ہوا ہے؟ جواب: کیوں کہ اس آیت کے ذریعہ جھوٹے لوگوں کو ڈرایا دھمکایا گیا ہے لہذا ان پر اللہ نے اپنی ہیبت و عظمت کو بتانے کے لئے لفظِ جلالہ کا استعمال کیا ہے (تفسیر المیزان)

نتیجہء بحث: یہ امتحان و آزمائش کی روِش پہلے سے چلی آرہی ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اور اسطرح انسانوں کی صفاتِ باطنی کو اُنکے عمل کے ذریعہ ظاہر کروانا ہے لہذا اللہ کی طرف سے انسانوں کا امتحان انکی روحانی وفطری استعداد کو تقویت دینا ہے۔

بُرے کام کرنے والوں کی غلط فہمی

آیت: "ام حسب الذین یعملون السیّئات ان یسبقونا ساء ما یحکمون ﴿۴﴾"

ترجمہ: کیا بُرے کام کرنے والے افراد نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ ہم سے سبقت لے جائیں گے وہ لوگ بہت برا فیصلہ کرتے ہیں۔

تفسیر: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کفار اور معصیت کار افراد کو گویا دھمکی دے رہا ہے اور فرما رہا ہے کہ کیا یہ کفار و معصیت کار افراد یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ انکے برے کام اور نافرمانیاں ہماری نظر میں نہیں ہیں بلکہ ہم اُنہیں مسلسل تحریر کررہے ہیں اور وقت آنے پر اُنہیں بتائیں گے کہ انھوں نے کب اور کہاں اور کس جگہ کیا کیا کام انجام دیئے اور اُنہیں یہ ہماری طرف سے چھوٹ دینا بھی مصلحت سے خالی نہیں ہے اور اس مصلحت کی طرف سورہ آل عمران کی آیہ ۱۷۸ میں اس طرح سے ارشاد ہوا: "ولا یحسبنّ الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثما ولھم عذاب مھین"

ترجمہ: کفار یہ گمان نہ کریں کہ ہمارا اُنہیں مہلت دینا انکے لئے اچھا ہے بلکہ ہم جو اُنہیں مہلت

دے رہے ہیں وہ اس لئے کہ وہ اپنے گناہوں میں جتنا چاہتے ہیں اضافہ کرلیں اور ایسے لوگوں کے لئے تو رُسوا کنندہ عذاب ہے۔اور دوسری جگہ ارشاد ہوا: ''**والذین یعملون السّیّئات لھم عذاب شدید**''

ترجمہ: اور وہ لوگ جو برے کام کرتے ہیں انکے لئے شدید عذاب ہے۔

نتیجہ: لہذا جب اللہ تعالیٰ نے کفار و گناہ گاروں کے لئے انکے عمل کے نتیجہ میں رُسوا کنندہ اور شدید عذاب مھیّا کرر کھا ہے تو اُنہیں اُسکی طرف سے چھوٹ ملنے سے آزادی نہیں منانا چاہئے جیسا کہ ارشاد ہوا: ''**فمن یعمل مثقال ذرّۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرّۃ شرا یرہ**''

ترجمہ: اور جو ذرّہ برابر بھی عملِ خیر انجام دے گا وہ اسکی جزا پائے گا اور جو ذرّہ برابر بھی بُرا عمل انجام دے گا وہ بھی اسکی بھی سزاء پائے گا۔

نکتہ: آیت کے اس جملہ ''**الذین یعملون السّیّئات**'' میں صرف کفار و مشرکین نہیں ہیں کیوں کہ 'سیّئات' کا کلمہ کفر اور شرک کے علاوہ ہر قسم کے گناہ و نافرمانی کو شامل کر کے ہے لہٰذا اس آیت کے مصداق میں وہ عام مسلمان حتیٰ وہ مومنین بھی آجائیں گے جو ظاہر میں تو اظہار ایمان کرتے ہیں مگر عملاً ہر وہ کام کرتے ہیں جو کفار و مشرکین انجام دیتے ہیں بلکہ بعض کاموں میں تو ان سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں نہ معلوم یہ اظہار اسلام و ایمان کب کامل طریقے سے عملی جامہ پہنے گا اور یہ مسلّمہ بات ہے کہ ایمان جسے قرآن میں ہر جگہ عملِ صالح کے ساتھ ساتھ یاد کیا گیا ہے اسکے بغیر ناقص ہے کیوں کہ یہ عمل ہے جو ایمان کو ظاہر کرتا ہے اور تقویت دیتا ہے جبکہ گناہ کا ارتکاب ہلکے ہلکے اُسکے اظہار ایمانی کو بھی ختم کر دیتا ہے اور اس سے نیک کاموں کی توفیق سلب ہونے کا سبب بنتا ہے جس کے بعد وہ انسان گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا بلکہ لذت و خوشی بلکہ بعض اوقات تو گناہ کو اچھا و عبادت سمجھ کر انجام دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا ممکن ہے

ظاہر میں اسے کوئی نہیں دیکھ رہا ہو مگر وہ اللہ جو 'سمیع وعلیم وبصیر' جیسی صفات رکھتا ہے جو تمام مخلوقات کے ظاہر و باطن سب کا علم رکھنے والا ہے اس سے یہ انسانِ ضعیف الخلقت کہاں بچ کر جاسکتا ہے بعض اوقات دنیا ہی میں وگرنہ آخرت میں تو یقینی طور پر اپنے اچھے یا برے عقائد و اعمال کا نتیجہ ضرور پائے گا، کیوں کہ اس کا کوئی کام ذاتِ 'علّام الغیوب' سے پوشیدہ نہیں ہے۔

معاشرے کی اصلاح کا راہ حل

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمّت کی اس وقت تک اصلاح نہیں ہوسکتی ہے جب تک اس کے خواص اپنی اصلاح نہ کرلیں'' حاضرین نے سوال کیا اے اللہ کے رسول آپکی مراد اُمّت کے خواص سے کون لوگ ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''وہ چار قسم کے افراد ہیں'':

۱۔ بادشاہ وحاکم ۲۔ علماء واہل علم ۳۔ عابد وزاہد حضرات ۴۔ تاجر وکاروباری افراد

حاضرین نے دوبارہ سوال کیا اے اللہ کے رسول کیوں صرف ان چار قسم کے افراد پر اُمّت کی اصلاح منحصر ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا: ''ہاں اس لئے کہ بادشاہ وحاکم لوگوں کے لئے چوپان کی مانند ہیں لہذا اگر چوپان ہی بھیڑیا ہوتو وہ کیسے بھیڑ بکریاں چرائے گا اور علماء واہل علم لوگوں کے لئے طبیب کی مانند ہیں لہذا اگر طبیب ہی بیمار و مریض ہوتو وہ کیسے لوگوں کی اصلاح کرسکیں گے اور عابد وزاہد لوگوں کے لئے رہنما کی مانند ہیں لہذا اگر رہنما ہی گمراہ ہوتو وہ کیسے دوسروں کو راہ ہدایت پر لگا سکتا ہے اور تاجر وکاروباری لوگوں کے درمیان امین وصادق ہوتے ہیں لہذا اگر یہی افراد خائن ہوجائیں تو پھر لوگ کس پر اعتماد کریں گے (المواعظ العددیہ ص ۱۲۵)

انسان کی چھ چیزوں میں بے بسی

حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: انسان چھ چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے مقابل میں بلکل سے بے بس ہے: ۱۔ اسے اپنی موت کا علم نہیں ہے ۲۔ اسکی بیماریاں اس سے پوشیدہ ہیں ۳۔ اسکے اعمال کی باز

پرس ہوگی ۴۔ادنیٰ سا مچھر بھی اسے زحمت میں ڈال دیتا ہے ۵۔بعض اوقات پانی کے ایک قطرے کا نہ ملنا بھی اسکی موت کا سبب بن سکتا ہے ۶۔اسکے پسینے کی بد بو خود اسکے لئے باعثِ اذیت ہوتی ہے۔لہذا انسان کس چیز پر فخر کرسکتا ہے (نہج البلاغہ حکمت ۴۱۹)

اللہ سے ملاقات کی اُمّید رکھنے کی اہمیت

آیت: ''من کان یرجوا لقاء الله فانّ اجل الله لآت وهو السمیع العلیم ﴿۵﴾''

ترجمہ: جو بھی اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے (وہ جانتا ہے کہ) بیشک اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے اور وہ سننے والا و جاننے والا ہے۔

تفسیر: بیشک اگر مسئلہ قیامت اور حساب و کتاب درپیش نہ ہوتا تو دین و ایمان کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیوں کہ جو یہ کہتا ہے کہ میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں تو اس کے اس کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں اسکے بھیجے ہوئے دین کو بھی قبول کرتا ہوں اور اسکے بھیجے ہوئے نبی پر بھی ایمان رکھتا ہوں اور ان سب اطاعتوں کے نتیجے میں آخرت کی فلاح کا طالب ہوں جس دن سوائے انسان کے نیک اعمال کے کچھ بھی کام آنے والا نہیں ہے کیوں کہ قیامت کا دن تمام حقائق کے ظاہر ہونے کا دن ہے۔جیسا کہ ارشاد ہوا: ''ویوم تبلی السرائر '' (سورہ طارق آیہ ۹) ترجمہ: قیامت کے دن سب کے سب راز کھل کر سامنے آجائیں گے۔(اور سب کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ حق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے) جیسا کہ ارشاد ہوا: ''ویعلمون انّ الله هو الحقّ المبین'' (سورہ نور آیہ ۲۵) کیوں کہ روزِ قیامت تمام انسان اپنے اعمال کی جزاء وسزاء کے ذریعہ تمام حقائق کے معارف تک پہنچ جائیں گے اور اس وعدۂ پروردگار کو برحق پائیں گے جسے انھوں نے زندگی میں قرآن وسنت کی زبانی سنا تھا جس کے واقع ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں تھا جیسا کہ ارشاد ہوا: ''فانّ الله اجل الله لآتٍ '' ترجمہ: بیشک اللہ کا مقرر کردہ وعدہ پورا ہو کر کے رہے گا۔

لہذا اس مسئلہ میں سستی و غفلت نہیں برتنی چاہیئے اور ہمیشہ قیامت کو یاد رکھنا چاہیئے تا کہ نیک عقائد کے ساتھ نیک اعمال کی توفیق حاصل ہو اور اسطرح سے عاقبت بخیری ہو سکے کیوں کہ کوئی بھی اللہ سے کسی طرح کی بھی کوئی بات چھپا نہیں سکتا ہے نیت و عقیدے کے لحاظ سے ہو یا عمل کے لحاظ سے ہو کیوں کہ اللہ تمام ظاہر و باطنوں کا جاننے والا ہے۔

اللہ کے وعدے دو قسم کے ہوتے ہیں

ایک وعدہ وہ ہے جو دنیا میں پورا ہونے والا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا: ''وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکّننّ لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیُبدِّ لنّھم من بعد خوفھم امناً'' (ترجمہ: سورہ نور آیہ ۵۵)

ترجمہ: اللہ نے تم میں سے صاحبانِ ایمان وعمل صالح سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا جس طرح پہلے والوں کو بنایا ہے اور ان کے لئے اس دین کو غالب بنائے گا جسے ان کے لئے پسندیدہ قرار دیا ہے اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

دوسرے وہ وعدے جو بہشتی نعمات یا عذابِ جہنم کی صورت میں پورے ہونے والے ہیں جیسا کہ ارشاد ہوا: ''انّ السّاعة آتیة اکاد اُخفیھا'' (سورہ طٰہٰ آیہ ۱۵)

یعنی بیشک قیامت آنے والی ہے جسے مخفی رکھا گیا ہے، اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوا: ''لتجزیٰ کلّ نفس بما تسعیٰ'' ترجمہ: تا کہ ہر ایک کو اسکے کیئے کی جزاء دی جاسکے۔

رحمتِ الٰہی سے ہرگز مایوس نہیں ہونا چاہیئے

قرآنِ مجید میں دو مقامات پر انسانوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے سے روکا گیا ہے

ا۔ ''لاتیئسوا من روح اللہ...'' (سورہ یوسف کی آیہ ۸۷)

ترجمہ: رحمتِ الٰہی سے مایوس نہ ہونا۔

۲۔''لاتقنطوا من رحمة الله'' (سورہ زمر آیہ۵۲) ترجمہ: اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

کیوں کہ قرآن میں کئی مقامات پر اسکی طرف سے ہونے والی مغفرت پر دلالت کے لئے مندرجہ ذیل الفاظ استعمال ہوئے ہیں مثلاً: غافر، غفور، غفّار، غفران، مغفرة، غفرنا، یغفر وغیرہ یہ سب کے سب صیغے مغفرت کے استمرار اور دوام پر دلالت کرتے ہیں

اسی لئے انبیاء وملائکہ بھی بارگاہ پروردگار میں یوں دعا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں

۱۔حضرت نوحؑ نے اللہ کی بارگاہ میں یوں دعا کی:''ربّ اغفر لی ولوالدیّ ولمن دخل بیتی مومناً و للمومنین والمومنات'' (سورہ نوح آیہ۲۸)

ترجمہ: اے پروردگار میری اور میرے ماں باپ کی مغفرت فرما اور جو بھی مومنین ومومنات میں سے میرے گھر میں داخل ہو اسکی بھی مغفرت فرما۔

۲۔حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کی بارگاہ میں یوں دعا کی:''ربّنا اغفر لنا ولوالدیّ وللمومنین یوم یقوم الحساب'' (سورہ ابراہیم آیہ۴۱)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار قیامت کے دن میری اور میرے والدین اور تمام مومنین کی مغفرت فرما۔

۳۔اللہ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں دعا کرنے کی تعلیم دی:''واستغفر لذنبک و للمومنین والمومنات'' (سورہ محمد آیہ۱۹)

ترجمہ: اے نبی تم اپنے اور تمام مومنین ومومنات کی طلب مغفرت کے لئے دعا کیا کرو۔

۴۔فرشتوں کا اسطرح سے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنا:''الذین یحملون العرش و من حوله یسبّحون بحمد ربّهم و یو منون به ویستغفرون للذین آمنوا'' (سورہ غافر آیہ۷)

ترجمہ: ملائکہ وہ ہیں جو عرش اور اسکے اطراف کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور اپنے پروردگار کی حمد کے

ذریعہ اسکی تسبیح کرتے ہیں اور اسپر ایمان رکھتے ہیں اور صاحبان ایمان کے لئے طلب مغفرت کیا کرتے ہیں۔

اللہ کی رحمت کے حصول کے اسباب

قرآن میں اللہ کی رحمت کو حاصل کرنے کے کئی اسباب بیان کئے گئے ہیں

۱۔قرآن کو سمجھ کر پڑھنا اور اس پر عمل کرنا: جیسا کہ ارشاد ہوا:''**و ھذا کتاب انزلناہ مُبارک فاتبعوا و اتقوا لعلّکم ترجعون**''(سورہ انعام آیہ ۱۵۵)

ترجمہ: اور یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے مُبارک نازل کیا تا کہ تم لوگ اس کی پیروی کرو اور پرہیز گاری اختیار کرو تا کہ اللہ کی رحمت تم لوگوں کے شامل حال ہو سکے۔

۲۔قرآن پڑھتے اور سُنتے ہوئے خاموش رہنا چاہئے: جیسا کہ ارشاد ہوا:''**و اذا قری القرآن فاستمعوا له و انصتوا ترحمون**''(سورہ اعراف آیہ ۲۰۴) ترجمہ: جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ اللہ کی رحمت تمہارے شامل حال ہو سکے۔

۳۔برادران دینی کے درمیان صلح کرانا اور پرہیز گاری کا اختیار کرنا:

جیسا کہ ارشاد ہوا:''**فاصلحوا بین اخویکم و اتقوا الله لعلّکم ترحمون**''(سورہ حجرات آیہ ۱۰) ترجمہ: اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادو اور تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم لوگوں پر رحم کیا جا سکے

۴۔مصائب و آلام کے مقابل میں صبر و استقامت رکھنا: جیسا کہ ارشاد ہوا:''**و بشّر الصابرین ... اولئک علیھم صلوات من ربّھم و رحمة**''(سورہ بقرہ آیہ ۱۵۵)

ترجمہ: صبر و استقامت رکھنے والوں کو بشارت دیدو... یہی وہ لوگ ہیں جن پر انکے پروردگار کی طرف سے درود و رحمت ہیں۔

اللہ کی رحمت کے مظاہر

قرآن میں بعض چیزوں کو خصوصیت کے ساتھ اللہ کی رحمت کا مظہر قرار دیا گیا ہے جوکہ مندرجہ ذیل ہیں۔ ۱۔ خود قرآن مجید: جیسا کہ ارشاد ہوا: ''ولقد جئناهم بكتاب فصّلناه علىٰ علم هُدًى و رحمةً لقوم يومنون'' (سورہ اعراف آیہ ۵۲)

ترجمہ: ہم انکے پاس ایسی کتاب لائے جو اپنے اسرار و رموز کو آگاہی کے ساتھ شرح دینے والی اور صاحبانِ ایمان کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔

۲۔ ذاتِ پیغمبر اسلام ﷺ: جیسا کہ ارشاد ہوا: ''وما ارسلنک الّا رحمة للعالمين'' (سورہ انبیاء آیہ ۱۰۷) ترجمہ: اور ہم نے تمہیں کائنات والوں کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

۳۔ بارش: جیسا کہ ارشاد ہوا: ''فانظر الیٰ آثار رحمة الله كيف يحی الارض بعد موتها'' (سورہ روم آیہ ۵۰) ترجمہ: ذرا اللہ کی رحمت کے آثار کی طرف تو دیکھو کہ اللہ کس طرح زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اُسے زندہ کرتا ہے۔

۴۔ دن و رات: جیسا کہ ارشاد ہوا: ''ومن رحمة الله جعل لكم الليل و النهار لتسكنوا فيه و لتبلغوا من فضله و لعلّكم تشكرون'' (سورہ قصص آیہ ۷۳)

ترجمہ: اور اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے تم لوگوں کے لئے رات و دن قرار دیئے تاکہ ان میں سکون حاصل کر سکو اور اس کے فضل کو تلاش کرو تاکہ تم لوگ شکر گزار بندے بن جاوَ۔

جہاد کے معانی اور فوائد

آیت: ''ومن جٰهد فانّما يُجٰهد لنفسه انّ الله لغنیّ عن العالمين﴿٦﴾'' ترجمہ: اور جس نے جہاد کیا اس نے اپنے فائدے کے لئے کیا بیشک اللہ کائنات والوں سے بے نیاز ہے۔

تفسیر: اس آیت میں جہاد سے مراد زیادہ جدّ و جہد کرنا ہے یعنی ایمان کی راہ میں ہر طرح کی سختی کو تحمّل

کرتے ہوئے شیطان کی طرف سے بچھائی ہوئی رکاوٹوں کو دور کرنا یا اُن سے بچتے ہوئے ایمان و عمل صالح کی راہ میں ثابت قدم رہنا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا: "والذین آمنوا و عملوا لصالحات لنکفرنّ عنھم سیّئاتھم ولنجزینّھم احسن الذی کانوا یعملون" (سورہ عنکبوت آیہ ۷)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے ہم ضرور ان سے اُنکے گناہ مٹا دینگے اور اُنہیں اُنکے عمل سے اچھی جزاء دینگے۔

جہاد کی اقسام

جہاد معاشرتی زندگی کے اعتبار سے تین قسم کا ہے۔

۱۔ کفار و مشرکین کے ساتھ جہاد جو کہ فروع دین میں ہوتا ہے اس جہاد میں نبی یا امام کا حاضر ہونا ضروری ہوتا ہے۔

۲۔ فاسق و فاجر اور ظالم و واجبات ترک کرنے والوں سے جہاد جو کہ ارشاد و ہدایت کے ذریعہ ہوتا ہے۔

۳۔ نفس کے ساتھ جہاد جو کہ ادائے واجبات اور ترکِ محرمات کے ذریعہ ہوتا ہے اسی جہاد کو جہادِ اکبر کہا جاتا ہے کیوں کہ اس میں تمام اعضاءِ بدن کا جہاد ہوتا ہے اور ظاہری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ہر چیز سے بے نیاز ہے اسے ان کاموں سے کوئی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچتا ہے بلکہ ان تمام جہادوں کا فائدہ خود انسان کو پہنچتا ہے لہذا عاقل انسان کبھی بھی اپنے نقصان کا کام نہیں کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیئے کہ اس روش کو آخرت کے امور میں بھی مدّ نظر رکھے یعنی کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے اُسے آخرت میں پشیمانی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور اگر دقّت کی جائے تو اس جہاد بالنفس کے دنیوی اور اُخروی دونوں لحاظ سے فائدے ہیں جن کا ذکر بہر حال قرآن و احادیث میں ہوا ہے۔

مثلاً: جس طرح ایک امتحان کے بہت سے پیپر ہوتے ہیں تو اگر کوئی ایک پیپر میں بھی فیل ہو جائے

تو یہ فیل ہی کہلاتا ہے لیکن اگر کسی ایک پیپر میں بھی فیل نہیں ہوا اور بعض پیپروں میں کم از کم ۳۳،۳۳ نمبر بھی لے لئے تو اب اسکی کامیابی کے معیار کو اسکے تمام پرچوں کے اچھے نمبروں کو سامنے رکھتے ہوئے دیکھا جاتا ہے لہذا وہ جو بعض نمبروں میں کمی تھی وہ مجموعی نمبروں کے ذیل میں لاکر نہ یہ کہ اس کمزوری کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے بلکہ اسے پوزیشن بھی دیدی جاتی ہے بس یوں سمجھئے کہ کچھ واجبات کا ترک کرنا یا محرمات کا مرتکب ہونا اسکے ایمان میں کمزوری کا باعث ہوتا ہے جس کے سبب ایمان سے بھی محرومی کا سبب ہوتا ہے اور ایسا انسان اس آیہ ''الذین آمنوا و عملوا الصالحات'' کے عنوان سے ہی خارج ہوجاتا ہے لیکن دوسری صورت یہ ہے کہ انسان ان کاموں کا مرتکب نہیں ہوا اور ایمان کے دائرے میں رہا ہو کیوں کہ اعمال کے مختلف شعبے ہیں مثلاً: حقوق اللہ اور حقوق العباد اور عبادات بھی دو طرح کی ہیں ایک جسمانی عبادات دوسری مالی عبادات لہذا اگر ہر ایک کو اس کے لحاظ سے نتیجہ دیا جائے تو ممکن ہے کہ انسان پست ترین مرتبہ کو پائے مگر ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ اس کی زندگی کے تمام عقائد و اعمال کو سامنے رکھتے ہوئے اُسے جزاء دیتا ہے جن اعمال کا معیار اُونچا ہوتا ہے اُنکے لحاظ سے آخرت کا مرتبہ بھی اُونچا ہوتا ہے اور جن اعمال میں کمزوری ہوتی ہے تو اُن میں اُنکے حساب سے اُسے آخرت کے درجات بھی کم ملتے ہیں جو ان اعمال میں کمزوری نہ ہونے کے باعث ملنے والے تھے۔

نیک عقیدے و عمل کی جزا

آیت: ''والذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت لنکفرنّ عنھم سیّئاتھم و لنجزینھم احسن الذی کانوا یعملون ﴿۷﴾''

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح انجام دیئے ہم ضرور اُنکے گناہوں کو اُن سے مٹادیں گے اور اُنہیں انکے عمل سے اچھی جزا دینگے۔

تفسیر: یہ آیت ایمانِ حقیقی کو جہادِ نفسانی کی اہمیت کے ساتھ بیان کر رہی ہے اور اس نکتہ کو بھی واضح کر رہی ہے کہ ایمان و عمل صالح کا حقیقی فائدہ خود صاحب عمل ہی کو پہنچتا ہے جو کہ اللہ کے فضل و عطا کا حقدار قرار پاتا ہے گویا اللہ کی راہ میں جہاد ہی انسان کا عملِ صالح ہے جسے اللہ اتنا بلند کرتا ہے کہ وہ بہترین عمل کہلاتا ہے جیسا کہ قرآن میں ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوا: "**لیجزیھم اللہ احسن ما عملوا و یزیدھم من فضلہ**" (سورہ نور آیہ ۳۸) ترجمہ: اللہ انہیں انکے عمل سے اچھی جزاء دینے والا ہے اور اپنے فضل سے مزید بڑھا کر دینے والا ہے۔

لفظِ "نکفّر" اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ ہم اسکے اعمال صالح کو اُسکے گناہوں کا کفارہ قرار دیتے ہیں (تفسیر ابوالفتوح رازی ۱۵/۱۸۹)

لفظِ "احسن" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ہم لوگوں کے تمام اعمال نیک کو اُنکے بہترین اعمال کے حساب میں لے لیتے ہیں یعنی اگر انکے اعمال میں سے بعض عالی شان ہوں اور اگر بعض متوسّط بھی ہوں تو ہم سب کو ہی اچھے اعمال میں شمار کر لیتے ہیں اللہ کے فضل وعطا کا یہی معنیٰ ہے (تفسیر نمونہ ۱۶/۲۱۳)

اہل عمل کی خصوصیات

اس سلسلے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے: "**ومن کان یرید الآخرۃ نزد لہ فی حرثہ و من کان یرید حرث الدُّنیا نُوتہ منھا ومالہ فی الآخرۃ من نصیب**" (سورہ شوریٰ آیہ ۲۰)

ترجمہ: اور جو ہم سے آخرت کی زراعت کا طالب ہوتا ہے تو ہم اُسے اور بھی بڑھا کر دیتے ہیں اور جو دنیاوی زراعت کا طالب ہوتا ہے تو ہم اسے صرف وہی دیتے ہیں اور اس کے لئے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں ہوتا ہے۔

روایت ۱۔ "قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : انّ اھل الجنّۃ لا یندمون علیٰ شیءٍ من امور الدُّنیا الّا علی ساعۃ مرّت بھم فی الدّنیا لم یذکروا اللہ تعالیٰ" (حیات القلوب دیلمی)

ترجمہ: بیشک اہلِ بہشت امورِ دنیا میں سے کسی پر بھی نادم نہیں ہوتے ہیں مگر اس گھڑی پر نادم ہوتے ہیں جو اُنکی یادِ الٰہی سے غفلت میں گزری ہو۔

روایت۲۔ ''قال لقمان لابنه : یابنیّ لو کنت تُحبّ الجنّة فانّ ربّک یکره المعصیة فاکرِه ما یکرهه'' (حیات القلوب دیلمی)

ترجمہ: اے بیٹا یاد رکھو اگر تمہیں جنّت پسند ہے تو تمہارے پروردگار کو گناہ ناپسند ہے لہذا جسے اللہ ناپسند کرتا ہے اسے تم بھی ناپسند کرو۔

والدین کی اطاعت اور اُسکی شرائط

آیت: ''ووصّینا الانسان بوالدیه حسنا وان جهداک لتشرک بی ما لیس لک به علم فلا تطعهما الیّ مرجعکم فاُنبّئکم بما تعملون ﴿۸﴾''

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اور اگر وہ دونوں میرا شریک ٹھہرانے کی طرف تم لوگوں کو مجبور کریں جس کے بارے میں تمہیں علم نہ ہو تو اُنکی اطاعت نہ کرنا میری طرف تم سب کی بازگشت ہے لہذا میں تم لوگوں کو تمہارے اعمال کے بارے میں بتاؤں گا۔

تفسیر: شانِ نزول اس آیت کا اسطرح سے ہے کہ جب سعد بن ابی وقاس مسلمان ہوئے تو اُنکی ماں خمسہ بنت ابوسفیان بن عبد شمس نے قسم کھائی کہ جب تک میرا بیٹا اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں چھوڑے گا اس وقت تک نہ میں کچھ کھاؤں پیوں گی اور نہ زیرِ سایہ بیٹھوں گی مگر سعد اپنے ایمان سے دست بردار نہ ہوئے اسکی ماں جب تین دن تک اپنی قسم پر عمل کرنے کے نتیجہ میں مریض ہوگئی اور تمام رشتہ داروں اور پڑوسیوں نے بھی سعد کی مزمت کرنا شروع کردی تو سعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں آکر سوال کرتے ہیں تو اُس وقت یہ آیت نازل ہوتی ہے۔ (تفسیر ابوالفتوح رازی ۱۵/۱۹۰)

اس آیت میں لفظِ ''وصّینا'' توصیہ مصدر سے فعلِ ماضی ہے جسکے لغوی معنیٰ مسئولیت کے سپرد کر

دینے کے ہیں لیکن یہاں ''اَمر'' کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے یعنی ہم نے حکم دیا اور دوسرا لفظ اس آیت میں ''حُسناً'' ہے جو کہ اگرچہ مصدر ہے مگر یہاں صفت کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے یعنی اچھی وصیت گویا یہ کلمہ مفعولِ مطلق کے مقام پر ہے جسکی تقدیری عبارت یوں ہوگی ''توصیة حسنة'' یا ''توصیة ذات حسن'' جیسے ''قولوا للناس قولاً حسنا'' میں ہے کیوں کہ مبالغہ کے معنیٰ دیتا ہے۔

جملہ ''مالیس لک به علم'' اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ اندھی تقلید نہیں کرنی ہے لہذا جہاں ماں باپ کی اطاعت اور حُسنِ سلوک کا حکم ہوا وہاں ہر طرح کی نادانستہ پیروی سے بھی منع کر دیا گیا اسی لئے یہ بات بھی سمجھا دی گئی کہ آخر کار تم سب نے ہمارے ہی پاس آنا ہے پھر ہم تمہارے تمام اعمال کی تمہیں خبریں دیں گے کہ تم لوگوں نے کیا کام کیئے اور کب اور کہاں انجام دیئے۔

ماں کی زیادہ اہمیت اُسکی زحمتوں کا ثمرہ ہے

جیسا کی سورہ لقمان کی آیت نمبر ۱۴ میں ارشاد ہوا: ''ووصینا الانسان بوالدیه حملته اُمُّه وهناً علی وهن فصاله فی عامین ان اشکر لی ولوادیک الیّ المصیر''

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اسکے والدین کے بارے میں حکم دیا اسکی ماں نے سختیوں پر سختیاں اُٹھائیں اور دو سال پر اس کا دودھ چھڑایا لہذا اے انسان میرا اور اپنے والدیں کا شکریہ ادا کرو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ جیسا کہ روایت میں بھی ہے: ''الجنّة تحت اقدام الاُمّهات'' یعنی جنت ماں کے قدموں تلے ہے (تفسیر منہج الصادقین ذیل آیہ)

باپ کی عظمت

روایاتِ معصومین علیہم السلام کے پیشِ نظر انسان کے تین طرح کے باپ ہیں ایک روحانی باپ اور دوسرا جسمانی باپ تیسرا رشتہ کا باپ (یعنی سسر)۔

روحانی باپ کے بارے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''انا و علیّ ابواہ ھذہ الاُمّۃ ''یعنی میں اور علی اس اُمّت کے باپ ہیں جسمانی باپ وہی ہے جو ظاہری طور پر اسکے دنیا میں آنے کا سبب بنا ہے اور تیسرے باپ کے ذیل میں استاد اور سسر آتے ہیں جیسا کہ روایتِ معصومین علیہم السلام میں ملتا ہے ''ابٌ ثلاثۃ :اب یُوَلِّدُکَ وَابٌ یُزَوِّجُکَ وَابٌ یُعَلِّمُکَ''

ترجمہ: باپ تین طرح کے ہوسکتے ہیں پہلا باپ وہ جو تمہاری پیدائش کا سبب قرار پایا دوسرا باپ وہ جو تمہاری تزویج کے سبب تمہارا باپ قرار پایا تیسرا باپ وہ جس نے تمہیں تعلیم دی۔

شرک کی تعریف اور اسکے اثرات

شرک یعنی اللہ کی ذات یا صفات میں کسی کو اس کا شریک قرار دینا لہذا اسی لئے شرک کو گناہانِ کبیرہ میں شمار کیا گیا ہے یعنی ایسا گناہ جو بغیر توبہ کے اصلاً قابلِ بخشش نہیں ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ''انّ اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء'' (سورہ نساء آیہ ۴۸)

ترجمہ: بیشک اللہ شرک کے گناہ کو ہرگز نہیں بخشے گا اسکے علاوہ ہر گناہ کو بخش دے گا۔

کیوں کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے جو انسان اپنے اوپر کرتا ہے جیسا کہ حکیم لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''واذقال لقمان لابنہ وھو یعظہ یا بُنیّ لا تُشرک با للہ انّ الشرک لظم عظیم'' (سورہ لقمان آیہ ۱۳)

ترجمہ: اور یاد کرو اس وقت کو جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اے بیٹا اللہ کا ہرگز کسی کو شریک قرار نہ دینا کیوں کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

شرک کے اثرات:

۱۔ شرک دوسرے نیک اعمال کے بھی ضایع ہونے کا سبب بنتا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا: ''لئن اشرکت لیحبطنّ عملک'' (سورہ زُمر آیہ ۶۵)

ترجمہ: اگر تم نے شرک کیا تو اللہ تمہارے بقیہ اعمال کو بھی نابود کردے گا۔

۲۔ شرک انسان کو اللہ و رسول سے بیزار کر دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا: ''واذان من اللہ و رسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ بریٔ من المشرکین و رسولہ'' (سورہ توبہ آیہ ۳) ترجمہ: اور لوگوں کی طرف اللہ و رسول کی طرف سے حجِ اکبر والے دن یہ اعلان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہیں۔

۳۔ شرک جسم و روحِ انسانی کو ناپاک کر دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا: ''یا ایّھا الذین آمنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام'' (سورہ توبہ آیہ ۲۸) ترجمہ: اے صاحبانِ ایمان بیشک کہ مشرکین نجس ہیں لہذا وہ مسجد الحرام کے قریب نہ ہونے پائیں۔

یہاں نجس مصدری معنیٰ میں ہے یعنی مشرکین عینِ نجس ہیں اسی لئے یہ نہیں کہا گیا کہ مسجد الحرام میں داخل نہ ہوں بلکہ یہ کہا گیا کہ مسجد الحرام کے نزدیک بھی نہ ہوں۔

۴۔ شرک کرنے والے پر بہشت حرام ہو جاتی ہے: جیسا کہ ارشاد ہوا: ''انہ من یشرک باللہ فقد حرّم اللہ علیہ الجنّۃ'' (سورہ مائدہ آیہ ۷۲)

ترجمہ: بیشک جو بھی اللہ کا کسی کو شریک قرار دیتا ہے اللہ اس پر بہشت کو حرام قرار دیتا ہے۔

نکتہ: شرک کی تمام مزمت کے باوجود اگر کسی کے ماں باپ مشرک ہوں تب بھی اولاد کو اُن سے اچھا برتاؤ کرنا ہوگا جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا: ''و صاحبھما فی الدنیا معروفا'' (سورہ لقمان آیہ ۱۵) ترجمہ: اور ماں باپ کے ساتھ دنیا میں نیک سلوک کیا کرو۔

ایمان و عمل صالح کے فوائد

آیت: ''والذین آمنوا و عملوا الصالحات لند خلنّھم فی الصّٰلحین ﴿۹﴾''

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور عملِ صالح بجالائے ہم اُنہیں ضرور صالح بندوں میں داخل

کریں گے۔

تفسیر: بندۂ صالح اُسے کہتے ہیں جس میں عقیدتی وکرداری اعتبار سے کسی قسم کی کوئی خرابی نہیں پائی جاتی ہوحتیٰ سہوونسیان وخطاواشتباہ ہووغیرہ میں پڑنے کا بھی امکان نہ ہولہذا صالحین کا خاص مصداق معصومین علیہم السلام ہیں (تفسیر اطیب البیان ذیل آیہ)

بیشک یہی صالح افراد ہیں جو ہمیشہ مرضیٔ پروردگار پر راضی رہتے ہیں اور اللہ بھی ان سے راضی رہتا ہے جیسا کہ خود قرآن میں ارشاد ہوا: ''یاایتّھاالنّفس المطمئنّۃ ارجعی الیٰ ربّک راضیۃ مرضیّۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی'' (سورہ فجر آیہ ۲۷۔۳۰)

ترجمہ: اے نفس مطمئنّہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹ آ اس حالت میں کہ تُو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے اور میرے خالص بندوں میں داخل ہوجا اور میری بہشت میں داخل ہوجا۔

نکتہ: یہ صالحین کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ سلیمان نبی بھی یوں دعا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

''وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین'' (سورہ نمل آیہ ۱۹)

ترجمہ: اور مجھے اپنی رحمت کے سبب اپنے صالح بندوں میں قرار دے اور حضرتِ ابراہیمؑ کے بارے میں ارشاد ہوا: ''وانہ فی الآخرین لمن الصالحین'' (سورہ بقرہ آیہ ۱۳۰)

ترجمہ: اور بیشک ابراہیم آخرت میں صالحین میں سے ہوں گے اور دیگر عام لوگوں کے بارے میں ارشاد ہوا: ''ومن یطع اللہ والرّسول فاولٰئک مع الّذین انعم اللہ علیھم من النبیّین والصدیقین والشھداء والصالحین و حسُن اولٰئک رفیقاً'' (سورہ نساء آیہ ۶۹)

ترجمہ: اور جو بھی اللہ ورسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ قرار پائے گا جن پر اللہ نے نعمتیں نازل کیں انبیاء وصدّیقین وشہداء وصالحین میں سے ہوگا اور یہ لوگ کتنے اچھے ساتھی ہوں گے۔

اللہ کی راہ میں لوگوں کی آزمائش

آیت" ومن الناس من یقول آمنّا باللہ فاذا اُوذی فی اللہ جعل فتنة الناس کعذاب اللہ ولئن جاء نصر من ربک لیقولن انّا کنّا معکم اولیس اللہ باعلم بما فی صدور العالمینَ ﴿۱۰﴾"

ترجمہ: اورلوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اُنہیں اللہ کی راہ میں اذیّتیں پہنچتی ہیں تو لوگوں کی اذیّتوں کو اللہ کے عذاب کی مانند سمجھتے ہیں اور جب تمہارے پروردگار کی طرف سے نُصرت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں کیا اللہ نہیں جانتا ہے کہ کائنات کے لوگوں کے سینوں میں کیا باتیں پوشیدہ ہیں۔

تفسیر: کیوں کہ ایسے لوگوں کا ایمان کامل نہیں ہوتا ہے اسی لئے قرآن نے لوگوں میں سے بعض لوگ کہہ کر خطاب کیا جیسا کہ دوسرے مقام پر اسی طرح کے دوسرے لوگوں کے لئے ارشاد ہوا:

"ومن الناس من یعبد اللہ علیٰ حرف فان اصابه خیر اطمانّ به وان اصابته انقلب علی وجهه" (سورہ حج آیہ ۱۱) ترجمہ: اورلوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو ایک طرف ہوکر اللہ کی عبادت کرتے ہیں جب تک اُنہیں فائدہ پہنچتا رہے تو وہ مطمئن رہتے ہیں اور اُنہیں اگر کوئی پریشانی پہنچتی ہے تو وہ پشت کر کے چلے جاتے ہیں۔

چند اہم نکاتِ تفسیری: اس مطلب کی وضاحت کے لئے چند مندرجہ ذیل نکات ملاحظہ کریں:

پہلا نکتہ: کلمۂ "اوذی فی اللہ" میں 'فی' سببیّت کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی مومنین کا اذیّت ہونا سبب قرار پائے کفار کو اذیت دینے کا تا کہ یہ کہا جائے کہ یہ اللہ کی طرف سے اذیت ہے جیسا کہ اس مطلب پر مندرجہ ذیل آیات دلالت کرتی ہیں۔

ا۔ "یاحسرتا علی ما فرطت فی جنب اللہ" (سورہ زمر آیہ ۵۶)

ترجمہ: ہائے افسوس ان باتوں پر جو میں نے اللہ کی راہ میں چھوڑ دیں۔

۲۔"والّذین جاهدوا فینالنهدنهم سبلنا" (سورہ عنکبوت آیہ ۶۹)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ہماری راہ میں جہاد کرنے والے ہیں ہم اُنہیں اپنی راہ کی طرف ہدایت کردینگے۔

دوسرا نکتہ: کلمہ "جعل فتنة الناس کعذاب الله" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کی نگاہ میں ایمان اتنا پست ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کی طرف سے ہونے والی ناچیز تکالیف کو عذابِ الٰہی سے تشبیہ دیتے ہیں لہذا وہ ایسی باتیں یا ایسے کام کرنا پسند نہیں کرتے ہیں جنکے سبب کفار اُنہیں اذیتیں پہنچاسکیں خالص مومنین کے برخلاف جبکہ ان لوگوں کی یہ سوچ غلط ہے کیوں کہ ایمان پر ثابت قدم رہنے کے نتیجہ میں اگر کسی کو کسی کی طرف سے اذیّت پہنچتی ہے تو وہ مختصر و ختم ہو جانے والی ہے جبکہ ایمان پر ثابت قدم نہ رہنے اور اس طرح کی باتیں کرنے کے نتیجے میں جو عذابِ الٰہی انہیں ملنا ہے وہ دائمی ہے۔

تیسرا نکتہ: کلمہ "لیقولنّ انّا کنّا معکم" اس سے پہلے من و یقول و اوذی وغیرہ جیسے الفاظ میں ضمیرِ مفرد کے ذریعہ سے ناخالص ایمان رکھنے والوں کی طرف اشارہ ہوا ہے اور یہاں ضمائرِ جمع کے ذریعہ انکی طرف اشارہ ہو رہا ہے کیوں کہ ضمائرِ جمع لفظ کے اعتبار سے مفرد کی طرف بھی لوٹ سکتی ہیں۔

چوتھا نکتہ: کلمہ "اولیس باعلم بما فی صدور العالمین" استفہام انکاری ہے یعنی کیا تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ اللہ لوگوں کے دلوں کی پوشیدہ باتوں کو نہیں جانتا ہے نہیں بلکہ وہ جانتا ہے کہ تم لوگ حقیقی ایمان نہیں رکھتے ہو۔

پانچواں نکتہ: لفظِ "عالمین" کے بارے میں کئی اقوال ہیں ۱۔لوگوں کی جماعت ۲۔صاحبانِ

عقل کی جماعتیں ۳۔جن وانس وملک کی جماعتیں (تفسیر المیز ان ذیل آیہ)

چھٹا نکتہ: ایمانِ حقیقی کے لئے چار مندرجہ ذیل باتوں کی شرطیں ہیں۔

۱۔جو کچھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے اس کے بارے میں علم ویقین رکھنا:

البتہ یقین کے بھی تین مرحلے ہیں:۱۔علم الیقین ۲۔عین الیقین ۳۔حقّ الیقین

۲۔صحیح عقیدہ رکھتے ہوئے دین سے وابستہ رہنا۔

۳۔دین کی تمام باتوں کا اقرار اور اعتراف کرنا۔

۴۔تمام احکام تکوینی وتشریعی کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے رہنا۔

ساتواں نکتہ: امام حُسین علیہ السلام کا ارشادِ گرامی ہے ’’**الناس عبید الدُّنیا و الدِّین لعق السنتھم یحوطونہ مادرت معایشھم فاذا مُحصُّوا بالبلاء قلّ الدّیانون**‘‘

ترجمہ: لوگ دنیا کے بندے و پیروکار ہیں دین صرف ان کا لقلقۂ لسان ہے دین سے وہ صرف اس وقت راضی رہتے ہیں جب تک اُنہیں آسائشیں حاصل ہوتی رہتی ہیں اور جب اُنہیں سختیوں کے ذریعہ سے آزمایا جاتا ہے تو دین دار کم رہ جاتے ہیں۔

مومن ومنافق کی شناخت

آیت: ’’ولیعلمنّ اللہ الذین آمنوا ولیعلمنّ المنٰفقین﴿۱۱﴾

ترجمہ: اور اللہ ضرور صاحبانِ ایمان کو بھی جاننے والا ہے اور منافقین کو بھی ضرور جاننے والا ہے۔

تفسیر: اگرچہ بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے کیوں کہ مدینہ میں آنے کے بعد بعض مسلمانوں کو اتنی قدرت ملی کہ انھوں نے اپنے نفاق کا اظہار کر دیا ورنہ مکہ میں تو تھوڑے سے مسلمان تھے اور وہ بھی کفار کی طرف سے ظلم وستم کی وجہ سے تقیّہ میں رہتے ہوئے سخت رنج وغم کی زندگی گزار رہے تھے لہذا کسی میں یہ جرأت نہیں تھی کہ وہ اپنے اسلام وایمان کو ظاہر کرتا اور اس مطلب پر یہ

آیت دلیل ہے ''ولئن جاء نصر من ربّک لیقولنّ انّا کنّا معکم'' (سورہ عنکبوت آیہ ۱۰) ترجمہ: اور جب تمہارے پروردگار کی طرف سے نصرت آچکی تو ان لوگوں نے کہا کہ بیشک ہم تو آپ لوگوں کے ساتھ تھے۔ اور یہ سب نصرتیں تو مدینہ آنے کے بعد حاصل ہوئیں ہیں نہ مکہ میں کیوں تمام جنگیں مدینہ ہجرت کرنے کے بعد پیش آئیں ہیں (تفسیر روح امعانی ۱۴۰/۲۰)

مومن: مادّہ 'امن' سے ہے یعنی اطمینانِ نفس رکھتے ہوئے اور اپنے اندر سے خوف کو دور کرتے ہوئے اعتقاد رکھنا (مفردات راغب)

منافق: جو شریعتِ اسلامی میں ایک دروازے سے داخل ہو اور دوسرے دروازے سے نکل جائے (مفردات راغب)

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے منافقین کو کفار سے بدتر کہا ہے جن کا ٹھکانہ جہنم میں سب سے پست ہوگا جیسا کہ ارشاد ہوا: ''انّ المنافقین فی الدّرک الاسفل من النّار'' (سورہ نساء آیہ ۱۴۵)

روایات میں مومنین کی صفات

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذا خَرَجَ مِنْ قَبْرِهِ صُوِّرَلَهُ عَمَلُهُ فِي صُوْرَةٍ حَسنَةٍ فَيَقُولُ لَهُ مااَنْتَ؟فَوَاللهِ اِنِّی لَا رَاکَ اِمْرأَ صِدْقٍ،فَيَقُولُ لَهُ: اَنَا عَمَلُکَ. فَيَكُون لَهُ نوراً وَقائِداً اِلَى الْجَنَّةِ.) (کنز العمال ج ۱۴ ص ۳۶۶ـ ۳۸۹۶۳)

ترجمہ: جب بندۂ مؤمن قبر سے نکلے گا تو اس کا عمل خوبصورت شکل میں اس کے سامنے ظاہر ہوگا تو یہ شخص اس سے کہے گا تو کون ہے؟ خدا کی قسم میں تجھے سچا پاتا ہوں تو وہ کہے گا میں تیرے نیک اعمال ہوں اور وہ اس صاحب قبر کے لئے روشنی کا کام دے گا یہاں تک کہ وہ بندۂ مؤمن بہشت میں داخل ہو جائے۔

روایات: ا۔ ''قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: شرف المومن صلاتہ باللّیل و عزّہ استغنائهُ عن

الناس '' (از کتاب ارشاد القلوب)

ترجمہ: مومن کی عظمت اسکی نمازِ شب اور لوگوں سے بے نیازی میں ہے۔

۲۔ ''قال النبی ﷺ: لعلیؑ علیک بصلاۃ اللّیل و کرّر ذالک ثلاثاً و قال الّا ترون الی المصلّین باللّیل وھم احسن الناس وجوھاً لِانّھم خلو باللّیل لِلہِ سبحانہ فکساھم من نورہ '' (از کتاب ارشاد القلوب) ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: میں تمہیں نمازِ شب کی تاکید کرتا ہوں (یہ جملہ آپ ﷺ نے تین بار تکرار کیا) اور کہا کہ کیا نماز شب پڑھنے والوں کو نہیں دیکھتے ہو کہ اُنکے چہرے نورانی ہیں کیوں کہ وہ راتوں کو اللہ سے راز و نیاز کرتے ہیں لہذا اللہ بھی اُنہیں نور کا لباس پہنا دیتا ہے۔

۳۔ ''قال اللہ لداود: اسمع ما اقول اِنّی ارحم بعبدی المذنب من نفسہ لنفسہ و انا اُحبُّ عبدی ما یُحبُّنی و استحیٰ منہ ما یستحیی منّی '' (از کتاب ارشاد القلوب)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے داوٗد نبی سے کہا: اے داوٗد جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اُسے سنو میں اپنے گناہ گار بندے پر خود اس سے زیادہ مہربان ہوں لہذا جو بندہ مجھے دوست رکھتا ہے میں اُسے دوست رکھتا ہوں اور جو مجھ سے حیاء کرتا ہے تو میں بھی اس سے حیاء کرتا ہوں (یعنی جو مجھ سے حیاء کرتے ہوئے گناہ نہیں کرتا میں بھی اسکے رازوں کو لوگوں کے سامنے فاش کرنے سے حیاء کرتا ہوں)۔

۴۔ ''نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اولیاء الٰہی یاقوت و زبرجد کی زینوں والے اونٹوں پر سوار ہو کر پھرینگے تو دوسرے لوگ اُن سے پوچھیں گے کہ اس مقام تک آپ لوگ کس طرح پہنچے تو وہ جواب دینگے کہ ہم راتوں کو سوتے کم تھے عبادتیں زیادہ کیا کرتے تھے روزے رکھتے تھے صدقہ دیا کرتے تھے زیادہ سے زیادہ اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے اور خوف الٰہی میں گریہ کیا کرتے تھے''

(از کتاب ارشاد القلوب)

۵. قال الصادقؑ: اذا مات المؤ من شیعه سبعون الف ملک الی قبره فاذا ادخل قبره اتاه منکر و نکیر فیقعدانه ویقولان له: من ربک وما دینک ومن نبیک ؟فنقول :ربی الله ومحمدؐ نبیی والاسلام دینی فیفسحان له فی قبره مد بصره ویاتیانه بالطعام من الجنة ویدخلان علیه الروح والریحان (یعنی)فی قبره و جنة نعیم (یعنی) فی الاخرة.) (امالی شیخ صدوق ص ۲۳۹ ح ۱۲.)

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کسی مؤمن کا انتقال ہوتا ہے تو ستر ہزار ملائکہ اس کی قبر تک اس کے جنازے کی مشایعت کرتے ہیں اور جب اسے قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو منکر ونکیر آ کر اسے اٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تو مرنے والا مؤمن جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نبی ہیں اسلام میرا دین ہے، تب وہ فرشتے اس کی قبر کو کشادہ کر دیتے ہیں اور بہشتی طعام اس کے لئے لے کر آتے ہیں اور اس کو اسکی قبر میں روح وریحان دیتے ہیں اور آخرت میں ﴿جَنَّةُ نَعِیم﴾ کی خوشخبری دیتے ہیں۔''

روایات میں منافقین کی صفات

۱۔ ''قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: انّی لااتخوّف علیٰ اُمّتی مومناً ولا مشرکاً امّا المومن فیحجزه ایمانه و امّا الکافر فیُقمِعَهُ کُفرُهُ ولکن اتخوّفُ علیکم مُنافقاً عالم الّسان یقول ما نعرفون و یعمل ماتنکرون '' (کنز العمال ۲۹۰۴۶)

ترجمہ: بیشک مجھے اپنی امّت کے مومنوں ومشرکوں پر کسی چیز کا خوف نہیں ہے کیوں کہ مومن کا ایمان اُسے روک کر رکھتا ہے اور مشرک کا شرک اسے ہلاک کر دینے والا ہے لیکن مجھے تم لوگوں پر جو خوف ہے وہ منافقین سے ہے کیوں کہ منافق زبان سے وہی کہتا ہے جو ہم کہتے ہیں مگر ایسے کام کرتا ہے جنہیں ہم ناپسند کرتے ہیں۔

۲۔''قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: خصلتان لایکونان فی منافق حُسنُ سمتٍ وفقهٍ فی الدّین''
(کنزالعمال ۷۷۶)

ترجمہ: منافق میں دو خصوصیات جمع نہیں ہوسکتی ہیں ایک حُسن اخلاق دوسری دین میں سمجھ۔

۳۔''قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: من خالفت سریرته علانیته فهو منافق کائناً من کان''
(بحارالانوار ۲۰۷/۷۳)

ترجمہ: جس کا باطن اس کے ظاہر کے مخالف ہوتو وہ منافق ہے جو بھی ہو۔

قرآن میں منافقین کے مختلف عذاب کا ذکر

قرآن مجید میں کفار ومنافقین کے لئے مختلف عذاب ذکر ہوئے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔جہنم کی آگ کبھی بھی اُنپر بجھائی نہیں جائے گی: جیسا کہ ارشاد ہوا: ''کُلّما خبت زدناهم سعیرا'' (سورہ اسراء آیہ ۹۷) ترجمہ: جب بھی آگ بجھے گی تو ہم اسے روشن کر کے زیادہ کردینگے۔

۲۔اُنہیں کبھی بھی عذابِ الٰہی سے نجات نہیں ملے گی: جیسا کہ ارشاد ہوا: ''کُلّما نضجت جلودهم بدّلناهم جلوداً غیرها'' (سورہ نساء آیہ ۵۶)

ترجمہ: جب بھی انکے جسموں کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم نئی کھالیں چڑھادیں گے۔

۳۔جہنم میں اُنہیں کبھی بھی موت نہیں آئے گی: جیسا کہ ارشاد ہوا: ''لا یقضیٰ علیهم فیموتوا'' (سورہ نساء آیہ ۵۶) ترجمہ: اُن پر قضاء کو مقرر نہیں کیا جائے گا کہ وہ مرسکیں (یا اُنہیں موت آسکے)۔

۴۔اُن سے عذابِ الٰہی کو دور نہیں کیا جائے گا: جیسا کہ ارشاد ہوا: ''ولا یخفف عنهم من عذابها کذالک نجزی کلّ کفور'' (سورہ فاطر آیہ ۳۶)

ترجمہ: اور اُن سے عذاب کو کم نہیں کیا جائے گا اسی طرح ہم ہر کافر کو اسکے اعمال کی سزاء دینگے۔

۵۔جہنم سے کبھی بھی اُنہیں چھٹکارا نہیں ملے گا: جیسا کہ ارشاد ہوا: ''وماهم بخارجین من النار'' (سورہ بقرہ آیہ ۱۶۷) ترجمہ: اور اُنہیں جہنم سے خلاصی حاصل نہیں ہوگی۔

کوئی کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا ہے

آیت: ''وقال الذین کفروا للذین آمنوا اتّبعوا سبیلنا ولنحمل خطٰیکم وما ھم بحٰملین من خطٰیھم من شیءٍ انّھم لکٰذبون﴿۱۲﴾''

ترجمہ: اور کفار نے مومنین سے کہا کہ اگر تم لوگ ہماری روش کی پیروی کرو گے تو ہم تمہارے گناہوں کو اپنے ذمّہ لے لیں گے جبکہ وہ ہرگز اُنکے گناہوں کا ذرّہ برابر بھی بوجھ نہیں اُٹھا سکتے ہیں بیشک وہ جھوٹ بولنے والے ہیں۔

تفسیر: اس آیت میں کفار سے مراد وہی مشرکین مکہ ہیں جنھوں نے سب سے پہلے اسلام کے مقابل میں اظہارِ کفر کیا اور تازہ مسلمان ہونے والوں سے وہ لوگ اس طرح کی باتیں کیا کرتے تھے تاکہ وہ انکی طرح اپنے پُرانے جاہلانہ عقیدے پر لوٹ آئیں مگر قرآن نے اُنکے اس باطل خیالات کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے ہیں اور وہ اپنے اس بیان میں جھوٹے ہیں۔

نکتہ: کفار ہرگز اہل ایمان افراد سے دست بردار ہونے والے نہیں ہیں لہذا اسی لئے قرآن نے مختلف مقامات پر کفار کی مختلف مصروفیات کے بارے میں اس طرح ارشاد فرمایا:

۱۔''ودّ کثیر من اھل الکتاب لو یردّونکم من بعد ایمانکم کفّاراً'' (سورہ بقرہ آیہ ۱۰۹)

ترجمہ: اہل کتاب میں سے اکثر یہ چاہتے ہیں کہ تم لوگوں کے ایمان لانے کے بعد بھی تمہیں کفر کی طرف واپس لوٹا دیں۔

۲۔''لا یزالون یقاتلونکم حتیٰ یردّوکم عن دینکم ان استطاعوا'' (سورہ بقرہ آیہ ۲۱۷)

ترجمہ: وہ لوگ ہمیشہ تم لوگوں سے جھگڑتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ تم لوگوں کو تمہارے دین سے نہ لوٹا دیں۔

۳۔شیطانی دھوکہ کے بارے میں ارشاد ہوا: ''اذقال للانسان اکفر فلمّا کفر قال انّی

بری ءٌ منک "(سورہ حشر آیہ ۱۶) ترجمہ: شیطان انسان سے کہتا ہے کہ کافر ہو جاؤ اور جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو شیطان اس سے کہتا ہے کہ میں تم سے بری ہوں

قیامت کے دن جن چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا

آیت: "ولیحملنّ اثقالھم اثقالاً مع اثقالھم ولیسئلنّھم یوم القیامۃ عمّا کانوا یفترون ﴿۱۳﴾"

ترجمہ: اور وہ لوگ ضرور اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ دوسروں کے گناہوں کے بوجھ کو بھی اُٹھائینگے اور یقیناً قیامت کے دن اُنکے جھوٹ بولنے کے بارے میں ان سے سوال ہوگا۔

تفسیر: گذشتہ آیت میں کفار کی طرف سے مسلمانوں کو دیئے جانے والے وعدوں کو جھٹلایا گیا کہ "وما بحاملین من خطایاھم من شی ءٍ"

یعنی وہ ہرگز اُنکے گناہوں کا ذرّہ برابر بھی بوجھ نہیں اُٹھاسکیں گے۔ مگر اس آیت میں جو دوسروں کے بوجھ کو بھی اُٹھانے کا ذکر ہوا وہ اس لحاظ سے ہے کہ جو لوگ دوسروں کی گمراہی کا سبب بنتے ہیں وہ اپنے گناہوں کے بوجھ کے علاوہ جنہیں انھوں نے گمراہ کیا ہوگا ان کے گناہ میں یہ بھی برابر کے شریک ہوں گے جیسا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ: "جو کسی نیک کام کی ابتدا کرتا ہے تو وہ اس کام کے بجالانے والوں کے ساتھ برابر کا شریک ہے انکے ثواب میں اُنکے ثواب میں بغیر کسی کمی کے آئے اور جو کسی برے کام کی ابتداء کرتا ہے تو وہ بھی اس کام کے بجالانے والوں کے ساتھ برابر کا شریک ہے انکی سزاء میں بغیر کسی کمی کے کیئے ہوئے، کیوں کہ یہ بجالانے والے ہیں اور وہ اسے ایجاد کرنے والا ہے" (تفسیر دُرّ المنثور ۵/۱۴۳)

کیونکہ روایاتِ معصومین علیہم السلام میں تو یہاں تک ملتا ہے کہ اگر مشرق میں کسی پر ظلم ہو رہا ہو اور مغرب میں رہنے والا اس پر راضی ہو تو وہ بھی اس گناہ میں شریک شمار ہوگا اسی طرح اسکے برعکس

بھی ہے کیوں کہ ’’انما الاعمال بالنّیات ‘‘یعنی: بیشک اعمال کا دارومدار نیّتوں پر ہے۔ اگرچہ گمراہ شدہ لوگوں کو بھی انکے گناہ کی سزاء ملے گی کہ تم لوگوں نے کیوں انکی باتیں مانیں کیا تمہیں عقل نہیں دی گئی تھی۔

حضرتِ نوح کی رسالت

آیت: ’’ولقد ارسلنا نوحاً الیٰ قومه فلبث فیهم الف سنة الّا خمسین عاماً فاخذهم الطوفان وهم ظٰلمون ﴿۱۴﴾ فانجینٰه واصحٰب السفینة و جعلنها آیة للعٰلمین ﴿۱۵﴾

ترجمہ: اور بیشک ہم نے نوح کو انکی قوم کی طرف بھیجا جو کہ اپنی قوم کے درمیان ہزار سال میں پچاس سال کم رہے پھر اس قوم کو عذاب نے اپنی گرفت میں لے لیا کیوں کہ وہ لوگ ظلم کرنے والے تھے ﴿۱۴﴾ اور ہم نے نوح اور اہلِ کشتی کو نجات دی اور اس واقعہ کو کائنات والوں کے لئے نشانی قرار دیا۔

تفسیر: حضرت نوحؑ کی حضرتِ آدمؑ کے ہزار سال بعد ولادت ہوئی اور ۸۵ سال کی عمر میں رسالت ملی اور آدمؑ و نوحؑ کے درمیان حضرتِ شیثؑ و حضرتِ ادریسؑ وغیرہ گزرے ہیں جن سب کا ذکر قرآن میں نہیں ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ’’ولقد ارسلنا من قبلک منهم من قصصنا علیک و منهم من لم نقصص علیک ‘‘(سورہ مومن آیہ ۷۸)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے بھی نبی بھیجے جن میں سے بعض کے قصّے تمہارے لئے بیان کئے اور بعض کے قصّے بیان نہیں کئے ہیں۔ پھر نوحؑ نے رسالت ملنے کے بعد ۹۵۰ سال تک تبلیغِ رسالت انجام دی جسکے نتیجہ میں ’’فما آمن معه الّا قلیل‘‘ یعنی نوحؑ پر سوائے تھوڑے لوگوں کے کوئی ایمان نہیں لایا پھر نوحؑ نے بقیہ عمر طوفان کے بعد گزاری لہذا مجموعاً عمر حضرتِ

نوحؑ ۲۳۰۰ سال یا ۲۵۰۰ سال بنتی ہے اور نوحؑ کے نائب اُنکے بیٹے سامؑ اور پھر ہودؑ اور صالحؑ اور دیگر انبیاء قرار پائے حضرتِ ابراہیمؑ تک (تفسیر اطیب البیان ذیل آیہ)

شیخ ابو جعفر علی بن بابویہ نے بھی اپنی کتاب میں حضرتِ نوحؑ کی کل عمر ۲۵۰۰ سال لکھی ہے۔

جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت بھی ہے کہ حضرتِ نوحؑ جب اپنی ۲۵۰۰ سال عمر کر چکے اور انکی وفات کا وقت آپہنچا تو جبرئیلؑ امین نازل ہو کر کہتے ہیں: 'اے نوحؑ اللہ کا آپ پر درود وسلام ہو اور اب آپ کا وقت وفات آچکا ہے لہذا آپ علم اعظم اور آثارِ نبوّت اپنے بیٹے سام کے حوالے کر دیں کیوں کہ اللہ کبھی بھی زمین کو اپنی حُجّت سے خالی چھوڑنے والا نہیں ہے پھر ملک الموت آکر کہتا ہے''یا شیخ الانبیاء کیف وجدت الدُّنیا؟ قال: کبیتٍ له بابانِ دخلتُ باحدِھماو خرجتُ من الآخر''

ترجمہ: اے انبیاء میں سب سے طولانی عمر پانے والے آپ نے دنیا کو کس طرح کا پایا تو نوحؑ نے جواب دیا: گویا کہ ایک گھر کی مانند جسکے ایک دروازے سے میں داخل ہوا اور دوسرے دروازے سے خارج ہوا (اصول کافی ۲۸۵/۸)

حضرت نوح کی زندگی کے چند اہم نکات

پہلا نکتہ: ''طوفان'' زیادہ اور گہرے پانی اور گول گھومنے والے پانی کو کہتے ہیں (تفسیر مجمع البیان ۲۷۵/۸)

دوسرا نکتہ: یہ جو ایک ہزار سال میں ۵۰ سال کم کا ذکر ہوا وہ حضرتِ نوحؑ کی مدّتِ تبلیغ کو زیادہ بیان کرنے کے عنوان سے ہے کہ اتنی تو تبلیغ کسی بھی نبی یا وصی نے نہیں کی۔

تیسرا نکتہ: جملہ 'جعلناھا' میں 'ھا' کی ضمیر اس واقعہ یا نجات کی طرف لوٹتی ہے نہ کہ سفینہ کی طرف۔

چوتھا نکتہ: عالمین سے مراد بہت سی جماعتیں اور بہت سی صدیاں ہیں (تفسیر المیزان ۱۷۱/۱۴)

حضرتِ نوحؑ کے اصل نام کے بارے میں کئی اقوال ہیں ۱۔عبدالغفّار ۲۔عبدالملک ۳۔عبدالاعلیٰ (علل الشرائع ۱؍۲۷)

جیسا کہ اس سلسلے میں حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے ’’انّما سُمّی نوحاً لانّہ ناح علیٰ قومہ الف سنۃ الّا خمسین عاماً‘‘ (عیون اخبار الرّضاؑ ۱؍۲۴)

ترجمہ: نوح کا نام نوح اس لئے قرار پایا کہ انھوں نے اپنی قوم کے حال پر ۹۵۰ سال گریہ کیا۔

چھٹا نکتہ: اصحابِ سفینہ کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے (۸۰) افراد بعض نے (۷۰) افراد کی تعداد لکھی ہے اور محمد بن کعب سے مروی ہے کہ وہ کل (۱۰) افراد تھے جن میں سے ۵ مرد اور ۵ عورتیں تھیں اُن میں بھی تین تو خود حضرتِ نوحؑ کے بیٹے سام، حام، یافث تھے اور باقی ۷ دیگر افراد تھے۔ (تفسیر منہج الصادقین ذیل آیہ)

حضرتِ ابراہیمؑ کی رسالت

آیت: ’’وابراھیم اذ قال لقومہ اعبدوا اللہ واتّقوہ ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون﴿۱٦﴾ ترجمہ: اور ابراہیمؑ نے جب اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو کہ یہ تم لوگوں کے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم لوگ اس بات کو سمجھ سکو۔

حضرتِ ابراہیمؑ کی زندگی کے چند مہم نکات

اگرچہ حضرتِ ابراہیمؑ کے حالاتِ زندگی کافی تفصیلی ہیں مگر ہم اختصار کا خیال رکھتے ہوئے انکی زندگی کے صرف ایسے نکات کی طرف اشارہ کرینگے جو ہمارے لئے نصیحت کا باعث ہوں جیسا کہ خود قرآنِ مجید میں بھی ارشاد ہوا: ’انّ اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ ‘ (سورہ آل عمران آیہ ٦۸)

ترجمہ: بیشک ابراہیم سے نزدیک ترین افراد وہ ہیں جو انکی پیروی کرتے ہیں۔

پہلا نکتہ: حضرت ابراہیمؑ اولوالعزم پیغمبروں میں سے دوسرے نمبر پر ہیں جنہیں کتاب اور شریعت

دونوں عطا ہوئے دعوتِ عمومی کے لئے اور انھوں نے خلیل اللہ کا لقب پایا۔

دوسرا نکتہ: امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے درمیان ہزار سال کا فاصلہ تھا (بحار الانوار ۶/۹۱)

اور حضرتِ ابراہیمؑ کا حضرتِ نوحؑ سے سلسلہ مندرجہ ذیل ترتیب سے ملتا ہے: ابراہیمؑ بن تارخ بن تاحور بن سروح بن رعو بن فالج بن عامر بن شالح بن ارفکشاذ بن نوحؑ
(قصص الانبیاء عبد الوھاب نجار، ص ۷۰)

لہذا اس طرح سے حضرتِ نوحؑ حضرتِ ابراہیمؑ کے آٹھویں جد قرار پائے۔ حضرتِ ابراہیمؑ کی والدۂ گرامی پاک دامن وشجاع خاتون تھیں جن کا نام 'بونا' یا 'نونا' تھا بعض روایات کے مطابق حضرتِ ابراہیمؑ کی والدہ اور حضرتِ لوطؑ کی والدہ اور حضرتِ سارہ زوجہ حضرتِ ابراہیمؑ کی ماں، یہ تینوں آپس میں بہنیں تھیں اور 'لاحج' نامی پیغمبر کی بیٹیاں تھیں (بحار الانوار ۱۲/۴۵ و ترجمہ المیزان ۱۴/۴۰)

تیسرا نکتہ: حضرتِ ابراہیمؑ کی ولادت عراق کے شہرِ بغداد کے جنوبی علاقے میں ہوئی اور ۱۷۵ سال اس دنیائے فانی میں زندگی گزاری اور سرانجام فلسطین کی سرزمین پر آپ کا انتقال ہوا اور آپ کی قبر فلسطین کے شہر 'الخلیل' میں ہے۔

چوتھا نکتہ: حضرتِ ابراہیمؑ کی ولادت سے پہلے ہی انکے والد کا انتقال ہو چکا تھا لہذا آپ اپنے چچا "آذر" کی سرپرستی میں بڑے ہوئے اسی لئے وہ چچا کو والد کہہ کر پکارتے تھے۔

پانچواں نکتہ: حضرتِ ابراہیمؑ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیسویں جد ہیں اسی لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات پر افتخار کیا کرتے تھے کہ میرے تیسویں جد ابراہیمؑ ہیں۔

چھٹا نکتہ: حضرتِ ابراہیمؑ کا نام قرآن میں ۶۹ بار ۲۵ سوروں میں ذکر ہوا ہے جسمیں سے ایک سورہ خود حضرتِ ابراہیمؑ کے نام سے منسوب ہوا۔

ساتواں نکتہ: حضرتِ ابراہیمؑ کا دشمن نمرود ایک مچھر کے ناک کے ذریعہ دماغ میں گھس جانے کے نتیجہ میں ہلاک ہوا جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشاد ہوا: **'وارادوا بہ کیداً فجعلناھم الاخسرین'** (سورہ انبیاء آیہ ۷۰)

ترجمہ: نمرودی لوگوں نے اپنے نقشے بنائے تو ہم نے بھی اُنہیں خسارہ اُٹھانے والا قرار دیا۔

حضرتِ ابراہیمؑ کا اپنے ناموس کی سختی سے حفاظت کرنا

حضرتِ ابراہیمؑ نے ہجرت کے دوران اپنی زوجہ سارا کو اور اپنے خالہ زاد بھائی حضرتِ لوطؑ کو ساتھ لیا اور شہر سے نکلتے وقت ایک صندوقچہ بنوا کر اپنی زوجہ سارا کو اسمیں بٹھایا اور جب مصر کے باڈر پر پہنچے تو وہاں کے حاکم 'عزارہ' نے اپنے افراد کو وہاں سے گزرنے والے افراد سے انکے مال کا دسواں حصّہ وصول کرنے کو کھڑا کیا ہوا تھا لہذا جب حضرتِ ابراہیمؑ وہاں پہنچے تو تمام مال کی تلاشی دی مگر اس صندوقچہ کو کھولنے نہیں دیا جب سپاہیوں نے زبردستی صندوقچہ کھولا اور اس میں بیٹھی خاتون کو دیکھ کر تعجب سے کہتے ہیں یہ کیا تو حضرتِ ابراہیمؑ جواب دیتے ہیں کہ میری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ میرے ناموس کو کوئی نامحرم دیکھے اس لئے میں نے ایسا کیا ہوا ہے اس سپاہی نے کہا کہ جب تک میں اپنے حاکم کو اطلاع نہ دیدوں آپ کو یہاں سے گزرنے نہیں دوں گا جب حاکم کو اطلاع ہوئی تو اس نے خاتون سمیت صندوقچہ اپنے پاس منگوایا حضرتِ ابراہیمؑ نے تنہا صندوقچہ کو لیجانے نہیں دیا بلکہ خود بھی ساتھ گئے اب جو حاکم نے صندوقچہ کھول کر 'حضرتِ سارا' کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو دُعائے ابراہیم سے اسکے ہاتھ درمیان سے خشک ہو گئے اس نے کہا کہ دوبارہ سے دُعا کرو کے یہ ٹھیک ہو جائیں تو میں ایسا نہیں کروں گا لہذا حضرتِ ابراہیمؑ کی دُعا سے اسکے ہاتھ ٹھیک ہو گئے مگر وہ اپنے وعدے کے خلاف دوبارہ سے جو ہاتھ بڑھاتا ہے تو دوبارہ اسکے ہاتھ شل ہو جاتے ہیں پھر اس سے پکّا وعدہ لیکر حضرتِ ابراہیمؑ اسکے حق میں دعا کرتے ہیں تو وہ ٹھیک ہو کر

کافی شرمندہ ہوتا ہے اور اپنی ایک کنیز 'ہاجرہ' نام کی 'سارہ' کو بخش دیتا ہے تاکہ وہ انکی خدمت کیا کرے اور پھر بعد میں وہ حاکم بھی دینِ ابراہیمی کو قبول کرلیتا ہے (المیزان ۷/۲۴۱)

بیشک یہ شخص خلیل اللہ قرار پانے کا حقدار ہے

حضرتِ ابراہیمؑ کی عادت تھی کہ کبھی بھی تنہا غذا تناول نہیں کرتے تھے اگر خود سے کوئی مہمان نہ آتا تو گھر سے باہر نکل کر مہمان تلاش کر کے لاتے اور اسکے ساتھ ملکر کھانا کھاتے تھے ایک دفعہ جبرئیلؑ اور انکے ہمراہ چار اور فرشتے مہمان بنکر آئے کیوں کہ ابراہیمؑ اُنہیں نہیں پہچانتے تھے لہٰذا گائے کا بچھڑا ذبح کر کے پکا کر انکے سامنے پیش کرتے ہیں جبرئیلؑ بڑھکر بولتے ہیں یہ غذا تو ہم نہیں کھاتے ہیں مگر آپ بتائیں کے اس بچھڑے کی قیمت کیا ہے حضرتِ ابراہیمؑ نے جواب دیا اس غذا کی قیمت ابتداء میں بسم ا...اور آخر میں الحمد للہ کہنا ہے یہ سنکر جبرئیلؑ اپنے ساتھیوں سے کہتے ہیں کہ بیشک یہ شخص اس بات کا سزاوار ہے کہ خلیل اللہ کا لقب پائے۔ (بحار الانوار ۱۲/۵)

حضرتِ ابراہیمؑ کی مہمان دوستی کی مثال

ایک دن حضرتِ ابراہیمؑ کے گھر کچھ مہمان آئے اتفاق سے اس دن حضرتِ ابراہیمؑ کے گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہیں تھا حضرتِ ابراہیمؑ اپنے آپ سے کہنے لگے اگر میں اپنے گھر کی چھت کی لکڑیاں لیجا کر بیچوں تو ڈر اس بات کا ہے کہ کہیں بُت پرست اس لکڑی سے بُت نہ بنالیں لہٰذا ابراہیمؑ اپنا ایک جوڑا لیکر نکلتے ہیں اور ایک خلوت والے مقام پر پہنچ کر اسے کنارے رکھ کر نماز میں مشغول ہوجاتے ہیں نماز کے بعد دیکھتے ہیں کہ وہ جوڑا غائب ہے سمجھ گئے کہ اللہ نے اسباب مہیّا کردیئے ہیں گھر آکر دیکھا تو ایسا ہی تھا کہ 'سارہ' مہمانوں کے لئے کھانا پکانے میں مصروف ہیں ابراہیمؑ آکر پوچھتے ہیں تو جواب ملتا ہے کہ وہی شخص لایا ہے جس کے ہاتھ آپ نے جوڑا بیچا تھا۔ (بحار الانوار ۱۲/۱۱)

حضرتِ ابراہیمؑ انسانوں کے لئے نمونہ کمالات تھے

قرآنِ مجید نے بعض باتوں کو انسانی کمالات کا جز شمار کیا ہے اور پھر اُنہیں باتوں کا دوسری آیات میں حضرتِ ابراہیمؑ کو نمونہ قرار دیا ہے مثلاً:

ا۔لوگوں کو شکر کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''واشکروا نعمة الله'' (سورہ نحل آیہ ۱۱۴)

ترجمہ: اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرو۔آگے بڑھکر اسی سورہ کی آیہ ۱۲۱ میں حضرتِ ابراہیمؑ کو اسطرح سے پہچنوایا: ''شاکراً لانعمه''

یعنی: ابراہیم اپنے پروردگار کی نعمتوں پر شکر کرنے والے تھے۔

۲۔انسانی رُشد و کمالات کے لئے اللہ پر ایمان کو وسیلہ قرار دیا گیا جیسا کہ ارشاد ہوا: ''واذا سئلک عبادی عنّی فانّی قریب اُجیب دعوة الدّاع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی لعلّهم یرشدون '' (سورہ بقرہ آیہ ۱۸۶) ترجمہ: اور اے پیغمبر جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو اُن سے کہنا کہ میں اُن سے بلکل قریب ہوں جب بھی کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اسکی آواز پر لبیک کہتا ہوں لہذا لوگوں کو چاہیے کہ مجھ ہی سے مانگا کریں اور مجھ ہی پر ایمان رکھا کریں تا کہ انسانی کمالات کو پہنچ سکیں۔

۳۔حضرتِ ابراہیمؑ کے بارے میں یوں ارشاد ہوا: ''ولقد آتینا ابراهیم رشده من قبل'' (سورہ انبیاء کی آیہ ۵۱)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے پہلے سے ہی ابراہیم کو کمالاتِ انسانی عطا کردیئے تھے۔

۴۔مومنین کی طرف سے دنیا و آخرت کی نیکی کے طلب کرنے کے بارے میں یوں ارشاد ہوا: ''ومنهم من یقول ربّنا آتنا فی الدّنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النّار'' (سورہ بقرہ آیہ ۲۰۱)

ترجمہ: لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو یوں دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو ہمیں دنیا

وآخرت دونوں میں نیکی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے نجات دے۔

۵۔ سورہ نحل کی آیہ ۱۲۲ میں یوں ارشاد ہوا: ''و آتینا فی الدّنیا حسنة و انه فی الآخرة لمن الصالحین ''ترجمہ: اور ہم نے ابراہیم کو دنیا میں بھی نیکی عطا کی اور آخرت میں بھی ابراہیم صالح افراد میں سے ہیں۔

اللہ سے نزدیکی اور غیر اللہ سے دوری کا فلسفہ

آیت: ''انما تعبدون من دون الله اوثناً و تخلقون افکاً انّ الذین تعبدون من دون الله لا یملکون لکم رزقاً فابتغوا عندالله الرّزق واعبدوه واشکروا له الیه ترجعون ﴿۱۷﴾ ترجمہ: بیشک یہ جو تم لوگ اللہ کے غیر اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کی پرستش کرتے ہو یہ سب جھوٹے ہیں بیشک تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتے ہو وہ تم لوگوں کو رزق دینے پر قدرت نہیں رکھتے ہیں لہذا تم لوگ اللہ ہی سے رزق کو طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو جسکی طرف تم سب کو لوٹایا جائے گا۔

تفسیر: اس آیت کے پہلے جملہ میں جو لفظِ ''اوثناً'' ذکر ہوا وہ 'وثن' سے جمع کا صیغہ ہے جسکے معنیٰ 'بُت' کے ہیں اور 'افک' ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنی اصلی شکل سے پلٹ جائے چاہے گفتار کے لحاظ سے ہو یا کردار کے لحاظ سے ہو کیوں کہ وہ لوگ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا خدا مانتے تھے اور ان کا احترام کرتے تھے لہذا اُنہیں اس کام سے روکا گیا کہ تم ایسوں کی عبادت کرتے ہو جو اپنے اور تمہارے کسی کے بھی نفع ونقصان پر قدرت نہیں رکھتے ہیں لہذا ایسے قادرِ مطلق اللہ کی عبادت کرو جو ان تمام باتوں پر قدرت رکھتا ہے۔

آیت کے دوسرے جملہ میں اللہ سے رزق طلب کرنے اور اسکی عبادت کرنے اور اسکی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنے کی طرف دعوت دی گئی ہے تا کہ تمہارے رزق میں اضافہ ہو جیسا کہ ارشاد

ہوا: ''لئن شکرتم لازیدنّکم ''یعنی: اگر تم لوگ شکرادا کرو گے تو ہم ضرور تمہارے رزق و روزی میں اضافہ کردینگے ''لئن کفر تم انّ عذابی لشدید''
یعنی: اگر ناشکری اور کفر کرو گے تو یاد رکھو کہ میرا عذاب بہت شدید ہے۔

نتیجہ: مذکورہ آیت سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ عبادت وشکرِ الٰہی دونوں چیزیں روزی میں برکت کا سبب بنتے ہیں کیوں کہ اسکی نعمتوں کے بارے میں ایک مقام پر یوں ارشاد ہوا: ''وان تعدّوا نعمۃ اللہ لاتحصوھا انّ اللہ لغفورٌ رّحیم '' (سورہ نحل آیہ ۱۷)

ترجمہ: اگر تم لوگ اللہ کی نعمتوں کو شمار بھی کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے ہو بیشک اللہ مغفرت کرنے والا و مہربان ہے اور دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوا: ''انّ اللہ ھو الرّزّاق ذو القوّۃ المتین'' (سورہ ذاریات آیہ ۵۸) یعنی: بیشک اللہ رزّاق واعلیٰ قدرت کا مالک ہے۔

قرآن میں شکر کی اقسام اور اسکے فوائد

قرآن میں ہمارے مطالعہ کے مطابق تین طرح کے شکر کا ذکر ملتا ہے

۱۔ شکر اعتقادی: جیسا کہ ارشاد ہوا ''ومابکم من نعمۃ فمن اللہ'' (سورہ شوریٰ آیہ ۳۰)

ترجمہ: اور جو بھی نعمت تم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔

۲۔ شکر عملی: جیسا کہ ارشاد ہوا ''اعملوا آل داوود شکراً'' (سورہ سبا آیہ ۱۳)

ترجمہ: آل داؤد کی طرح کا شکر ادا کرو۔

۳۔ شکرِ زبانی: جیسا کہ ارشاد ہوا ''وامّا بنعمۃ ربّک فحدّث'' (سورہ ضحیٰ آیہ ۱۱)

ترجمہ: اور تم اپنے پروردگار کی دی ہوئی نعمتوں کو بیان کرو۔

قرآن میں شکر ادا کرنے کے فوائد کا ذکر

شکر کے فوائد: جس طرح قرآن میں تین طرح کے شکر کا ذکر ہوا اسی طرح سے شکر ادا کرنے کے

فوائد بھی تین طرح کے نظر آتے ہیں۔

۱۔نعمتوں کا زیادہ ہونا: جیسا کہ ارشاد ہوا''لئن شکرتم لازیدنّکم ''(سورہ ابراہیم آیہ ۷)

ترجمہ: اگر تم لوگ شکر کروگے تو میں ضرور تمہاری نعمتوں میں اضافہ کردوں گا۔

۲۔اللہ کا شکر یعنی اپنا شکر: جیسا کہ ارشاد ہوا: ''ومن یشکر فانّما یشکر لنفسہ ''(سورہ لقمان آیہ ۵) ترجمہ: اور جس نے بھی اللہ کا شکر ادا کیا گویا اپنا ہی شکر ادا کیا۔

۳۔شکر کے نتیجہ میں اللہ کی خوشنودی کا حاصل ہونا: جیسا کہ ارشاد ہوا: ''ان تشکروا یرضہ لکم ''(سورہ زمر آیہ ۷)

ترجمہ: اگر تم لوگ اللہ کا شکر ادا کروگے تو اللہ تم لوگوں سے راضی ہوجائے گا۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی عمومی رسالت

آیت: ''وان تکذّبوا فقد کذّب امم من قبلکم وماعلی الرّسول الّا البلٰغُ المُبین ﴿۱۸﴾ ترجمہ: اور اگر تم لوگوں نے جھٹلایا تو یاد رکھو کہ تم لوگوں سے پہلی اُمّتوں نے بھی جھٹلایا ہے اور رسول کی ذمّہ داری صرف اعلانیہ پیغام پہنچادینے کی ہے۔

تفسیر: اس آیت کے بارے میں دو احتمال دیئے جاسکتے ہیں

پہلا احتمال: یہ کہ اس آیت میں خطاب بلاواسطہ اُمّتِ پیغمبر ﷺ سے ہوا ہے جیسا کہ 'اِن' شرطیہ بھی اسی مطلب پر دلالت کررہا ہے کہ اگر تم لوگ اپنے زمانے کے پیغمبر کو جھٹلاؤ گے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اس لئے کہ یہ ہر اُمّت کے نافرمان و معصیت کار لوگوں کی روِش رہی ہے کہ جب بھی انھوں نے انبیاء کے پیغامات کو اپنے ذاتی مفاد کے خلاف پایا تو بجائے اسے جواب دینے کے اُسے جھٹلادیتے اور اسکی جان کے دشمن ہوجاتے تھے جیسا کہ سورہ زمر کی آیہ ۲۵ میں اس مطلب کی تائید ہوتی ہے: ''کذّب الذین من قبلھم فاتٰھم العذاب من حیث لایشعرون''

ترجمہ: پہلے کے لوگوں نے جھٹلایا تو عذاب نے اُنہیں اس طرح سے اپنی لپیٹ میں لے لیا کہ اُنہیں پتہ بھی نہ چل سکا۔

دوسرا احتمال: یہ ہے کہ یہ خطاب خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلّی کیلئے ہو کہ اگر آپکی اُمّت آپ کو جھٹلائے تو گھبرانا مت کیوں کہ گذشتہ اُمّتوں نے بھی اپنے زمانے کے انبیاء کو جھٹلایا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جیسا کہ سورہ فاطر کی آیہ ۲۵ میں اس مطلب کی تائید ہوتی ہے: ''وان یکذّبوک فقد کذّب الذین من قبلهم جائتهم رسلهم بالبیّنٰت وبالزّبر وبالکتب المنیر ''

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے کے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں جنکے پاس رسول روشن معجزات لیکر آئے اور صحیفے اور روشن کتاب لیکر آئے۔

جملۂ '' فقد کذّب امم من قبلکم '' سے اشارہ قومِ نوحؑ وقوم صالحؑ وقوم شیثؑ وقوم ادریسؑ ہیں کیوں کہ نوحؑ نے اپنی قوم میں ۹۵۰ سال تبلیغ کی جسکے نتیجے میں صرف ۸۰ یا ۴۰ یا ۱۸ افراد ایمان لائے اور باقی سب نے اُنہیں جھٹلایا جسکے نتیجہ میں اُنپر عذابِ الٰہی نازل ہوا اسی طرح شیثؑ نے اپنی قوم کے درمیان ۹۱۲ سال تبلیغ کی جس کے نتیجہ میں صرف چند ہی لوگ ایمان لائے اور اکثر لوگ قابیل کی اولاد کے تابع ہو گئے اور شیثؑ کو جھٹلا کر بت پرست بن گئے اسی طرح ادریسؑ نے اپنی قوم کے درمیان ۱۰۰۰ سال تبلیغ کی جس کے نتیجہ میں صرف ۱۰۰۰ افراد ہی اُن پر ایمان لائے باقی سب کافر ہی رہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ قرآنی

جیسا کہ تیسرے اور چھٹے دونوں اماموں سے یہ روایت ہے: ''علی العبارة والاشارة واللطائف والحقائق العبارةُ للعوام والاشارةُ للخواصِّ واللطائفُ للاولیاء والحقائقُ للانبیاء ''

(بحار الانوار ۲۷۸/۷۵) ترجمہ: قرآن عبارات واشارات ولطائف وحقائق پر مشتمل ہے عبارات عوام

الناس کے لئے ہیں اور اشارات خاص لوگوں کے لئے ہیں اور لطائف اولیاءِ الٰہی کے لئے ہیں اور حقائق انبیاء کے لئے ہیں لہذا جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیّبہ کے بارے میں قرآن میں ملاحظہ کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے ہر مرحلے کے بارے میں قرآن نے یوں ارشادات فرمائے ہیں مثلاً:

۱۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کے بارے میں ارشاد ہوا: ''**ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ**'' (سورہ طٰہٰ آیہ۲) ترجمہ: ہم نے قرآن کو آپ پر مشقّت کے طور پر نازل نہیں کیا ہے۔

۲۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کے بارے میں ارشاد ہوا: ''**فلا تعجبک اموالھم ولا اولادھم**'' (سورہ توبہ آیہ ۵۵) ترجمہ: آپ کو اُن کا مال اور اولاد تعجّب میں نہ ڈالیں۔

۳۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوف و رجاء کے بارے میں ارشاد ہوا: ''**قل انّی اخاف ان عصیت ربّی عذاب یوم عظیم**'' (ترجمہ: سورہ انعام آیہ۱۵)

ترجمہ: کہہ دو کہ میں اپنے پروردگار کے بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

۴۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابی کے بارے میں اُرشاد ہوا: ''**انّا فتحنا لک فتحاً مُبیناً**'' (سورہ فتح آیہ ا۔۲) ترجمہ: ہم نے آپ کو واضح کامیابی عطا کی ہے۔

خلقت میں غور وفکر کی طرف دعوتِ عمومی

آیت: ''**اولم یروا کیف یبدی اللہ الخلق ثمّ یعیدہ انّ ذالک علی اللہ یسیرا ﴿۱۹﴾ قل سیروا فی الارض فانظروا کیف بدا الخلق ثمّ اللہ ینشیء النشاۃ الآخرۃ انّ اللہ علی کلّ شیءٍ قدیر ﴿۲۰﴾**''

ترجمہ: کیا انھوں نے ملاحظہ نہیں کیا کہ اللہ نے مخلوق کو پہلی دفعہ کس طرح خلق کیا پھر وہ اسے پلٹائے گا بیشک یہ کام اللہ کے لئے آسان ہے ﴿۱۹﴾ کہہ دو کہ تم لوگ ذرا زمین میں سیر کرو اور

دیکھو کہ اللہ نے کس طرح مخلوق کی ابتداء کی پھر اسی طرح سے اللہ قیامت کے دن اُٹھائے گا بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر: جملۂ ''اولم یروا...'' کی ضمیرِ جمع ہر اُمّت کے تکذیب کنندہ لوگوں کی طرف لوٹتی ہے اور اس ''فانظروا'' سے مراد علمی نظر و دقت کرنا ہے اور ''ذالک'' سے اشارہ ایجادِ خلقت کے بعد اسکے اعادہ کی طرف ہے۔ (المیزان)

اسکے علاوہ مذکورہ آیت کے مطلب پر یہ آیت بھی دلالت کر رہی ہے ''ولقد علمتم النشاۃ الاولیٰ فلولا تذکرون'' (سورہ واقعہ آیہ ۶۲) ترجمہ: اور جب تم لوگ یقین کے ساتھ پہلی خلقت کے بارے میں جانتے ہو تو اس سے نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے ہو۔

جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے: ''عَجِبْتُ لِمَنْ اَنْکَرَ النَّشْئَاۃَ الْاُخْرٰیٰ وَھُوَ یَرَی النَّشْئَاۃَ الاُوْلیٰ'' (تفسیر کاشف ’محمد جواد مغنیہ‘ ذیل آیہ) ترجمہ: مجھے تعجب ہے ان افراد پر جو پہلی خلقت کو جانتے ہوئے بھی قیامت کے دن اُٹھائے جانے کا انکار کرتے ہیں۔

معرفتِ الٰہی میں رکاوٹ بننے والے حجاب

انسانوں کے لئے اللہ کی معرفت حاصل ہونے میں جو چیزیں رکاوٹ بنتی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ **خواہشاتِ نفسانی کا حجاب**: جیسا کہ اس سلسلے میں ارشاد ہوا: ''**کلما جاء ھم رسول بما لا تھویٰ انفسھم فریقا کذبوا و فریقا یقتلون ﴿۷۰﴾ و حسبوا الّا تکون فتنة فعموا و صمّوا ثمّ تاب اللہ علیھم ثمّ عموا و صموا کثیرٌ منھم واللہ بصیر بما یعملون ﴿۷۱﴾**'' (سورہ مائدہ آیہ ۷۰۔۷۱)

ترجمہ: جب بھی انکے پاس کوئی رسول آیا ایسے احکام کے ساتھ جو انکی خواہشات کے خلاف تھے تو انھوں نے انبیاء کی ایک جماعت کا انکار کیا اور ایک جماعت کو قتل کر ڈالا ﴿۷۰﴾ اور ان لوگوں

نے یہ گمان کیا کہ انہیں کوئی سزا نہیں ملے گی اسی لئے وہ حقائق سے اندھے اور بہرے ہو گئے پھر اس کے بعد اللہ نے انکی توبہ کو قبول کیا لیکن پھر بھی ان میں کی اکثریت اندھی بہری ہو گئی اور اللہ انکے تمام اعمال سے آگاہ ہے۔

۲۔ دنیا کی محبّت کا حجاب: جیسا کہ اس سلسلے میں ارشاد ہوا: ''ذالک بانّھم استحبّوا الحیٰوۃ الدّنیا علی الآخرۃ و انّ اللہ لا یھدی القوم الکٰفرین ﴿۱۰۷﴾ اولٰئک الذین طبع اللہ علیٰ قلوبھم و سمعھم و ابصارھم و اولٰئک ھم الغٰفلون ﴿۱۰۸﴾''
(سورہ نحل آیہ ۱۰۷۔۱۰۸)

ترجمہ: یہ اس لئے کہ ان لوگوں نے زندگانی دنیا کو آخرت پر مقدم کیا ہے اور بیشک اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا ہے ﴿۱۰۷﴾ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور آنکھ و کان پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہی لوگ حقائق سے غافل ہیں۔

۳۔ غرور و تکبر کا حجاب: جیسا کہ اس سلسلے میں ارشاد ہوا: ''الذین یُجٰدلون فی ءایٰت اللہ بغیر سلطٰن اتٰھم مقتاً عنداللہ و عندالذین ءامنوا کذٰلک یطبع اللہ علی کلّ قلب متکبّر جبّارٍ'' (سورہ غافر آیہ ۳۵)

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی آیات کے بارے میں جھگڑتے ہیں بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو تو یہ کام اللہ اور صاحبانِ ایمان افراد کے نزدیک زیادہ غضب کا باعث ہوتا ہے اسی طرح اللہ ہر سرکش و متکبر شخص کے قلب پر مہر لگا دیتا ہے۔

۴۔ جہالت کا حجاب: جیسا کہ اس سلسلے میں ارشاد ہوا: ''کذٰلک یطبع علی قلوب الذین لا یعلمون'' (سورہ روم آیہ ۵۹)

ترجمہ: اسی طرح اللہ علم نہ رکھنے والوں کے قلوب پر مہر لگا دیتا ہے۔

۵۔نفاق کا حجاب: جیسا کہ اس سلسلے میں ارشاد ہوا: ''یخٰدعون اللہ والذین ءامنوا وما یخدعون الّا انفسھم وما یشعرون ﴿۹﴾ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضاً ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون'' (سورہ بقرہ آیہ۹۔۱۰)

ترجمہ: وہ لوگ اللہ اور صاحبانِ ایمان کو دھوکہ دے رہے ہیں جبکہ ان باتوں سے صرف اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں جس بات کو وہ خود نہیں سمجھ رہے ہیں ﴿۹﴾ اُنکے قلوب میں مرض ہے اللہ اُنکے مرض کو زیادہ کرنے والا ہے اور اُنکے لئے دردناک عذاب ہے اُنکے اس جھوٹ بولنے کے سبب۔

۶۔تعصّب اور لج بازی کا حجاب: جیسا کہ اس سلسلے میں ارشاد ہوا: ''فانّک لا تسمع الموتٰی ولا تسمع الصمّ الدُّعاءَ اذاولّوا مدبرین ﴿۵۲﴾ وما انت بھٰذالعُمی عن ضلٰلتھم ان تسمع الّا من یومن بِاٰیٰتنا فھم مسلمون'' (سورہ روم آیہ۵۲۔۵۳)

ترجمہ: لہٰذا اے نبی بیشک تم نہ مُردوں کو اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتے ہو جب وہ منہ پھیر کر چلے جائیں ﴿۵۲﴾ اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے نکال سکتے ہو تم صرف انہیں سنا سکتے ہو جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں وہی لوگ مسلمان ہیں ﴿۵۳﴾

۷۔اندھی تقلید کا حجاب: جیسا کہ اس سلسلے میں ارشاد ہوا: ''واذاقیل لھم تعالوا الیٰ ما انزل اللہ والیَ الرسول قالوا حسبنا ما وجدنا علیہ ءاباء نا اولو کان ءاباو ھم لا یعلمون شیئاً ولا یھتدون'' (سورہ مائدہ آیہ۱۰۴)

ترجمہ: اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ احکام اور رسول کی طرف آؤ تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے وہی روِش کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آبا واجداد کو پایا ہے، چاہے ان کے آباءواجداد کچھ نہ سمجھتے ہوں اور نہ کسی طرح کی ہدایت رکھتے ہوں۔

۸۔لمبی لمبی آرزوؤں کا حجاب: جیسا کہ اس سلسلے میں ارشاد ہوا: "**ینادونهم الم نكن معكم قالوا ولكنّكم بلىٰ ولكنّكم فتنتم انفسكم و تربّصتم وارتبتم و غرّتكم الامانىّ حتىٰ جاء امر الله و غرّكم با لله الغرور**" (سورہ حدید آیہ ۱۴)

ترجمہ: اُنہیں ندادی جائے گی کہ کیا ہم (دنیا میں) تمہارے ساتھ نہیں تھے تو وہ کہیں گے کہ کیوں نہیں مگر تم لوگوں نے اپنے آپ کو بلاؤں میں مبتلا کر دیا اور ہمارے لئے مصائب کے منتظر رہے اور تم لوگ شک میں مبتلا رہے اور تمہاری خواہشات نے تم لوگوں کو دھوکہ دیا یہاں تک کہ حکمِ الٰہی آگیا اور تمہارے غرور نے تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ میں رکھا۔

روایاتِ معصومین علیہم السلام میں مختلف حجابوں کا ذکر

جن حجابوں کا ذکر قرآن میں ہوا مندرجہ ذیل روایاتِ معصومین علیہم السلام میں بھی ان کا ذکر ملتا ہے۔ ۱۔**قال علی علیه السلام :اِنَّ اَخوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اِثْنَانِ : اِتِّبَاعُ الْهَوىٰ وَطُوْلُ الْاَمَلِ فَاَمَّا اِتِّبَاعُ الْهَوىٰ فَيَصُدُّ عَنَ الْحَقِّ وَاَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَيُنْسِى الْآخِرَةَ**" (نہج البلاغہ خ ۴۲)

ترجمہ: حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں تم لوگوں کے بارے میں دو چیزوں سے بہت زیادہ ڈرتا ہوں ایک خواہشاتِ نفسانی کی پیروی سے اور دوسری لمبی لمبی آرزوؤں سے کیوں کہ خواہشاتِ نفسانی کی پیروی حق سے روکتی ہے اور لمبی لمبی آرزوئیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں۔

۲۔**قال علی علیه السلام :"فَارْفُضِ الدُّنْيَا فَاِنَّ حُبَّ الدُّنْيَا يُعْمِى وَيُصِّمُ وَيُبْكِمُ وَيُذِلُّ الرِّقَابُ فَتَدَارَكْ مَا بَقِيَ مِنْ عُمْرِكَ وَلَا تَقُلْ غَداً اَوْبَعْدَغَدٍ فَاِنَّمَاهَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ بِاِقَامَتِهِمْ عَلَى الْاَمَا نَتِي وَالتَّسْوِيْفِ**" (بحارالانوار ۷۰/۷۵، اصول کافی ۲/۲۳)

ترجمہ: حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: دنیا سے بچو کہ یہ تمہاری آنکھوں کو اندھا، کانوں کو بہرا،

زبان کو گونگا، اور گردن کو جھکا دینے والی ہے اپنی بقیہ عمر میں گذشتہ اعمال کا جبران کرو اور آج کل نہ کرو کیوں کہ تم سے پہلے کے لوگ اسی طرح آرزوؤں پر تکیہ کرتے ہوئے آج کل کرتے ہوئے ہلاک ہو گئے ہیں۔

۳۔قال علی علیہ السلام: "اَلْجَاهِلُ مَيِّتٌ بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ" (غرر الحکم ک ۹۹)

ترجمہ: حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جاہل شخص اغنیاء افراد میں مردے کی مانند ہے۔

۴۔قال علی علیہ السلام: "وَالنِّفَاقُ عَلٰى اَرْبَعَ دَعَائِمَ عَلَى الْهَوٰى وَالْهُوَيْنَا وَالْحَفِيْضَةِ وَالطَّمَعِ" (اصول کافی ۲/۳۹۳)

ترجمہ: حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: نفاق کی بنیاد چار چیزوں پر ہے ا۔خواہشاتِ نفسانی ۲۔امور دینی میں سُستی ۳۔غضب ۴۔طمع۔

۵۔قال الباقر علیہ السلام: "مَثَلُ الْحَرِيْصِ عَلَى الدُّنْيَا كَمَثَلِ دَوْدَةِ الْقَزِّ كُلَّمَا اِزْدَادَتْ مِنَ الْقَزِّ عَلٰى نَفْسِهَا لَفّاً كَانَ اَبْعَدَ لَهَا مِنَ الْخُرُوجِ حَتّٰى تَمُوْتَ غَمّاً" (بحار الانوار ۷۰/۲۳/۱۳)

ترجمہ: امام باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "دنیا پر حریص انسان کی مثال اس ریشم کے کیڑے کی مانند ہے جو اپنے اطراف میں جتنا زیادہ ریشم بناتا ہے اتنا ہی اپنے آپ کو قید کرتا جاتا ہے اور آخر کار وہاں سے باہر نکلنے کا راستہ نہ پا کر وہیں گھٹ گھٹ کر مر جاتا ہے"۔

۶۔قال الباقر علیہ السلام: مَا دَخَلَ قَلْبُ امْرِءٍ شَيْءٌ مِنَ الْكِبَرِ اِلَّا نَقَصَ مِنْ عَقْلِهِ مِثْلُ مَا دَخَلَهُ مِنْ ذٰلِكَ قَلَّ ذَالِكَ اَوْ كَثُرَ" (بحار الانوار ۷۵/۱۸۶/۲۶)

ترجمہ: امام باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کسی کے قلب میں غرور و تکبّر نہیں آتا مگر یہ کہ اسکی مقدار میں اسکی عقل میں کمی ہوتی رہتی ہے چاہے وہ کبر تھوڑا ہو یا زیادہ ہو۔

انسان کی خلقت کے مراحل

انسانی خلقت کے مراحل کے سلسلے میں جب ہم قرآن سے مدد لیتے ہیں تو قرآن ہمارے لئے انسانی مراحل کو مندرجہ ذیل ترتیب سے ثابت کرتا ہے۔

۱۔خاک ۲۔ نطفہ ۳۔علقہ ۴۔ مضغہ ۵۔ہڈیوں میں تبدیل ہونا ۶۔اُن ہڈیوں پر گوشت کا چڑھنا ۷۔گوشت سے شکل وشمائل کا درست ہوکر لڑکا یا لڑکی قرار پانا ۸۔روح کا پھونکا جانا پھر خاکی دنیا میں آجانا جسے تفصیل کے ساتھ یوں ذکر کیا گیا۔

۱۔خاک سے خلقت کا ذکر: ''ومن آیاته ان خلقکم من ترابٍ'' (سورہ روم آیہ ۲۰)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم لوگوں کو مٹی سے خلق کیا۔

۲۔نطفہ سے خلقت کا ذکر: ''انّا خلقنا کم من نطفة'' (سورہ انسان آیہ ۲)

ترجمہ: ہم نے تم لوگوں کو نطفہ سے خلق کیا۔

۳۔نطفہ کے بعد کے مراحل کا ذکر: ''ثمّ خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المُضغة عظاماً فکسونا العظام لحماً'' (سورہ مومنون آیہ ۱۴)

ترجمہ: پھر ہم نے تمہیں نطفہ سے علقہ میں خلق کیا پھر علقہ سے مُضغہ میں خلق کیا پھر مُضغہ سے ہڈّیوں میں خلق کیا پھر ہڈّیوں پر گوشت چڑھایا۔

۴۔شکل وصورت کی خلقت کا ذکر: ''هو الذی یصوّرکم فی الارحام کیف یشاء'' (سورہ آل عمران آیہ ۶) ترجمہ: اللہ ہی نے تم لوگوں کی تصویریں بنائیں رحموں میں جس طرح کی چاہیں۔

۵۔روح کے پھونکے جانے کا ذکر: ''ثُمّ انشانا خلقاً آخر فتبارک الله احسن الخالقین'' (سورہ مومنون آیہ ۱۴) ترجمہ: پھر تو ہم نے اس میں روح ڈالنے کے بعد اسے نئی خلقت عطا کی لہذا بابرکت ہے وہ ذات جو بہترین خالق ہے۔

۶۔اللہ کی طرف سے اپنی مرضی کے تحت بیٹا بیٹی دینے کا ذکر: ''**یھب لمن یشآء اناثاً ویھب لمن یشآء الذکور**'' (سورہ شوریٰ آیہ ۴۹)

ترجمہ: وہ جسے چاہتا ہے بیٹی عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹا عطا کرتا ہے۔

۷۔انسان کے جاہل خلق ہونے کا ذکر: ''**واللہ اخرجکم من بطون امّھاتکم لاتعلمون شیئاً**'' (سورہ نحل آیہ ۷۸) ترجمہ: اور اللہ نے تم لوگوں کو تمہاری ماؤں کے شکم سے اس حالت میں نکالا کہ تم لوگ کچھ نہیں جانتے تھے۔

انسان کی خلقت کے اہداف و مقاصد

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن وانس کی خلقت کو مجموعی طور پر واضح ترین الفاظ میں یوں بیان کیا ہے ''**وما خلقت الجنّ والانس الّا لیعبدون**'' (سورہ ذاریات آیہ ۵۶)

ترجمہ: اور ہم نے جن وانس کو خلق نہیں کیا مگر یہ کہ وہ عبادت کریں۔

ایک اور مقام پر مقصدِ خلقت کو یوں بیان کیا گیا: ''**لیبلوکم ایّکم احسن عملاً**'' (سورہ ہود آیہ ۷)

ترجمہ: تا کہ اللہ تم لوگوں کو آزمائے کہ تم لوگوں میں سے کون اچھا عمل کرنے والا ہے۔

مزید اس سلسلے میں امام حُسین علیہ السلام کا ارشاد ہے: ''**یا ایّھا الناس ما خلق اللہ العباد الّا لیعرفوہ واذا عرفوہ عبدوہ واذا عبدوہ استغنوا بعبادتہ عن عبادۃ غیرہ فقال رجل :یابن رسول اللہ ما معرفۃ اللہ ؟ قال: معرفۃ اھل کلّ زمان امامھم الذی یجب علیھم طاعتہ**'' (بحار الانوار ۸۳/۲۳) ترجمہ: اے لوگوں اللہ نے بندوں کو خلق نہیں کیا مگر صرف اس لئے کہ وہ معبود کو پہچانیں اور جب اپنے معبود کو پہچان لیں تو اسکی عبادت کریں اور جب بندے اپنے معبودِ حقیقی کی عبادت کریں گے تو اسکے غیر کی عبادت سے بے نیاز ہو جائیں گے ایک شخص نے سوال کیا اے فرزند رسول: اللہ کی معرفت کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

یعنی ہر زمانے کے لوگوں کا اپنے امام وقت کو پہچاننا جس کی اطاعت ان پر واجب ہے۔

اللہ کی معرفت کے فوائد

اللہ کی معرفت کے بعد جو سب سے پہلا فائدہ انسانوں کو حاصل ہوتا ہے وہ اطمینان قلبی ہے جسے دنیا کی کسی بھی قیمتی چیز سے مقائسہ نہیں کیا جاسکتا ہے جیسا کہ اس بارے میں ارشاد ہوا: ''الا بذکر اللہ تطمئنّ القلوب'' (سورہ رعد آیہ ۲۸)

ترجمہ: آگاہ ہو جاؤ ذکرِ الٰہی قلوب کو اطمینان بخشتا ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے بارے میں یوں ارشاد فرماتا ہے: ''فا للہ خیر حافظاً وھو ارحم الرّاحمین'' (سورہ یوسف آیہ ۶۴)

ترجمہ: اور اللہ بہترین محافظ ہے اور وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا انسانی خلقت کے بارے میں ارشاد

''اَیُّھَا الْمَخْلُوقُ السَّوِیُّ وَالْمُنْشَاءُ الْمَرْعِیُّ فِی ظُلُمَاتِ الْاَرْحَامِ وَمُضَاعَفَاتِ الْاَسْتَارِ بُدِءْتَ مِنْ سُلَالَۃٍ مِنْ طِیْنٍ وَوُضِعْتَ فِیْ قَرَارٍ مَکِیْنٍ اِلٰی قَدْرٍ مَعْلُوْمٍ وَاَجَلٍ مَقْسُومٍ تَمُورُ فِی بَطْنِ اُمِّکَ جَنِیْنًا لَا تُحِیْرُ دُعَاءً وَّلَا تَسْمَعُ نِدَآءً ثُمَّ اُخْرِجْتَ مِنْ مَقَرِّکَ اِلٰی دَارٍ لَمْ تَشْھَدْھَا وَلَمْ تَعْرِفْ سُبُلَ مُنَافِعِھَا فَمَنْ ھَدَاکَ لِاِجْتِرَارِ الْغِذَاءِ مِنْ ثَدْیِ اُمِّکَ وَعَرَّفَکَ عِنْدَالْحَاجَۃِ مَوَاضِعَ طَلَبِکَ وَاِرَادَتِکَ ھَیْھَاتَ اِنَّ مَنْ یَعْجِزُ عَنْ صِفَاتِ ذِیالْھَیْئَۃِ وَالْاَدَوَاتِ فَھُوَ عَنْ صِفَاتِ خَالِقِہٖ اَعْجَزُ وَمِنْ تَنَاوُلِہٖ بِحُدُوْدِالْمَخْلُوْقِیْنَ اَبْعَدُ'' (نہج البلاغہ خ ۱۶۱)

ترجمہ: اے وہ مخلوق کہ جس کی خلقت کو پوری طرح درست کیا گیا اور جسے شکم کی تاریکیوں اور دُہرے پردوں میں بنایا گیا اور ہر طرح سے اس کی نگہداشت کی گئی تیری ابتدا مٹی کے خلاصہ سے

ہوئی اور تجھے جانے پہچانے ہوئے وقت اور طے شدہ مدّت تک ایک جماؤ پانے کی جگہ میں ٹھہرایا گیا تو جنین ہونے کی حالت میں ماں کے پیٹ میں پھرتا تھا نہ تو کسی پُکار کا جواب دیتا تھا اور نہ کوئی آواز سُنتا تھا پھر تو اپنے ٹھکانے سے ایسے گھر میں لایا گیا کہ جو تیرا دیکھا بھالا ہُوا نہ تھا اور نہ اس سے نفع حاصل کرنے کے طریقے پہچانتا تھا کس نے تجھ کو ماں کی چھاتی سے غذا حاصل کرنے کی راہ بتائی اور ضرورت کے وقت طلب مقصود کی جگہ پہنچوائی بھلا جو شخص ایک صورت اور ایک عضو کے پہچاننے سے بھی عاجز ہو وہ اس کے پیدا کرنے والے کی صفات سے کیسے عاجز و درماندہ نہ ہوگا اور کیوں کر مخلوقات کی سی حد بندیوں کے ساتھ اسے پالینے سے دور نہ ہوگا۔

اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے

آیت: ''یُعَذِّبُ مَنْ یَشَآءُ وَیرحم من یشآء والیہ تُقلبون ﴿۲۱﴾ وما انتم بمعجزین فی الارض ولا فی السماء وما لکم من دون اللہ من ولیٍّ ولا نصیر ﴿۲۲﴾''

ترجمہ: وہ جس پر چاہتا ہے عذاب کرتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوگوں کو پلٹایا جائے گا ﴿۲۱﴾ اور تم لوگ اللہ کو زمین اور آسمان میں عاجز نہیں کر سکتے ہو اور اللہ کے علاوہ تم لوگوں کا کوئی سرپرست و مددگار نہیں ہے ﴿۲۲﴾

تفسیر: اس آیت میں چند نکات قابل ذکر ہیں

پہلا نکتہ: جملۂ ''تُقْلَبُونَ'' مادّہ قلب سے ہے جسکے معنیٰ ہر چیز کو اسکی اصل کی طرف پلٹا دینے کے ہیں یعنی بے جان خاک ہو جانے کے بعد دوبارہ جاندار جسم کی صورت میں ہو جانا (المیزان)

جبکہ صاحبِ مجمع البیان نے جملۂ ''تُقْلَبُونَ'' کو ''تُرَدُّونَ'' کے معنیٰ میں لیا ہے یعنی تم لوگوں کو لوٹا دیا جائے گا دارِ عمل سے دارِ جزاء کی طرف جہاں نفع و ضرر کا مالک اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے (مجمع البیان ۸/۲۷۹)

جیسا کہ اس مطلب پر یہ آیت بھی گواہ ہے ''وَرُدُّوا اِلَی اللّٰہِ مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ وَضَلَّ عَنْهُمْ

مَا کَانُوا یَفْتَرُوْنَ ''(سورہ یونس آیہ ۳۰) ترجمہ: اوران سب کوانکے برحق مولا کی طرف لوٹا دیا جائے گا اور جن چیزوں کو وہ جھوٹ جھوٹ اللہ کا شریک قرار دیتے تھے وہ نابود ہو جائیں گی۔

دوسرا نکتہ: جملۂ ''**وما انتم بمعجزین فی الارض ولا فی السماء**'' قیامت کے دن کی عاجزی کو بیان کرر ہا ہے کہ اس دن کوئی بھی اللہ کے دائرہ قدرت سے ہرگز باہر نہیں نکل سکتے ہو اور زمین وآسمان میں کہیں بھی چھپ نہیں سکتے ہو۔

جیسا کہ اس مطلب پر یہ آیت دلالت کررہی ہے: ''**یامعشر الجنّ والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذون**'' (سورہ رحمٰن آیہ ۳۳)

ترجمہ: اے گروہ جن وانس اگر تم زمین وآسمان کی تہوں میں چھپ سکتے ہو تو چھپ جاؤ۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا: ''**وما لکم من دون اللہ من ولیّ ولا نصیر**'' ترجمہ: اور تم لوگوں کے لئے نہیں ہے اللہ کے علاوہ کوئی ولی ومددگار۔

تیسرا نکتہ: اسکے باوجود کہ اللہ کی رحمت اسکے غضب سے زیادہ ہے مگر یہاں پہلے عذاب کا ذکر کیا گیا پھر رحمت کا کیوں کہ یہاں ڈرانا دھمکانہ مقصود ہے۔

چوتھا نکتہ: یہاں پہلے عذاب ورحمت کا ذکر ہوا پھر لوٹائے جانے کا جبکہ لوٹائے جانے کے بعد عذاب ورحمت کی باری آتی ہے تو وہ اس لئے کہ جملۂ ''**الیہ تقلبون**'' کا اشارہ اس طرف ہے کہ جب سبکی برگشت اسی کی طرف ہے تو حساب وکتاب بھی اسی کے دستِ قدرت میں ہے لہذا عذاب ورحمت بھی اسی کے اختیار میں ہے۔

پانچواں نکتہ: جملۂ ''**من یشاء**'' کا جملہ اس مطلب کی طرف اشارہ ہے کہ اسکی مشیت حکمت کے تحت ہے کہ جسے وہ لائق ومستحق جانتا ہے اسے اُسکے استحقاق کے لحاظ سے دیتا ہے۔

چھٹا نکتہ: جملۂ ''**الیہ تقلبون**'' کا اشارہ اس طرف بھی ہوسکتا ہے کہ مرنے کے بعد انسان اتنا

اُلٹا پلٹا جائے گا کہ اس کا باطن ظاہر ہو جائے گا اور اسکے باطنی اسرار ظاہر ہو جائیں گے۔

جیسا کہ اس مطلب پر یہ آیت دلالت کر رہی ہے "یوم تبلی السرائر" (سورہ طارق آیہ ۹)

ترجمہ: جس دن باطن ظاہر ہو جائیں گے۔

ساتواں نکتہ: جیسا کہ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اہلِ زمین کے کفار و مشرکین سے خطاب کر رہی ہے تو کیوں "ولا فی السماء" کا ذکر ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں گویا تاکید و مُبالغہ مقصود ہے یعنی اگر تم آسمان پر جانے کی قدرت بھی رکھتے ہوتے تب بھی اسکی قدرت سے باہر نہیں نکل سکتے تھے یا یوں بھی جواب دیا جاسکتا ہے کہ نہ تم تمام اہل زمین کی مدد سے اللہ کو عاجز کر سکتے ہو اور نہ تمام اہلِ آسمان کی مدد سے۔

آٹھواں نکتہ: الفاظِ 'ولی'، 'نصیر' کے درمیان فرق یہ ہے کہ 'ولی' اُسے کہتے ہیں جو بغیر مدد مانگے مدد کرے لیکن 'نصیر' کے معنیٰ عام ہیں یعنی جو مدد مانگے اور نہ مانگے دونوں صورتوں میں مدد کرتا ہے

نواں نکتہ: قیامت کے دن خلق خدا مندرجہ ذیل آٹھ حصّوں میں تقسیم ہوں گے۔

۱۔ کفار و مشرکین جو دائمی عذاب میں رہینگے۔

۲۔ بچوں و مجنون و قاصر افراد کے لئے نہ ثواب ہوگا اور نہ عذاب ہوگا بلکہ انکے لئے صحرائی علاقہ ہوگا کہ یہ وہاں خود اپنے اسبابِ معیشت کو فراہم کرینگے۔

۳۔ مومنین اپنے ایمان، اخلاق اور اعمالِ صالح کے اعتبار سے مقامات پائینگے۔

۴۔ مومنین کے بچوں کو اُنکے والدین کے احترام میں جنت میں بھیج دیا جائے گا۔

۵۔ مجنون مومنین کو اچھی جگہ مل جائے گی۔

۶۔ کفار، اجنّہ، شیاطین ان سب کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

۷۔ مومن جنوں کے لئے انسانوں کی بہشت سے علیحدہ ہوگی جس میں اُنہیں اُنکے اعمال و رفتار

کے لحاظ سے نعمتیں ملیں گی۔

۸۔ ملائکۂ عذاب و رحمت سب پروردگارِ عالم کی رحمت کے سایہ تلے ہوں گے۔

(تفسیر اطیب البیان ذیلِ آیہ)

اللہ کی رحمت سے وابسطہ رہنے اور نا اُمّید ہونے والوں کا انجام

آیت: ''والذین کفروا بایٰت اللہ و لقائہ اُولٰئک یئسوا من رحمتی و اُولٰئک لھم عذاب الیم﴿۲۳﴾ فما کان جواب قومہ اِلّا ان قالوا اقتلوہ او حرّقوہ فانجینہ اللہ من النار انّ فی ذالک لاٰیٰت لقوم یومنون﴿۲۴﴾''

ترجمہ: اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی نشانیوں اور اسکی ملاقات کا انکار کیا ایسے لوگ رحمتِ الٰہی سے مایوس ہونے والے ہیں اور ایسے ہی لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے﴿۲۳﴾ ابراہیم کی قوم کے پاس کوئی جواب نہیں تھا سوائے اس کے کہ انھوں نے کہا اسے قتل کر دو یا اسے جلا دو تو اللہ نے ابراہیم کو آگ سے نجات دی بیشک اس میں صاحبانِ ایمان قوم کے لئے نشانی ہے۔

تفسیر: جس مطلب کو گذشتہ آیت کے جملۂ ''یعذّب من یشاء ویرحم من یشاء'' میں پوشیدہ طور پر بیان کیا گیا تھا اُسے ان آیات میں تفصیلاً بیان کیا جارہا ہے اور اہلِ عذاب کو معیّن کیا جارہا ہے۔ کلمۂ ''آیات اللہ'' سے مراد تمام وہ دلائل ہیں جو اللہ کی وحدانیت اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی نبوّت اور قیامت کی حقانیت پر دلالت کرتے ہیں چاہے وہ فطرت کی نشانیاں ہوں جنہیں آیاتِ تکوینی کہتے ہیں یا معجزاتِ پیغمبر اسلام ﷺ ہوں جنہیں آیاتِ تشریعی کہتے ہیں گویا ایمان کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔

اسکے علاوہ مزید چند نکات اس آیت میں ملتے ہیں:

پہلا نکتہ: کلمۂ ''من رحمتی'' عذاب کے مقابل میں ہے لہذا خود بخود بہشت کو شامل ہے

جیسا کہ اس مطلب پر مندرجہ ذیل آیات شاهد ہیں۔

ا۔''فامّا الذین آمنوا و عملوا الصالحات فید خلهم ربّهم فی رحمته '' (سورہ جاثیہ آیہ ۳۰) ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح بجا لائے اللہ اُنہیں اپنی رحمت کے سائے تلے داخل کرے گا۔

۲۔''یدخل من یشاء فی رحمته و الظالمین اعدّ لهم عذاباً الیماً'' (سورہ انسان آیہ ۳۱)

ترجمہ: اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالمین کے لئے اس نے دردناک عذاب آمادہ کر رکھا ہے۔

دوسرا نکتہ: جملۂ ''یئسوا'' اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ بیشک جو حیاتِ اُخروی کا اعتقاد نہ رکھتا ہو اور اس کا منکر ہو یقیناً وہ ابدی سعادت و رحمت سے مایوس ہے یا یہ جملہ کنایہ ہے اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے جو اس نے فرمایا کہ کوئی بھی کافر بہشت میں نہیں جائے گا۔

تیسرا نکتہ: جملۂ ''فما جواب قومه'' سے گذشتہ آیت ''وابراهیم اذقال لقومه اعبدوا الله واتقوه'' کی طرف اشارہ ہے۔

چوتھا نکتہ: جملۂ ''اقتلوه او حرّقوه'' میں تلوار سے قتل کرنے اور آگ میں جلانے کے درمیان پہلے کے لوگوں میں اختلاف تھا مگر بعد میں سب کا جلانے پر اتفاق ہو گیا جسکی تائید اس آیت سے ہوتی ہے ''قالوا حرقوه وانصروا آلهتکم'' (سورہ انبیاء آیہ ۶۸)

ترجمہ: ان لوگوں نے کہا کہ ابراہیم کو آگ میں جلا ڈالو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو۔

پانچواں نکتہ: جملۂ ''عذابٌ الیمٌ'' میں دائمی عذاب کا وعدہ لوگوں کے رحمتِ اِلٰہی سے مایوس ہونے کے سبب ہے۔

چھٹا نکتہ: جملۂ ''یئسوا'' اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے مگر مضارع کے معنیٰ میں ہے کیوں کہ عرب میں

معمول ہے کہ آئندہ کے حوادث جو سو فیصد یقینی ہوتے ہیں اُنہیں کبھی کبھار صیغۂ ماضی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قیامت کے دن بعض کا بعض دیگر پر لعنت کرنا

آیت: ''وقال انما اتخذتم من دون اللہ اوثاناً مودّة بینکم فی الحیوٰة الدّنیا ثمّ یوم القیامة یکفر بعضکم ببعض و یلعن بعضکم بعضاً وما وٰکم النار وما لکم من نصرین ﴿۲۵﴾''

ترجمہ: اور ابراہیم نے کہا تم لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو اختیار کرلیا ہے دنیاوی زندگی کی محبّتوں کو برقرار رکھنے کے لئے پھر قیامت کے دن تم میں سے بعض بعض کا انکار کروگے اور بعض بعض پر لعنت کروگے اور تم لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور تم لوگوں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا

تفسیر: یہ آیت حضرتِ ابراہیم کا اپنی قوم کو خطاب ہے کہ تمہارے پاس تمہاری اس بُت پرستی پر کوئی دلیل نہیں ہے سوائے اسکے کہ تم لوگ اپنے آباؤاجداد کی جاہلانہ روش پر لجاجت کے ساتھ ڈٹے ہوئے اور اپنے آپ کو خوش رکّھے ہوئے ہو جیسا کہ اس مطلب پر مندرجہ ذیل آیات شاھد ہیں۔

ا۔''قال ھل یسمعونکم اذتدعون ﴿۷۲﴾ اوینفعونکم اویضرّون ﴿۷۳﴾ قالوا بل وجدنا اباءنا کذٰلک یفعلون ﴿۷۴﴾'' (سورہ شعراء آیہ ۷۲۔۷۴)

ترجمہ: ابراہیم نے کہا کیا جب تم لوگ انہیں پکارتے ہو تو وہ تمہاری آواز سنتے ہیں ﴿۷۲﴾ یا تم لوگوں کو نفع پہنچاتے ہیں یا ضرر پہنچاتے ہیں ﴿۷۳﴾ ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے اجداد کو یہی کام کرتے ہوئے پایا ہے۔

۲۔''اذ قال لابیہ و قومہ ما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عکفون ﴿۵۲﴾ قالو اوجدناء اباء نا لھا عبدین ﴿۵۳﴾'' (سورہ انبیاء آیہ ۵۲۔۵۳)

ترجمہ: جب انھوں نے اپنے باپ اور قوم والوں سے کہا کہ یہ تصاویریں کیا ہیں جن کے گرد آپ لوگ حلقہ باندھے ہوئے ہو ﴿۵۲﴾ انھوں نے کہا ہم نے اپنے اجداد کو انہیں کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے ﴿۵۳﴾

جملۂ "یکفر بعضکم ببعض "یعنی ایک دوسرے سے قیامت کے دن بیزاری اختیار کرینگے اور ایک دوسرے پر لعنت کرینگے مگر ان سب کا ٹھکانہ جہنم ہوگا جیسا کہ اس مطلب پر مندرجہ ذیل آیات شاھد ہیں۔

۱۔"کلّا سیکفرون بعبادتھم و یکونون علیھم ضدّاً "(سورہ مریم آیہ۸۲) ترجمہ: ہر گز نہیں ،عنقریب وہ معبود خود ہی ان کی عبادت سے انکار کردیں گے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے۔

۲۔"ان تدعوھم لایسمعوا دعاء کم ولو سمعوا مااستجابو الکم و یوم القیمة یکفرون بشرککم ولا ینبئّک مثل خبیر "(سورہ فاطر آیہ۱۴)

ترجمہ: اگر تم لوگ اُنہیں پکارتے ہو تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے ہیں اور اگر سن بھی لیتے ہیں تو وہ تم لوگوں کو جواب نہیں دیتے ہیں اور قیامت کے دن تو وہ تمہاری شرکت کا بالکل ہی انکار کردینگے اور ان باتوں کی خبر تمہیں باخبر ہستی کی مانند کوئی نہیں دے سکتا ہے۔

۳۔"اذتبرّا الذین اتبّعوا من الذین اتبعوا وراو االعذاب و تقطعت بھم الاسباب "(سورہ بقرہ آیہ۱۶۶)

ترجمہ: جب پیروی کرنے والے اُن سے جنکی وہ پیروی کیا کرتے تھے بیزاری اختیار کرینگے عذاب کو دیکھ کر اور اُنکے تمام تعلقات بھی ٹوٹ جائیں گے۔

جملۂ "وماواکم النارو مالکم من نصرین" اُن سب کے سرانجام کی طرف اشارہ ہے کہ وہ سب اپنے کیفر کو ضرور پہنچیں گے جو کہ آتشِ جہنم ہے اور ابدی ہلاکت ہے اور ایسے وقت میں کوئی بھی ان کا

یاور و مددگار نہیں ہوگا جو آ کر انکی مدد کر سکے لہذا اسرانجام یہ ہوگا کہ انکے لئے سوائے ایک دوسرے پر لعنت کرنے کے کوئی دوسرے الفاظ نہیں ہوں گے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: کیوں کر بُت پرستی اُنکے درمیان محبّت کا باعث ہوئی؟ جواب: کیوں کہ ہر قبیلے والے نے اپنے لئے بُت بنائے ہوئے تھے مثلاً: ''عزّیٰ'' نامی بُت قُریش والوں کا مخصوص تھا اور ''لات'' نامی بُت طائفہ ثقیف کا تھا اور ''منات'' نامی بُت قبیلۂ اوس وخزرج والوں کا تھا اور پھر ہر ایک کا بُت اُسکے ماننے والوں کے درمیان احترام اور اتحاد و یکجہتی کا باعث تھا اور اس لئے بھی کہ وہ اپنے اس کام سے راضی اور خوش تھے کہ یہی انکے آباؤ اجداد کا طریقہ تھا اسی لئے انکے پاس اسکے علاوہ کوئی جواب نہیں تھا کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو اسی طرح پایا ہے۔

جیسا کہ اس مطلب پر یہ روایت گواہی دیتی ہے: ''عَنْ اِبْنِ مَسْكَانٍ عَنْ مَالِكَ الْجُهْنِيْ قَالَ: قَالَ لِي اَبُوْا عَبْدِاللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامْ: يَا مَالِكُ اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ قَوْمٍ ائْتَمَنُوا بِالْاِمَامِ فِي الدُّنْيَا اِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَلْعَنُهُم وَيَلْعَنُونَهُ اِلَّا اَنْتُم وَمَنْ اَنْتُمْ وَمَنْ كَانَ عَلٰى حَالِكُم'' (روضۃ الکافی ۲۹۰/۲/۱، نور الثقلین ۲/۱۵۴)

ترجمہ: چھٹے امام اپنے صحابی مالک سے فرماتے ہیں کہ اے مالک جس قوم نے بھی جو امام اس دنیا میں اختیار کیا ہوا ہے قیامت کے دن یہ سب ایک دوسرے پر لعنت کریں گے سوائے تمہارے اور تمہاری طرح کے لوگوں کے۔

مذید اس مطلب پر سورہ زخرف کی آیہ ۶۷ میں ارشاد ہوا: ''الاخلّاء یومئذ بعضهم لبعض عدوٌّ الّا المُتّقین'' ترجمہ: قیامت کے دن دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے مُتّقی لوگوں کے کیوں نہ ہو روایاتِ معصومینؑ میں ہے کہ مومنین قیامت کے دن بھی ایک

دوسرے کے لئے طلبِ مغفرت اور شفاعت کرینگے۔ (نور الثقلین ۲/۱۵۴)

حضرت ابراہیمؑ کو اللہ کی طرف سے ملنے والی نعمات

آیت: ''فَاٰمَنَ لہ لوط و قال انّی مھاجر الیٰ ربّی انّہ ھو العزیز الحکیم ﴿۲۶﴾ ووھبنا لہ اسحٰق و یعقوب و جعلنا فی ذُرّیتہ النبوّۃ والکتب و اٰتینٰہ اجرہ فی الدُّنیا و انّہ فی الآخرۃ لمن الصّٰلحین ﴿۲۷﴾''

ترجمہ: اور ابراہیم پر لوط ایمان لائے اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں بیشک وہ غالب و صاحبِ حکمت ہے ﴿۲۶﴾ اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب جیسی اولاد عطا کی اور پھر ان کی ذرّیت میں کتاب اور نبوت قرار دی اور انہیں دنیا میں بھی ان کا اجر عطا کیا اور بیشک ابراہیم آخرت میں بھی صالحین میں سے ہوں گے۔

تفسیر: جیسا کہ نقل ہے کہ لوطؑ حضرتِ ابراہیمؑ کے خالہ زاد بھائی یا بھانجے تھے اور بابل کی سرزمین پر حضرتِ ابراہیم پر سب سے پہلے جو ایمان لائے وہ صرف دو افراد تھے ایک آپ کی زوجہ سارا اور دوسرے حضرتِ لوطؑ لہذا جب حضرتِ ابراہیمؑ نے اس سرزمین پر کوئی اور ایمان لانے والا نہیں پایا تو کہا کہ میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں یعنی سرزمینِ شام جو کہ انبیاء و توحید پرست لوگوں کی سرزمین تھی اس طرف ہجرت کرنے والا ہوں ہجرت کے وقت آپکی عمر ۷۵ سال تھی اور اس ہجرت میں آپ کے ساتھ آپکی زوجہ اور لوطؑ بھی تھے حضرتِ ابراہیمؑ کوفہ کے نواحی علاقہ کوثی سے حران کی طرف اور پھر وہاں سے شام کی طرف اور پھر فلسطین کی طرف گئے لوطؑ اللہ کے حکم سے سدوم نامی جگہ پر چلے گئے (تفسیر کنز الدّقائق ذیل آیت)

حضرت ابراہیمؑ کی سیرت کے چند اہم نکات

پہلا نکتہ: اور یہ جو حضرتِ ابراہیمؑ نے ''انّی مھاجر الیٰ ربّی'' کہا تو وہ اس لئے کہ ان کے اس

کام میں ترویج و تبلیغِ دین اور رضائے پروردگار تھی لہذا یہ اللہ کی طرف مہاجرت کرنے کا ذکر کرنا ایک طرح کا مجازِ عقلی ہے (تفسیر المیزان)

دوسرا نکتہ: حضرتِ ابراہیمؑ کی اس روِش سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم کو ایک جگہ مقید ہو کر نہیں رہنا چاہئے بلکہ جہاں کہیں بھی دین کی خدمت کی ضرورت ہو اُسے اُس طرف ہجرت کر جانا چاہئے چاہے اس کام کے لئے اُسے اپنا گھر یا شہر یا وطن ہی کیوں نہ چھوڑنا پڑے۔

تیسرا نکتہ: جملۂ: "انّه هو العزيز الحكيم "یعنی وہ ایسا قدرت و غلبہ رکھنے والا ہے کہ جسکی بھی مدد کرتا ہے وہ ذلیل و رسوا نہیں ہوتا ہے اور وہ ایسا حکیم و دانا ہے جسکی بھی حفاظت کرتا ہے اُسے محفوظ رکھتا ہے (المیزان)

چوتھا نکتہ: حضرتِ ابراہیم تارّخ بن سام بن نوحؑ کے فرزند تھے اور پہلے دجلہ و فرات کے درمیانی علاقہ جو بین النہرین کہلاتا ہے پھر وہاں سے ہجرت کی۔

پانچواں نکتہ: "في الصالحين" کے معنی "هم الانبياء والاولياء بان يحشرهم معهم" یعنی صالحین سے مراد انبیاء و اولیاء اور انکے ساتھ محشور ہونے والے افراد ہیں (تفسیر جلالین)

اجر و اُجرت کا فرق

'اجر' کسی عمل کے مقابل کی جزا کو کہتے ہیں چاہے دنیوی ہو یا اُخروی جبکہ 'اُجرت' صرف دنیاوی کاموں پر ملنے والی جزاء کو کہتے ہیں۔

اجر اور جزاء کا فرق

'اجر' صرف نیک اعمال کی فائدہ مند جزا کو کہتے ہیں جبکہ 'جزاء' نیک اور بُرے دونوں کاموں کی جزاء و سزاء سب کے لئے استعمال ہوتا ہے اور کلامِ اِلٰہی میں زیادہ تر کلمہ 'اجر' اُخروی جزاء و سزاء کے لئے استعمال ہوتا ہے اور دنیاوی اجر کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔

جیسا کہ سورہ نحل کی آیہ ۱۲۲ میں ارشاد ہوا: ''وا تیناہ فی الدُّنیا حسنة و انه فی الآخرة لمن الصالحین'' ترجمہ: اور ہم نے ابراہیم کو دنیا و آخرت دونوں میں حسنہ عطا کیا کیوں کہ وہ صالحین میں سے ہیں اور دوسرے مقام پر سورہ بقرہ کی آیہ ۱۳۰ میں یوں ارشاد ہوا: ''ولقد اصطفیناہ فی الدّنیا و انه فی الآخرة لمن الصالحین'' ترجمہ: اور بیشک ہم نے ابراہیم کو دنیا میں انتخاب کرلیا اور بیشک وہ آخرت میں بھی صالحین میں سے ہوں گے۔

قوم لوطؑ کی حالت اور اُس کا سرانجام

آیت: ''ولوطا اذقال لقومه انّکم لتاتون الفحشة ماسبقکم بها من احد من الظلمین ﴿۲۸﴾ ائنّکم لتاتون الرجال وتقطعون السّبیل و تاتون فی نادیکم المنکر فما کانَ جواب قومه اِلّا ان قالوا ائتنا بعذاب الله ان کنت من الصّدقین ﴿۲۹﴾ قال ربّ انصرنی علی القوم المفسدین ﴿۳۰﴾''

ترجمہ: اور لوط کے زمانے کو بھی یاد کرو جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگ ایسی بدکرداری کررہے ہو جو سارے عالم میں کسی نے بھی نہیں کی ہے ﴿۲۸﴾ تم لوگ مردوں سے جنسی تعلقات برقرار کرتے ہو، مسافروں کو لوٹتے ہو اور ہر طرح کی برائی کو انجام دیتے ہو، تو اس قوم کے پاس جواب میں کہنے کو کچھ نہیں تھا صرف یہ کہا کے ہمارے پاس وہ عذاب لے آؤ اگر تم سچوں میں سے ہو ﴿۲۹﴾ لوط نے کہا اے میرے پروردگار قوم فاسد کے مقابل میں میری مدد فرما۔

تفسیر: لفظِ 'المنکر' بُرے کام جو اُنکے درمیان رائج تھے مثلاً: جُوا کھیلنا، رہگذر لوگوں کو پتھر مارنا، آپس میں گالی گلوچ سے رفتار رکھنا، بھری محفلوں میں ایک دوسرے کو اپنی شرمگاہیں دکھانا، ذور ذور سے ہوا کا خارج کرنا، بُری نیتّوں سے ایک دوسرے کی کمر پر ہاتھوں کا پھیرنا آلاتِ موسیقی کا استعمال کرنا، غیبتیں کرنا وغیرہ وغیرہ (سفینۃ البحار ۲/۵۱۷)

ہمجنسی کے حرام ہونے پر دلیل

اسلام میں اس عمل کو گناھانِ کبیرہ میں سے شمار کیا گیا ہے اور اس عمل کو وجود میں لانے والے فاعل ومفعول دونوں کیلئے سزاءِ موت کی سزاء ہے البتہ اس فعل کے بجالانے والوں کا اپنے اس فعل پر چار مرتبہ اقرار کرنا ضروری ہے اس سے کم اقرار کافی نہیں ہے اسی طرح عورتوں کی طرف سے اس فعل کے وجود میں آنے کی صورت میں یا اسی کا چار بار اقرار ہو یا چار دیگر افراد گواہی دیں تو غیر شادی شدہ عورت کو ۱۰۰ کوڑوں کی سزاء ہے اور اگر شادی شدہ ہے تو اُسکی سزاء بھی مردوں کی سی ہے (اس فعل کی سزاء کے سلسلے میں مذید معلومات کیلئے فقہ کی کتب کی طرف رجوع کیا جائے)

ہمجنسی کے حرام ہونے پر روایات

پہلی روایت: "قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَمَّا عَمِلَ قَوْمَ لُوْطٍ مَا عَمِلُوا بَکَتِ الْاَرْضُ اِلٰی رَبِّهَا حَتّٰی دُمُوعُهَا اِلَی السَّمَاءِ وَبَکَتِ السَّمَاءُ حَتّٰی بَلَغَ دُمُوعُهَا الْعَرشَ فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلَی السَّمَاءِ اَنْ اَحْصِبِیْهِمْ وَاَوْحٰی اِلَی الْاَرْضِ اَنْ اَخْسِفِی بِهِمْ" (تفسیر برھان ۲/۲۳۱)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب قوم لوط میں اس بُرے فعل کا آغاز ہوا تو زمین نے اسطرح سے گریہ کیا کہ اسکے آنسو آسمان تک گئے اور آسمان نے بھی اس طرح سے گریہ کیا کہ اس کے آنسو عرش تک گئے تو اس وقت اللہ نے آسمان کو حکم دیا کہ اُن پر پتھروں کی بارش برساؤ اور زمین کو حکم دیا کہ اُنہیں اپنے اندر لے لو۔

دوسری روایت: "قال الصادق علیه السلام: مَنْ جَامَعَ غُلَاماً جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ جُنُباً لَا یُنَقِّیْهِ مَاءَ الدُّنْیَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّ لَهُ جَهَنَّمَ وَسَائَتْ مَصِیْراً... ثُمَّ قَالَ اِنَّ الذَّکَرَ یَرْکَبُ الذَّکَرَ فَیَهْتَزُّ الْعَرْشَ لِذالِکَ" (وسائل الشیعه ۱۴/۲۴۹) ترجمہ: امام صادقؑ نے ارشاد فرمایا: جو بھی کسی جوان سے لواط کرتا ہے تو روزِ محشر حالتِ جنابت میں اُٹھے گا اس طرح سے

کہ کائنات بھر کا پانی بھی اُسے پاک نہ کر سکے گا اللہ اُس پر غضب کرے گا اور اسے اپنی رحمت سے دور کرے گا اور دوزخ کو اُس کے لئے آمادہ کر دیتا ہے جو کہ بہت بری جگہ اور پھر فرمایا: جب بھی کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ ہم جنسی کرتا ہے تو عرشِ الٰہی لرز جاتا ہے۔

تیسری روایت: ''سُئِلَ عَنِ الْاِمَامِ الصَّادِقِ علیہ السلام: لِمَ حَرَّمَ اللّٰهُ اللَّوَاطَ؟ قالَ: مِنْ اَجْلِ اَنَّهُ لَوْ كَانَ اِتْيَانُ الْغُلَامِ حَلَالاً لَاسْتَغْنَى الرِّجَالُ عَنِ النِّسَاءِ وَكَانَ فِيْهِ قَطْعَ النَّسْلَ وَتَعْطِيْلَ الْفُرُوْجِ وَكَانَ فِي اِجَازَةِ ذَالِكَ فَسَادٍ كَثِيْرٍ'' (وسائل الشیعہ ۱۴/۲۵۲)

ترجمہ: امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ لواط کو کیوں حرام کیا گیا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: کیوں کہ اگر مردوں سے مردوں کا لذّت حاصل کرنا حلال ہوتا تو عورتوں کی طرف سے مرد غافل ہو جاتے اس طرح نسلِ انسانی منقطع ہو جاتی اور یہ جو اللہ نے اپنے جنس کے غیر میں لذّت رکھی ہے اس کا ختم ہو جانا لازم آتا اور اس طرح کے غیر کے فعل کی اجازت دینے میں بہت زیادہ نقصان ہونا لازم آتا۔

نکتہ: یہاں اس مطلب کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ جوانوں کے اس طرح کے گناہ میں ملوّث ہونے کے مندرجہ ذیل اسباب ہو سکتے ہیں۔

۱۔ ماں باپ کا اولاد کے سامنے صحیح رفتار کا نہ رکھنا۔

۲۔ ماں باپ کی طرف سے اولاد کی حرکات سکنات کا خیال نہ رکھنا۔

۳۔ اولاد کی بُری حرکات سے اُنہیں نہ روکنا۔ وغیرہ وغیرہ

کیوں کہ بُرے کام دوسرے کاموں تک پہنچانے کا سبب ہوتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے گناہوں کو اہمیت نہ دینے کے نتیجہ میں انسان ہلکے ہلکے بڑے گناہوں میں ملوّث ہو جاتا ہے اور پھر ان گناہوں کو گناہ ہی نہیں سمجھتا بلکہ لذّت سمجھ کر انجام دیتا ہے۔

قوم لوط کے بدترین گناہ میں ملوّث ہونے کے علل واسباب

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ چھوٹے چھوٹے گناہ بڑے بڑے گناہوں تک لیجانے کا سبب بنتے ہیں اور اگر پہلے گناہ سے اجتناب نہ کیا جائے تو وہ دوسرے گناہوں میں مبتلا کرنے کا سبب بنتا ہے قومِ لوط کے درمیان بھی اسی قسم کا مسئلہ تھا کہ سب سے پہلی برائی جو اُنمیں پائی جاتی تھی وہ بُخل کا مرض تھا کیوں کہ اُن کا علاقہ جو شام جانے والوں کے راستہ میں واقع تھا اور وہ مہمانوں اور گزرنے والوں کی مہمان نوازی نہیں کرنا چاہتے تھے لہذا شیطان نے اس بُرے فعل کی طرف ان کو دعوت دی تا کہ جب وہ مہمانوں کے ساتھ اس طرح کا سلوک کریں گے تو وہ وہاں آنے یا رُکنے سے اجتناب کریں گے اور پھر جب ہلکے ہلکے اُن لوگوں کا آنا بند ہو گیا تو اُن لوگوں کو کیوں کہ اس بُرے فعل کی عادت ہو چکی تھی لہذا آپس ہی میں اس فعل کو جاری رکّھا اور جب عورتوں نے دیکھا کہ اُنکے مرد اُنکی طرف توجّہ نہیں کر رہے ہیں تو شیطان نے اُنہیں بھی آپس میں مساحقہ (ہمجنسی) پر آمادہ کیا اور یہ فعل اُنکے درمیان اس قدر زیادہ ہو گیا کہ حضرتِ لوطؑ کے منع کرنے سے بھی وہ لوگ باز نہ آئے جس کے نتیجہ میں مذکورہ عذاب اُن پر نازل ہوا۔ (بحار الانوار ۱۲/ ۱۴۷)

حضرتِ ابراہیمؑ کو بشارت اور قومِ لوط کی ہلاکت

آیت: ''ولمّا جاءت رسلنا ابراھیم بالبُشریٰ قالوا انّا مھلکوا اھل ھذہ القریة ان اھلھا کانوا ظالمین ﴿۳۱﴾ قال انّ فیھا لوطاً قالوا نحن اعلم بمن فیھا لننجّینّہ واھلہ اِلّا امراتہ کانت من الظالمین ﴿۳۲﴾''

ترجمہ: اور جب ہمارے نمائندے ابراہیم کے پاس بشارت لیکر آئے اور انھوں نے کہا کہ بیشک ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں بیشک اس بستی کے لوگ ظالم ہیں ﴿۳۱﴾ ابراہیم نے کہا بیشک اس میں تو لوط بھی ہیں تو انھوں نے کہا کہ ہمیں بھی معلوم ہے کہ اس میں کون ہے

بیشک ہم لوط اور ان کے گھر والوں کو نجات دینگے سوائے انکی زوجہ کے جو کہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔

تفسیر: اس آیت میں چند مندرجہ ذیل نکات قابلِ ذکر ہیں:

پہلا نکتہ: یہ جو حضرتِ ابراہیمؑ نے قوم لوط کو ہلاک کرنے کی خبر لانے والے فرشتوں سے کہا کہ 'اس آبادی میں لوط بھی ہیں'، تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فرشتوں کو معلوم نہیں تھا کہ اس بستی میں لوطؑ نہیں ہیں بلکہ اس کہنے کا مطلب یہ تھا کہ کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ لوطؑ کے اس بستی میں ہونے کی برکت سے اس قوم کا عذاب ٹل جائے؟ اسی لئے ملائکہ نے بھی اس بستی والوں پر لانے والے عذاب کی علّت بھی بتادی اور اس عذاب کے حتمی ہونے کا اعلان کردیا۔

مزید اس مطلب پر سورہ ہود کی آیہ ۷۴۔۷۶ دلالت کرتی ہے جس میں ارشاد ہوا: ''فلمّا ذهب عن ابراهيم الرّوع و جائته البُشرىٰ يجادلنا فى قوم لوط انّ ابراهيم لحليم اوّاهٌ منيب يا ابراهيم اعرض عن هذا انّه قد جاء امر ربّک و انّهم آتيهم عذاب غير مردود '' ترجمہ: پھر جب ابرہیم کا خوف برطرف ہوا اور اُنکے پاس بشارت بھی آچکی تو انھوں نے ہم سے قومِ لوط کے بارے میں اصرار کرنا شروع کردیا ﴿۷۴﴾ بیشک ابراہیم بہت ہی بُرد بار اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے ﴿۷۵﴾ ابراہیم اس بات سے اعراض کرو، بیشک اللہ کا حکم آچکا ہے اور بیشک ان لوگوں تک عذاب آکر رہے گا جو پلٹنے والا نہیں ہے ﴿۷۶﴾ لہذا معلوم ہوا کہ حضرتِ ابراہیمؑ کا ان الفاظ کا ادا کرنے کا مقصد قوم لوط کا دفاع کرنا تھا نہ کہ حضرت لوطؑ کا اسی لئے فرشتوں نے بھی یہی سمجھتے ہوئے جواب بھی اسی انداز کا دیا کہ قوم تو اپنے ظلم کے سبب ہلاک ہوکر کے رہے گی لیکن ہم لوطؑ اور انپر ایمان لانے والوں کو بچالیں گے سوائے لوطؑ کی زوجہ کے جو کہ ہلاک ہونے والی ہے۔ (المیزان، الکشاف ذیلِ آیت)

دوسرا نکتہ: اسم اشارہ 'ھٰذہ' قریب کی طرف اشارے کے لئے استعمال ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتِ لوطؑ کی سرزمین حضرتِ ابراہیمؑ کی سرزمین سے نزدیک ہی تھی جوکہ فلسطین کی سرزمین تھی اس میں لوطؑ کا علاقہ شہرِ 'سدوم' کہلاتا تھا اور اس میں رہنے والوں کی تعداد ۷،۰۰،۰۰۰ بتائی گئی ہے۔(تفسیر روح البیان ۶/۴۶۷)

تیسرا نکتہ: جملۂ ''لیُنجّینّه واهله'' سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اس بستی میں صرف لوط کا گھر فساد سے بچا ہوا تھا اس میں بھی اُنکی بیوی ہلاک ہونے والوں میں سے تھی جیسا کہ اس مطلب پر سورہ ذاریات کی آیہ ۳۶ دلالت کررہی ہے ''فما وجدنا فيها غير بيت من المسلمين''
ترجمہ: اور ہم نے اس آبادی میں سوائے ایک لوطؑ کے گھر کے کوئی گھر مسلمان کا نہیں پایا۔

چوتھا نکتہ: لفظِ ''ظالمین'' کا مطلب یہ ہے کہ قوم لوط اپنے شرک وفسادِ اخلاقی کے ذریعہ اپنے اوپر بھی ظلم کیا ہوا تھا اور اپنے علاقے سے گزرنے والوں کے ساتھ بے عفتی اور چوری وڈاکہ کے ذریعہ ظلم وستم کرتے تھے۔

پانچواں نکتہ: 'غابرین' جمع ہے 'غابر' کی جس کے معنیٰ رہ جانے والے کے ہیں جسکے سب ساتھی چلے گئے ہوں زوجہ لوطؑ کے ہلاک ہونے کی وجہ اسکے انحرافی عقیدہ کے سبب تھی۔(تفسیر نمونہ)

چھٹا نکتہ: وہ چار فرشتے جو حضرتِ ابراہیمؑ کے پاس بیٹے کی خوشخبری اور قوم لوط کی ہلاکت کی خبر لیکر آئے تھے وہ مندرجہ ذیل ہیں: ۱۔جبرئیلؑ ۲۔میکائیلؑ ۳۔اسرافیلؑ ۴۔کروبیلؑ تھے۔

ساتواں نکتہ: لوط اس قوم میں کل تیس سال رہے۔(تفسیر کنز الدقائق)

آٹھواں نکتہ: قوم لوط میں ہلاک ہونے والے بچّوں کی مثال اس بچّے کی سی ہے جسے حضرتِ خضرؑ نے قتل کیا اور موسیٰؑ کے سوال کا سبب ہوا لہذا کیوں کہ اللہ جانتا تھا کہ اگر یہی قوم لوط کے بچّے زندہ بچیں گے تو وہ اپنے والدین سے بھی زیادہ برے نکلیں گے لہذا یہ دنیاوی عذاب بھی اللہ کی طرف

سے اُن پر لطف تھا تاکہ وہ آخرت میں قیامت کے عذاب میں مبتلاء نہ ہوں (تفسیر اطیب البیان)

خوف وحزن کا فرق اور اُسکے مصادیق

آیت: ''ولمّا ان جاء ت رسلنالوطاً سی ء بھم و ضاق بھم ذرعاً و قالوا لاتخف ولا تحزن انّا منجّوک و اھلک اِلّا امرا تک کانت من الغابرین﴿۳۳﴾اِنّا منزلون علیٰ اھل ھٰذہ القریة رجزًا من السماء بما کانوا یفسقون﴿۳۴﴾ولقد ترکنا منھا آیة بیّنةً لقومٍ یعقلون﴿۳۵﴾ ترجمہ: اور جب ہمارے نمائندے لوط کے پاس آئے تو وہ پریشان ہوگئے اور انکی میزبانی کی طرف سے دل تنگ ہوئے تو ان فرشتوں نے کہا کہ آپ ڈریں نہیں اور نہ پریشان ہوں ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچالیں گے سوائے آپ کی زوجہ کے جو کہ پیچھے رہ جانے والیوں میں سے ہوگئی ہے ﴿۳۳﴾ ہم اس بستی پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں ان کی بدکاریوں کے سبب ﴿۳۴﴾ اور بیشک ہم نے اس بستی سے صاحبانِ عقل کے لئے واضح نشانیاں باقی رکھی ہیں۔

تفسیر: جملۂ 'سی ء بھم' کے معنیٰ یہ ہیں کہ لوطؑ آنے والوں کو دیکھ کر گھبرا گئے قوم کے برے عمل کی نسبت اور 'ذرعاً' کے معنیٰ دل تنگی کے ہیں کیوں کہ 'ذرعاً' بمعنیٰ قلباً کے بھی کئے گئے ہیں لہذا حضرتِ لوطؑ کی یہ گھبراہٹ اپنے لئے نہیں تھی بلکہ آنے والے مہمانوں کے لئے تھی۔

خوف وحزن کا فرق: غیر حتمی ناگوار حوادث کے بارے میں دیئے جانے والے احتمالات کے مقابل میں لفظِ 'خوف' کا استعمال ہوتا ہے اور حتمی و ناگوار حوادث واقعات کے مقابل میں 'حزن' استعمال ہوتا ہے (المیزان)

رجز کے معنیٰ: کلمۂ 'رجز' کے معنیٰ اضطراب کے ہیں ہلکے ہلکے ہر وہ کام جو اضطراب کا سبب بنیں اُسے 'رجز' کہا جانے لگا مگر یہاں 'رجز' کے معنیٰ عذاب کے ہیں یعنی پہلے علاقے کا اُلٹ پلٹ

ہونا پھر اس پر پتھروں کی بارش ہونا ہے جس پر مندرجہ ذیل آیات دلالت کر رہی ہیں۔

۱۔"فلمّا جاء امرنا جعلنا عٰلیها سافلها و امطرنا علیها حجارةً من سجّیلٍ منضودٍ" (سورہ ہود آیہ۸۲) ترجمہ: پھر جب ہمارا عذاب آ گیا تو ہم نے زمین کو تہ و بالا کر دیا اور اس پر مسلسل نشاندار پتھر برسائے ﴿۸۲﴾

۲۔"وامطرنا علیهم مطراً فانظر کیف کان عٰقبةالمجرمین" (سورہ اعراف آیہ۸۴)

ترجمہ: ہم نے ان کے اوپر خاص قسم کی (پتھرو) کی بارش کی تو اب دیکھو کہ مجرمین کا انجام کیسا ہوتا ہے ﴿۸۴﴾

اللہ کی روشن نشانیاں

جیسا کہ اللہ کی روشن نشانیوں کے لئے "آیة بیّنة" جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور یہاں پر حضرتِ لوطؑ کے واقعہ میں جو اسطرح کے لفظ کا استعمال ہوا اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ علاقہ جس کا نام 'سدوم' تھا حجاز کے راستہ میں پڑتا تھا اور ظہورِ اسلام کے وقت تک اسکے نشانات باقی تھے جو بعد میں سیلابوں کی لپیٹ میں آ کر ختم ہو گئے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات اس مطلب کی تصدیق کرتی ہیں۔

۱۔"وانّها لبسبیلٍ مقیم" (سورہ حجر آیہ۷۶) ترجمہ: اور بیشک وہ بستی راستہ میں آباد تھی۔

۲۔"وانّکم لتمرّون علیهم مصبحین وباللیل افلا تعقلون" (سورہ صافات آیہ۱۳۷۔۱۳۸)

ترجمہ: اور بیشک تم لوگ صبح و شام انکے قریب سے گزرتے ہو پھر بھی غور و فکر نہیں کرتے ہو۔

حضرتِ شعیب اور اُنکی قوم کی داستان

آیت: "والٰی مدین اخاهم شُعیباً فقال یاقوم اعبدوا الله وارجوا الیوم الآخرة ولا تعثوا فی الارض مفسدین ﴿۳۶﴾ فکذبوه فاخذتهم الرجفة فاصبحوا فی دارهم جاثمین ﴿۳۷﴾"

ترجمہ: اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تو انھوں نے کہا اے میری قوم والوں اللہ کی عبادت کرو اور آخرت کے دن کی اُمید میں رہو اور زمین میں فساد پھیلانے والے نہ بنو ﴿۳۶﴾ اور ان لوگوں نے لوط کو جھٹلایا تو زلزلہ نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

تفسیر: اس آیت کی تفسیر میں بھی چند نکات قابلِ ذکر ہیں:

پہلا نکتہ: حضرتِ شعیبؑ کی قوم خاص طور پر خرید وفرخت میں خیانت کے عظیم گناہ کے عنوان سے مشہور ہے جس کی وجہ سے اسپر حضرتِ شعیبؑ کی تبلیغ کا کوئی اثر نہیں ہوا اور اپنی خیانت کاریوں کے سبب عذابِ الٰہی میں گفتار ہوئی جیسا کہ اس واقعہ کی تفصیل مندرجہ ذیل آیات میں ملتی ہے۔

۱۔"ولمّا جاء امرنا نجّينا شعيباً والذين ء امنوا برحمة منّا واخذت الذين ظلموا الصيحة فاصبحوا فی دیٰرهم جٰثمين" (سورہ ہود آیہ ۹۴)

ترجمہ: اور جب ہمارا عذاب آ گیا تو ہم نے شعیب اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور ظلم کرنے والوں کو آسمانی بجلی نے اپنی گرفت میں لے لیا تو وہ اپنے گھروں میں اُلٹ پلٹ کر رہ گئے ﴿۹۴﴾

۲۔"فان اعرضوا فقل انذرتكم صٰعقة مثل صٰعقة عاد و ثمود" (سورہ فصلت آیہ ۱۳)

ترجمہ: اور اگر انھوں نے دوری اختیار کی تو تم کہدو کہ میں تم لوگوں کو اسی طرح کی بجلی سے ڈراتا ہوں جیسی قومِ ثمود وعاد پر آئی ﴿۱۳﴾

دوسرا نکتہ: حضرتِ شعیبؑ دو قبیلوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔

۱۔اصحابِ مدین کی طرف جو کہ "آسمانی بجلی" کے ذریعہ ہلاک ہوئے۔

۲۔اصحابِ ایکہ کی طرف جو کہ "یوم الظّلہ" کے عذاب میں گرفتار ہوئے۔ (تفسیر اطیب البیان)

تیسرا نکتہ: حضرتِ شعیبؑ اپنی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے خطیب الانبیاء کہلائے اور انھوں نے کافی طولانی عمر پائی یہاں تک کہ حضرتِ موسیٰؑ کے زمانے کو بھی پایا اور اُنکے سُسر بھی قرار پائے اور یہ اپنی زندگی میں کئی دفعہ شدید گریہ کرنے کے سبب نابینا بھی ہوئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ہر بار اُنہیں شفا دی۔

چوتھا نکتہ: 'الرجفہ' کے معنیٰ شدید زلزلہ کے ہیں مگر سورہ ہود کی آیہ ۹۴ میں صیحہ آسمانی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا: ''**ولمّا جاء امرنا نجّینا والذین ء امنوا معه برحمة مِنّا واخذت الذین ظلموا الصیحة فاصبحوا فی دیٰرهم جٰثمین**''

ترجمہ: اور جب ہمارا عذاب آگیا تو ہم نے شعیب اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور ظلم کرنے والوں کو آسمانی بجلی نے اپنی گرفت میں لے لیا تو وہ اپنے گھروں میں اُلٹ پلٹ کر رہ گئے۔

پانچواں نکتہ: مدین کا علاقہ اُردُن کے جنوب میں واقع ہے جو آجکل ''معان'' کے نام سے مشہور ہے

چھٹا نکتہ: فعل '**لاتعثوا**' عثی مادّہ سے ہے جو ایجادِ فساد کے معنیٰ میں ہے جو کہ مفاسدِ اخلاقی کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے اسی لئے لفظ ''مفسدین'' تاکید کے لئے آیا ہے۔

ساتھواں نکتہ: '**جاثمین**' مادّہ جثم سے ہے جسکے معنیٰ زمین پر دوزانو ہو کر بیٹھنے کے ہیں یعنی گویا قومِ شعیب زمین پر دوزانوں ہو کر اس طرح سے بیٹھی کہ دوبارہ اُٹھ نہ سکی۔

قوم عاد و ثمود اور قارون و فرعون و ہامان کا سرانجام

آیت: ''**وعادو ثمودو قدتبیّن لکم من مساکنهم و زیّن لهم الشیطان اعمالهم فصدّهم عن السبیل و کانوا مستبصرین﴿۳۸﴾و قارون و فرعون و هامان و لقد جاء هم موسیٰ بالبیّنات فاستکبروا فی الارض وما کانوا سابقین﴿۳۹﴾فکُلّاً**

اخذنا بذنبه فمنهم من ارسلنا عليه حاصباً و منهم من اخذتْهُ الصّيحة و منهم من خسفنا به الارض و منهم من اغرقنا و كان الله ليظلمهم و لكن كانوا انفسهم يظلمون ﴿۴۰﴾"

ترجمہ: اور قوم عاد و ثمود کو یاد کرو کہ بیشک تم لوگوں کے لئے ان کے گھر واضح ہو چکے ہیں اور شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال کو آراستہ کر دیا تھا اور انہیں راستہ سے روک دیا تھا حالانکہ وہ لوگ بہت ہوشیار تھے ﴿۳۸﴾ اور قارون و فرعون و ہامان کے واقعات بھی یاد کرو جن کے پاس موسیٰ واضح نشانیوں کے ساتھ آئے اور ان لوگوں نے زمین میں تکبر کیا وہ ہم سے آگے تو جا نہیں سکتے تھے ﴿۳۹﴾ پھر ہم نے ان میں سے ہر ایک کو انکے گناہ کے سبب اپنی گرفت میں لے لیا ان میں سے بعض پر ہم نے پتھر برسائے اور بعض کو آسمانی چیخ نے اپنی گرفت میں لے لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو پانی میں غرق کر دیا اور اللہ نے کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ لوگ خود اپنے آپ پر ظلم کرنے والے تھے۔

تفسیر: اس سے پہلے کی داستانوں کے ذکر میں پہلے انبیاء کا ذکر ہوا تھا اور پھر اُمّتوں کا یہاں پر قوم کے معصیت کاروں کا پہلے ذکر ہوا ہے لہٰذا "عاداً و ثمود"، فعل محذوف 'اذکر' کے لئے مفعول ہیں یعنی یاد کرو قومِ عاد و ثمود کو کہ ہم نے اُنکے ساتھ کیا کیا انکی نافرمانیوں و معصیت کے نتیجہ میں۔

چند اہم نکاتِ تفسیری: پہلا نکتہ: "فصدّهم عن السبيل" یعنی شیطان نے اُنہیں اُنکی فطرت کی راہ سے روک دیا۔

"و كانوا مستبصرين" کیوں کہ وہ پہلے اپنی انسانی فطرت پر تھے لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ شیطان کے بہکانے سے پہلے دینِ فطرت جو کہ دینِ توحیدی ہے اسپر تھے گویا جاہل قاصر نہیں تھے کیونکہ پیغمبروں نے اُنپر اتمام حجت کر دی تھی

دوسرا نکتہ: ''حاصباً'' پتھر کے معنیٰ میں ہے جو قومِ لوط پر برسے اور اس کے دوسرے معنیٰ ایسی شدید ہوا کے ہیں جس میں سنگریزے بھی برسے ایسا قوم عاد پر ہوا (المیزان ۱۸۸/۱۵۔ روح البیان ۴۶۹/۶)

تیسرا نکتہ: ''ومنهم من اخذته الصيحة'' یعنی آسمانی پکار۔ اس میں قوم ثمود وقوم شعیب کے عذاب کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر سورہ ہود کی آیہ ۶۷۔۶۸ میں اسطرح سے ہوا: ''واخذ الذين ظلموا الصيحة فاصبحوا فی دیٰرهم جٰثمين ﴿٦٧﴾ كان لم يغنوا فيها الا انّ ثمودا كفروا الا بُعداً لثمود ﴿٦٨﴾''

ترجمہ: اور ظلم کرنے والوں کو تیز پکار نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تو وہ اپنے علاقوں میں اوندھے پڑے رہ گئے ﴿٦٧﴾ جیسے کبھی یہاں بسے ہی نہیں تھے آگاہ ہو جاؤ کہ قومِ ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا آگاہ ہو جاؤ کہ قوم ثمود کے لئے ہلاکت ہے۔

چوتھا نکتہ: ''و منهم من خسفنا به الارض'' یعنی زمین میں دھنسنے کا عذاب جو کہ قارون پر آیا جس کا ذکر سورہ قصص کی آیہ ۸۱۔۸۲ میں اسطرح سے ہوا: ''فخسفنا به و بداره الارض فما كان له من فئة ينصرونه من دون الله و ما كان من المنتصرين ﴿٨١﴾ واصبح الذين تمنّوا مكانه بالامس يقولون ويكانّ الله يبسط الرّزق لمن يشاء من عباده و يقدر لولا ان مّنّ الله علينا لخسف بنا و يكانّه لا يفلح الكفرون ﴿٨٢﴾''

ترجمہ: پھر ہم نے اسے اور اس کے گھر بار کو زمین میں دھنسا دیا اور نہ کوئی گروہ اللہ کے علاوہ اُنکی نصرت کرنے والا تھا اور نہ وہ اپنی مدد آپ کر سکتے تھے ﴿٨١﴾ اور جو لوگ گذشتہ روز اس کی جگہ کی تمنا کر رہے تھے وہ کہنے لگے واقعاً اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اس کے رزق میں وسعت دیدیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگی دیدیتا ہے اور اگر اس نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو وہ ہمیں بھی دھنسا سکتا تھا واقعاً کافر لوگ نجات نہیں پا سکتے ہیں ﴿٨٢﴾

پانچواں نکتہ: ''**و منهم من اغرقنا**''یعنی غرق ہونے کا عذاب قوم نوح وقوم فرعون وہامان پر آیا جس کا ذکر سورہ قصص کی آیہ ۳۹۔۴۰ میں یوں ہوا: ''**و استکبر هو و جنوده فی الارض بغیر الحقّ و ظنّوا انّهم الینا لایرجعون ﴿۳۹﴾ فاخذنٰه و جنوده فنبذنٰهم فی الیمّ فانظر کیف کان عٰقبة الظّٰلمین ﴿۴۰﴾**''

ترجمہ: فرعون اوراس کے لشکر نے ناحق غرور سے کام لیااور یہ گمان کیا کہ بیشک وہ ہماری بارگاہ میں پلٹائے نہیں جائیں گے ﴿۳۹﴾ تو ہم نے فرعون اوراس کے لشکر کواپنی گرفت میں لے لیا اورسب کودریا میں ڈال دیالہذا دیکھو کہ ظالموں کاانجام کیسا ہوتا ہے ﴿۴۰﴾

چھٹا نکتہ: ''**و قد تبیّن من مساکنهم**''یعنی جبکہ تم لوگ ہرسال تجارت کے لئے یمن وشام کے لئے سرزمین حجر سے گزرتے ہو جو کہ جزیرہ عرب کے شمال میں واقع ہےاور سرزمین احقاف اسکے جنوب میں واقع ہےاوریمن سے گزرتے ہوئے اسکے قریب سرزمینِ عادوثمود واقع ہے اس مطلب کی مزید وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل دوآیات کوملاحظہ کریں:

ا۔''**الم تر کیف فعل ربّک بعاد ﴿۶﴾ ارم ذات العماد ﴿۷﴾ التی لم یخلق مثلها فی البلٰد ﴿۸﴾ و ثمود الذین جابوا الصخر بالواد ﴿۹﴾ وفرعون ذی الاوتاد ﴿۱۰﴾ الذین طغوا فی البلٰد ﴿۱۱﴾ فاکثروا فیها الفساد ﴿۱۲﴾ فصبّ علیهم ربُک سوط عذاب ﴿۱۳﴾**'' (سورہ فجر آیہ ۶۔۱۳)

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا ﴿۶﴾ شہرِ ارم والے جو بڑی شوکت رکھتے تھے ﴿۷﴾ جن کا مثل دوسرے علاقوں میں خلق نہیں کیا گیا ﴿۸﴾ اورقومِ ثمود کے ساتھ کیا کیا جو علاقہ میں پتھر تراش کر گھر بناتے تھے ﴿۹﴾ اور صاحبِ کیل فرعون کے ساتھ کیا کیا ﴿۱۰﴾ جن لوگوں نے علاقوں میں سرکشی کی ﴿۱۱﴾ اور بہت فساد پھیلایا ﴿۱۲﴾

جب تمہارے پروردگار نے ان پر عذاب کے کوڑے برسائے ﴿۱۳﴾

۲۔ ''وَ کَانُوا یَنحِتُونَ مِنَ الجِبَالِ بُیُوتًا اٰمِنِینَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتهُمُ الصَّیحَتہ مُصبِحِینَ ﴿۸۳﴾ '' (سورہ حجر آیہ۸۲۔۸۳)

ترجمہ: اور وہ پہاڑوں کو تراش کر اپنے لئے محفوظ قسم کے مکانات بناتے تھے ﴿۸۲﴾ تو انہیں بھی صبح کے وقت آسمانی بجلی نے اپنی گرفت میں لے لیا۔

ساتواں نکتہ: ''وما کانو اسابقین ''یعنی وہ لوگ اپنی تمام قدرت وطاقت کے باوجود اللہ پر سبقت نہ لے سکے اور اپنے آپ کو اسکے عذاب سے بچانہ سکے۔

آٹھواں نکتہ: قارون وفرعون وہامان یہ تین افراد گویا تین بڑی قدرتیں شمار ہوتے تھے مثلاً: قارون ثروتمند ہونے کے لحاظ سے اور فرعون بادشاہت کے لحاظ سے اور ہامان سیاست مدار ہونے کے لحاظ سے مگر یہ تینوں اپنی اتنی بڑی قدرت وسلطنت کے باوجود اللہ کی قدرت کے آگے بے بس تھے اور ہلاک ہوگئے لہذا قارون زمین میں دھنس کر ہلاک ہوا اور فرعون وہامان دریا میں غرق ہوکر ہلاک ہوئے۔

نواں نکتہ: قوم عاد پر جو سنگریزوں کی بارش ہوئی وہ سات رات اور آٹھ دنوں تک جاری رہی جیسا کہ ارشاد ہوا: ''وامّا عاد فاهلكوا بريح صرصر عاتية ﴿۶﴾ سخّرها عليهم سبع ليال و ثمنية ايام حُسوما فترى القوم فيها صرعىٰ كانّهم اعجاز نخل خاوية ﴿۷﴾ '' (سورہ حاقّہ آیہ۶۔۷)

ترجمہ: اور قوم عاد کو انتہائی تیز آندھی کے ذریعہ ہلاک کردیا گیا ﴿۶﴾ جسے ان کے اوپر سات رات اور آٹھ دن کے لئے مسلسل مسخّر کردیا گیا لہذا تم نے دیکھا کہ قوم مردہ پڑی ہوئی ہے جیسے کھجور کے کھوکھلے درخت کے تنے ہوں۔

ضعیف عقیدے کی مثال مکڑی کے جال کی مانند ہے

آیت: ''مثل الذین اتّخذوا من دون الله اولیاء کمثل العنکبوت اتّخذتْ بیتاً وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون ﴿۴۱﴾ انّ الله یعلم ما یدعون من دونه من شیءٍ وھو العزیز الحکیم ﴿۴۲﴾ و تلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا الّا العالمون ﴿۴۳﴾''

ترجمہ: ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کے غیر کو اپنا سرپرست بنایا مکڑی کی سی ہے جو اپنے لئے گھر بناتی ہے اور بیشک سب گھروں سے نازک ترین گھر مکڑی کا ہوتا ہے اگر وہ لوگ اس بات کو جان لیتے ﴿۴۱﴾ بیشک اللہ جانتا ہے کہ وہ لوگ اسے چھوڑ کر کن چیزوں کو پکار رہے ہیں اور وہ سب پر غالب اور صاحبِ حکمت ہے ﴿۴۲﴾ اور یہ مثالیں ہم نے لوگوں کے لئے پیش کی ہیں جنہیں نہیں سمجھتے سوائے صاحبان علم کے ﴿۴۳﴾

تفسیر: ان آیات میں گذشتہ اقوام کے باطل عقائد کو مکڑی کے جال سے تشبیہ دی گئی ہے جو کہ دیکھنے میں تو خوبصورت نظر آتا ہے مگر کائنات کے گھروں میں سب سے کمزور تریں گھر ہوتا ہے جو خود مکڑی ہی کے لئے وبال جان ہو جاتا ہے جسے خود اُسنے بنایا تھا گویا مشرکین کا اللہ کے غیر کو اولیاء وسرپرست بنانا مکڑی کے جال کی مانند کمزور وضعیف ہے کیوں کہ نہ اس گھر کی دیوار ہوتی ہے نہ چھت نہ دروازہ نہ صحن اور اتنا کمزور ہوتا ہے کہ ہلکی سی بارش سے اور ہلکی سی ہوا سے اور ہلکی سی آگ کے شعلے سے حتیٰ اگر ذرا سا گرد وغبار بھی اسپر آبیٹھے تو اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی ہے اور اللہ نے تشبیہ کو مثال کے ذریعہ سے پیش کیا جسے کوئی تبدیل نہیں کرسکتا ہے گویا جس طرح خود مکڑی کا بنایا ہوا جالا خود اُسے نہیں بچا سکتا ہے اسی طرح اللہ کے غیر افراد یا چیزیں کسی کام نہیں آسکتے ہیں نہ اپنی پوجا کرنے والوں کے ہی نفع وضرر کا باعث ہوسکتے ہیں کیوں کہ اللہ کے غیروں کی پرستش

کرنے والے گویا دنیاوی محبّت میں شیطان کی پیروی کرنے کے نتیجہ میں اپنی گردنوں میں مختلف قسم کے طوق ڈالتے رہتے ہیں جن سے رہائی مشکل ہوتی ہے۔

چند مہم نکاتِ تفسیری:

پہلا نکتہ: ''ومایعقلھا اِلّا العالمون '' کیوں کہ علم چراغِ عقل ہےاور جہالت ایسی تاریکی ہے کہ جو عقل وادراک کے لئے مانع ہے لہذا سعادت کی راہ میں قدم رکھنے کے لئے پہلا مرحلہ حصولِ علم کا ہےاور دوسرا مرحلہ عمل کا ہے یعنی علم راہ دکھاتا ہےاور عمل اس راہ پر چلاتا ہے تنہا علم کا حاصل ہوجانا سعادت کے لئے کافی نہیں ہے جس طرح راستہ جاننے والا حرکت کئے بغیر اپنے مقصد کو نہیں پہنچ سکتا ہے اسی طرح بغیر عمل کے انسان اپنی منزلِ سعادت کو نہیں پہنچ سکتا ہے جیسا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ''اَلْعَالِمُ الْذِی عَقَلَ عَنِ اللہ فَعَمِلَ بِطَاعَتِہِ وَاجْتَنَبَ سَخَطَہُ'' (تفسیر مجمع البیان ذیل آیہ) ترجمہ: عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں غور وفکر کرکے اسکی اطاعت کے ذریعہ سے عمل کرتا ہےاور اسکی نافرمانی سے اجتناب کرتا ہے۔

دوسرا نکتہ: ''تلک الامثال نضربھا للناس '' یہ آیت گویا اشارہ ہے دشمنانِ اسلام کی طرف سے ہونے والے اعتراض کا کہ ایسا خدا جو کہ زمین وآسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے سب کا مالک ہے وہ اتنے چھوٹے چھوٹے حشرات کی مثالیں کیوں دیتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے اللہ کی طرف سے یہ چھوٹی چھوٹی مثالیں بھی کافی ہیں اور جو عبرت نہ لینا چاہیں تو اُنکے لئے بڑی بڑی مثالیں بھی بے فائدہ ہیں اوراس طرح کا کلام عینِ فصاحت وبلاغت ہے مزید اس بات کی وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ کریں:

ا۔ ''اِذْتَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِھِمُ الْاَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾'' (سورہ بقرہ آیہ ١٦٦)

ترجمہ: جب پیروی کرنے والے اُن سے جنکی وہ پیروی کیا کرتے تھے بیزاری اختیار کریں گے عذاب کو دیکھ کر اور اُنکے تمام تعلقات بھی ٹوٹ جائیں گے۔

۲۔ ''وَجَعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوا عَنْ سَبِيْلِهٖ قُلْ تَمَتَّعُوا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾''

(سورہ ابراہیم آیہ ۳۰۔۳۷)

ترجمہ: اوران لوگوں نے اللہ کے مثل قرار دیئے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ سے وہ لوگوں کو بہکا سکیں تو تم اے نبی ان سے کہدو کہ تم لوگ تھوڑے دن اور مزے کرلو پھر تو تمہارا سرانجام جہنم ہی ہے ﴿۳۰﴾ تم میرے اہل ایمان بندوں سے کہدو کہ نمازیں قائم کریں اور ہمارے رزق میں سے خفیہ اور علانیہ ہماری راہ میں انفاق کریں قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جب نہ تجارت کام آئے گی اور نہ دوستی ﴿۳۱﴾ اللہ ہی وہ ہے جس نے آسمانوں وزمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسا کر

اس کے ذریعہ تمہاری روزی کے لئے پھل پیدا کئے اور کشتیوں کو مسخر کردیا ہے کہ سمندر میں اس کے حکم سے چلیں اور تمہارے لئے نہروں کو بھی مسخر کردیا ہے ﴿۳۲﴾ اور تمہارے لئے حرکت کرنے والے آفتاب و ماہتاب کو بھی مسخر کردیا ہے اور تمہارے لئے رات اور دن کو بھی مسخر کردیا ہے ﴿۳۳﴾ اور اس نے تم لوگوں کو ہر اس چیز میں سے تم لوگوں کو دیا جو تم نے اس سے مانگا اور اگر تم لوگ اس کی نعمت کو شمار کرنا بھی چاہوں گے تو ہرگز شمار نہیں کرسکو گے بیشک انسان بڑا ظالم اور انکار کرنے والا ہے ﴿۳۴﴾ اور اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم نے کہا کہ پروردگار اس شہر کو محفوظ بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچائے رکھنا ﴿۳۵﴾ پروردگار ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا ہے اب جو میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا تو بیشک تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے ﴿۳۶﴾ پروردگار میں نے اپنی ذریت میں سے بعض کو تیرے محترم مکان کے قریب غیر آباد وادی میں چھوڑ دیا ہے تاکہ وہ نمازیں قائم کریں لہذا تو لوگوں کے دلوں کو انکی طرف موڑ دے اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ وہ تیرے شکر گذار بندے بن جائیں۔

۳۔ ''وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُونَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى لَاجَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُفْرَطُونَ ﴿۶۲﴾'' (سورہ نحل آیہ ۶۲)

ترجمہ: اور وہ لوگ اللہ کے لئے ایسی چیزیں قرار دیتے ہیں جنہیں وہ خود ناپسند کرتے ہیں اور انکی زبانیں بھی غلط بیانی سے کام لیتی ہیں کہ بیشک آخرت میں ان کے لئے نیکی ہے جبکہ بیشک انکے لئے جہنم ہے اور وہ اس میں سب سے پہلے ہی ڈالے جائیں گے۔

۴۔ ''اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهُ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ

اَحَدًا﴿۴۲﴾وَلَمْ تَكُنْ لَّهُ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا﴿۴۳﴾
هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًاوَّخَيْرٌ عُقْبًا﴿۴۴﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ
هَشِيْمًاتَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا﴿۴۵﴾'' (سورہ کہف آیہ۴۱۔۴۵)

ترجمہ: یا ان باغات کا پانی خشک ہو جائے اور تم اس کے طلب کرنے پر بھی قادر نہ ہو﴿۴۱﴾اور اس باغ کے پھل آفت میں گھیر دیئے گئے تو وہ ان اخراجات پر ہاتھ ملنے لگا جو اس نے باغ کی تیاری میں لگائے تھے جبکہ وہ باغ اپنی شاخوں کے بھل الٹا پڑا ہوا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ کاش میں کسی کو اپنے پروردگار کا شریک نہ بناتا﴿۴۲﴾اور اب اس کے پاس وہ گروہ بھی نہیں تھا جو اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتا اور وہ بدلہ بھی نہیں لے سکتا تھا﴿۴۳﴾اس وقت ثابت ہوا کہ قیامت کی نصرت صرف اللہ ہی کے لئے برحق ہے وہی بہترین ثواب دینے والا ہے اور وہی انجام بخیر کرنے والا ہے﴿۴۴﴾اور انکے لئے دنیاوی زندگی کی مثال اس پانی کی بتاؤ جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا تو زمین کے نباتات اس سے مخلوط ہو گئے پھر وہ سب ریزہ ریزہ ہو گئے جنہیں ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

۵۔ ''وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَيَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَاقُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ اَلنَّارُوَعَدَهَااللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْاوَبِئْسَ الْمَصِيْرُ'' (سورہ حج آیہ۷۲)

ترجمہ: اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو تم دیکھتے ہو کہ کفر اختیار کرنے والوں کے چہروں پر ناگواری کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں اور نزدیک ہوتا ہے کہ وہ حملہ کر دیں ان لوگوں پر جو ہماری آیات کی تلاوت کیا کرتے ہیں، کہہ دو اے نبی کہ کیا میں تم

لوگوں کو اس سے بھی بدتر بات کی خبر دوں جو کہ جہنم کی خبر ہے جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ بہت برا سرانجام ہے۔

۶۔ "ضَرَبَ لَکُمۡ مَثَلًا مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ هَلۡ لَّکُمۡ مِّنۡ مَّامَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ مِنۡ شُرَکَآءَ فِیۡ مَارَزَقۡنٰکُمۡ فَاَنۡتُمۡ فِیۡهِ سَوَآءٌ تَخَافُوۡنَهُمۡ کَخِیۡفَتِهِمۡ اَنۡفُسَکُمۡ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ" (سورہ روم آیہ ۲۸) ترجمہ: اللہ نے تمہارے لئے تمہاری ہی مثال پیش کی ہے کہ کیا وہ لوگ جن کے تم لوگ مالک ہو وہ تمہارے شریک ہیں اس مال میں جو ہم نے تمہیں دیا ہے تو تم سب اس میں برابر ہو کہ تم لوگ اُن سے ڈرتے ہو جس طرح اپنے جیسوں سے ڈرتے ہو اسی طرح ہم تفصیل سے آیات کو بیان کرتے ہیں سمجھنے والی قوم کے لئے۔

ذکرِ الٰہی کے فوائد

آیت: "خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۴۴﴾ اُتۡلُ مَا اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنَ الۡکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰی عَنِ الۡفَحۡشَاءِ وَالۡمُنۡکَرِ وَلَذِکۡرُ اللّٰهِ اَکۡبَرُ وَاللّٰهُ یَعۡلَمُ مَا تَصۡنَعُوۡنَ ﴿۴۵﴾"

ترجمہ: اللہ نے آسمانوں وزمین کو حق کے ساتھ خلق کیا ہے بیشک اس میں مومنین کے لئے نشانیاں ہیں ﴿۴۴﴾ اے نبی جس کتاب کی تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اسے انکے سامنے پڑھ کر سناؤ اور نماز قائم کرو بیشک نماز برائی سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے اور اللہ تم لوگوں کے کاموں سے خوب واقف ہے۔

تفسیر: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاحبانِ ایمان کی شناخت خلقتِ زمین وآسمان میں غور وفکر کرنے کے علاوہ تلاوتِ قرآن، اقامۂ نماز، بُرے کاموں سے اجتناب اور یادِ الٰہی کو قرار دیا ہے لہذا صرف اظہارِ ایمان کافی نہیں ہے جب تک مذکورہ خصوصیات کو نہ اپنایا جائے۔

پہلا نکتہ: اللہ تعالیٰ نے خلقت آسمان میں ''بالحق'' کی قید لگائی اس کا مطلب یہ بات سمجھانا ہے کہ ان چیزوں کا خلق کرنا کوئی کھیل وتماشا نہیں ہے بلکہ بہت بڑی حکمت پوشیدہ ہے جیسا کہ سورہ دخان میں یوں ارشاد ہوا: ''وما خلقنا السموات والارض وما بینهما لاعبین ﴿۳۸﴾ ما خلقنا هما اِلّا بالحقّ ولکنّ اکثرهم لا یعلمون ﴿۳۹﴾ '' (سورہ دخان آیہ ۳۸و۳۹) ترجمہ: اور ہم نے آسمانوں وزمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے بیہودہ خلق نہیں کیا ہے ﴿۳۸﴾ ہم نے ان دونوں کو حق کے ساتھ خلق کیا ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو سمجھتے نہیں ہیں۔

دوسرا نکتہ: جملہ: '' انّ فی ذالک لاٰیۃللمومنین '، صرف مومنین کے ساتھ مخصوص اس لئے قرار دیا کہ مومنین ہی ہیں جو ان راہوں کے ذریعہ اللہ کو پاتے ہیں لہذا معلوم ہوا کہ جو بھی ان نشانیوں کے ذریعہ سے اللہ کی راہ کو پالے وہ صاحبِ ایمان ہے۔

تیسرا نکتہ: لفظِ فحشاء کے معنیٰ میں چند احتمالات دیئے گئے ہیں ایک یہ کہ 'فحشاء' اُن گناہانِ کبیرہ کو کہا جاتا ہے جو چوری چھپے انجام دیئے جائیں دوسرا یہ کہ 'فحشاء' شہوت کے غالب آنے کو بھی کہا جاتا ہے اور 'منکر' قوّہٴ غضبیہ کے غالب آنے کو کہتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز رزائلِ اخلاقی و باطنی سے بھی نجات دیتی ہے اور طہارتِ ظاہری بھی عطا کرتی ہے۔

خلقت اور تدبیر میں فرق

اگر چہ تدبیر خلقت سے ہی ہے مگر پھر بھی ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ تدبیر خلقت کے بعد کے مرحلہ کو کہتے ہیں جس میں تمام خلقتوں کے اتصال کو نظر میں رکّھا جاتا ہے جبکہ خلقت میں قبل و بعد دونوں کی خلقتوں کو نظر میں رکّھا جاتا ہے کیوں کہ ہر ایجاد خلقت ہے۔

نتیجہ: خلقت وتدبیر دونوں کی بازگشت اللہ تعالیٰ کی خلقت کی طرف ہوتی ہے جو کہ خلقت وتدبیر میں مستقل ومستغنی ہے (المیزان)

قرآن میں نماز کے اسرار

قرآن مجید میں ۱۳۰ مقامات پر نماز کا ذکر ہے کیوں نہ ہو نماز انسان کو ظاہری و باطنی نجاستوں سے دور رکھتی ہے انسان کے روح و جسم کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجّہ رکھتی ہے گذشتہ گناہوں کے بخشے جانے کا سبب اور موجودہ و آئندہ گناہوں میں پڑنے سے بچاتی ہے بُرے کاموں سے بچنے کی اس میں قوّت پیدا ہوتی ہے زیورِ عبودیت سے انسان کو آراستہ کرتی ہے انسان کی تربیت میں بھی مؤثر ہے اور انسان کو ریاضت کی دعوت دیتی ہے اور انسان کے دوسرے کاموں میں بھی مدد کرتی ہے بعنوانِ مثال ہم یہاں پر مندرجہ ذیل چند آیات کو پیش کرتے ہیں۔

۱۔ ''واقم الصلٰوۃ انّ الصلٰوۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر''
(سورہ عنکبوت آیہ ۴۵)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو بیشک نماز برائی سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔

۲۔ آیت: ''اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾''

ترجمہ: بیشک اللہ عدالت، نیکی اور قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے اور بدکاری و ناشائستہ حرکات اور ظلم سے منع کرتا ہے تاکہ تم لوگ نصیحت حاصل کرسکو۔ (سورہ نحل آیہ ۹۰)

۳۔ آیت: '' اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تُطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ
(سورہ رعد آیہ ۲۸) ترجمہ: یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اُنکے قلوب اللہ کی یاد سے مطمئن ہو جاتے ہیں آگاہ رہو کہ اللہ کی یاد سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

۴۔ آیت: ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ'' (سورہ ذاریات آیہ ۵۶)

ترجمہ: اور ہم نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لئے خلق کیا ہے۔

۵۔آیت: ’’وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ ‘‘(سورہ ھود آیہ ۱۱۴)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو دن کے دونوں حصوں میں اور رات گئے بیشک نیکیاں برائیوں کو ختم کردیتی ہیں یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔

۶۔آیت: ’’قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ﴿۱۴﴾ وَذَکَرَاسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ﴿۱۵﴾ ‘‘(سورہ اعلیٰ آیہ ۱۴۔۱۵)

ترجمہ: بیشک فلاح پائی جس نے پاکیزگی اختیار کی ﴿۱۴﴾ اور اپنے پروردگار کے نام کی تسبیح کی اور نماز پڑھی ﴿۱۵﴾

۷۔آیت: ’’اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ . فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ ‘‘(سورہ مائدہ آیہ ۹۱)

ترجمہ: شیطان تو صرف یہ چاہتا ہے کہ تم لوگوں کے درمیان دشمنی، کینہ، شراب اور جوے کے مسائل میں لاپرواہی ڈالے اور تم لوگوں کو یادِ الٰہی سے روکے اور نماز سے روکے تو کیا تم لوگ رُک جاؤ گے۔

۸۔آیت: ’’مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَا ھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ‘‘(فتح آیہ ۲۹)

ترجمہ: محمّد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفّار پر سخت اور آپس میں نہایت رحم دل ہیں تم اُنہیں رکوع وسجود کے عالم میں اللہ کے فضل اور اُسکی خوشنودی کو تلاش کرتے ہوئے دیکھو گے انکے چہروں پر سجدوں کے نشانات ہوں گے انکی یہ مثال تورات اور انجیل میں بھی ہے

کہ ایسی زراعت جو پہلے کونپل نکالے پھر اُسے مضبوط کرے اور سخت ہو جائے اور اپنی شاخ پر کھڑی ہو جائے کہ زراعت کرنے والے تعجّب میں ڈالدے۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ کفّار کو مومنین کے ذریعہ سے غیظ میں لائے، اللہ کا صاحبانِ ایمان و عملِ صالح سے وعدہ ہے کہ انکے لئے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے۔

۹۔ آیت: ''رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ'' (نور آیہ ۳۷)

ترجمہ: وہ لوگ جنہیں ان کا عمومی کاروبار اور خرید وفرخت ذکرِ الٰہی اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنکے قلوب اور آنکھیں قیامت کے دن کے خوف سے منقلب ہوتے رہتے ہیں۔

۱۰۔ آیت: ''اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿۲۲﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَالَّذِيْنَ فِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾''

(معارج آیہ ۱۹۔۳۵)

ترجمہ: بیشک انسان بڑا لالچی خلق کیا گیا ہے ﴿۱۹﴾ جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو شور وغل کرنے

لگتا ہے ﴿۲۰﴾ اور جب نیکی پہنچتی ہے تو اسے دوسروں تک پہنچنے سے مانع ہوتا ہے ﴿۲۱﴾ سوائے نمازی لوگوں کے ﴿۲۲﴾ جو اپنی نمازوں کی پابندی کرنے والے ہیں ﴿۲۳﴾ اور جو اپنے مال سے دوسروں کے حقوق ادا کرتے ہیں ﴿۲۴﴾ مانگنے والوں اور محروم لوگوں کے لئے ﴿۲۵﴾ اور جو روزِ قیامت کی تصدیق کرنے والے ہیں ﴿۲۶﴾ اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں ﴿۲۷﴾ بیشک انکے پروردگار کا عذاب امان دینے والا نہیں ہے ﴿۲۸﴾ اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ﴿۲۹﴾ سوائے اپنی بیویوں اور کنیزوں کے کیوں کہ ان کے مسئلے میں ملامت نہیں ہے ﴿۳۰﴾ پھر جو ان حدود سے تجاوز کرے گا تو ایسے ہی لوگ دشمن شمار ہوں گے ﴿۳۱﴾ اور جو لوگوں کی امانات اور اُن سے کئے ہوئے عہدوں کی رعایت کرنے والے ہیں ﴿۳۲﴾ اور جو اپنی دی ہوئی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں ﴿۳۳﴾ اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ﴿۳۴﴾ یہی لوگ بہشت میں عزّت سے رہنے والے ہیں۔

۱۱۔آیت: ''قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾ ''
(مومنون آیہ ۱۔۲)

ترجمہ: بیشک مومنین نے فلاح پائی ﴿۱﴾ جو اپنی نمازوں میں گڑگڑانے والے ہیں ﴿۲﴾

۱۲۔آیت: '' فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶۳﴾ '' (بقرہ آیہ ۱۵۲۔۱۶۳)

ترجمہ: لہذا تم لوگ مجھے یاد رکھو تا کہ میں بھی تمہیں یاد رکھوں اور تم لوگ میرا ہی شکر ادا کرو اور میرا انکار نہ کرو ﴿۱۵۲﴾ اور تم لوگوں کا معبود واحد کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جو بہت مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

۱۳۔آیت: ''فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَنُفَصِّلُ

الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ "(سورہ توبہ آیہ ۱۱)

ترجمہ: پھر اگر وہ لوگ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں اور ہم اہلِ علم کے لئے اپنی آیات کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

۱۴۔ آیت: "وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْکُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾ "(بقرہ آیہ ۸۳)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل والوں سے عہد لیا کہ تم لوگ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کروگے اور ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کروگے اور لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کروگے اور نماز قائم کروگے، زکوٰۃ ادا کروگے مگر تم لوگوں نے اس حکم سے منہ موڑا سوائے چند لوگوں کے اور تم لوگ روگردانی کرنے والے ہو۔

۱۵۔ آیت: "وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ﴿۴۳﴾ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ وَاِنَّهَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ ﴿۴۵﴾ "(بقرہ ۴۳۔۴۵)

ترجمہ: اور نماز کو قائم کرو اور زکات ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو ﴿۴۳﴾ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھلائے بیٹھے ہو جبکہ تم کتابِ الٰہی کی تلاوت کرتے ہو لہٰذا تم لوگ کیوں سمجھ سے کام نہیں لیتے ہو ﴿۴۴﴾ صبر اور نماز کے ذریعہ مدد طلب کرو بیشک نماز سخت ہے سوائے خاضع لوگوں کے۔

۱۶۔ آیت: "اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ "(سورہ حج آیہ ۴۱)

ترجمہ: یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے زمین میں اختیار دیا تو انھوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور نیکیوں کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا اور اللہ ہی کے اختیار میں تمام امور کا سرانجام ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: یہ ہے کہ بعض لوگ نماز پڑھنے کے باوجود گناہ کیوں کرتے ہیں؟ اس سوال کے دو طرح سے جواب دیئے جاسکتے ہیں۔

عقلی جواب: یہ بھی دو طرح سے دیا جاسکتا ہے۔

ا۔ یہ کہ جب تک نماز گزار نماز میں مشغول رہتا ہے وہ گناہ سے محفوظ رہتا ہے (تفسیر روح البیان ۲/۱۶۳)

۲۔ یہ کہ نماز وہ مخصوص عمل ہے جسے انسان سنّ بلوغ سے لیکر مرنے تک روزانہ پانچ مرتبہ انجام دیتا ہے تو یہ شخص اس انسان کی مانند ہے جو روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو اس کے جسم پر میل کچیل باقی نہیں رہتی ہے اسی طرح روزانہ پانچ مرتبہ نماز پڑھنے والا اگر نماز کو اسکی تمام شرائط کا خیال رکھتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی توفیقات شاملِ حال ہونے کے نتیجہ میں وہ دوسری عبادات کو بھی پابندی سے انجام دینے لگے گا اور جو لوگ نماز نہیں پڑھتے وہ دوسرے واجبات کو بھی اہمیت نہیں دیتے ہیں بلکہ حلال و حرام اور نجاست و طہارت کا بھی خیال نہیں رکھتے ہیں۔

شرعی جواب: ''انّ الصلوۃ تنھی عن الفحشاءِ و المنکر'' اس آیت میں جو نماز کا انسان کو بُرے و ناشایستہ کاموں سے روکنا مراد ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے تو بڑھکر نہیں ہے جس میں ارشاد ہوا: ''انّ اللہ یامر بالعدل والاحسان و ایتاء ذی القربیٰ و ینھیٰ عن الفحشاء و المنکر'' (سورہ نحل آیہ ۹۰) ترجمہ: بیشک اللہ نیکی و عدالت و رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی اور اللہ فحش و بُرے کاموں سے روکتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ بلا واسطہ عدالت و نیکی اور صلہ رحمی کرنے اور ہر بُرے کاموں سے رُکنے کا

حکم دے رہا ہے اسی طرح سے نماز بھی انسانوں کو ہر بُرے کام سے بچنے اور اچھے کام کے انجام دینے کی طرف دعوت دیتی ہے لہذا جو حکم خدا و حکم نماز کے تحت عمل کرتا ہے اسکے لئے نماز بھی فائدہ مند ثابت ہوتی ہے وگرنہ فائدہ مند نہیں کیوں کہ نماز کیلیئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اقم الصلوٰۃ''یعنی میری یاد کو باقی رکھنے کے لئے نماز کو قائم کرو ظاہر سی بات ہے کہ جو انسان اللہ کی یاد میں رہے گا وہ اسکی اطاعت میں سرگرم رہے گا اور ہر طرح سے اسکی نافرمانی سے بچنے کی کوشش کرے گا۔

نتیجہ: نماز میں ایک خاص اثر ہے جو نماز گزار کو گناہوں سے بچاتا ہے البتہ اس کا اثر اس عبادت کے اثر کے لحاظ سے ہے نہ کہ اسکے لئے علیّت کے اعتبار سے کیوں کہ اس کا اثر اس وقت ہوتا ہے جب کوئی مانع و مزاحم نہ ہو آخرت کے ترازوں کی مانند کہ جتنا عبادتِ الٰہی کا پہلو سنگین ہوگا اتنا گناہ کا پہلو کمزور وضعیف ہوگا جتنا گناہ و معصیتوں کا پہلو سنگین ہوگا تو عبادتِ الٰہی کا پہلو بھی ہلکا ہو جائے گا اور مزید ان باتوں کی حقیقت ہمارے معاشرے میں نماز پڑھنے والوں اور نہ پڑھنے والوں کی حالتوں کو دیکھ کر بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ جو نماز پڑھتے ہیں اور نجاست وطہارت کا اور حلال وحرام کا بھی خیال رکھتے ہیں اور جو نماز نہیں پڑھتے اُنمیں ان چیزوں کی رعایت نظر نہیں آتی ہے یا کم نظر آتی ہے لہذا بُرے کاموں سے رُکنے کا فائدہ نماز کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔

یادِ الٰہی کی اقسام

اللہ کی یاد کے دو طریقہ ہیں ۱۔زبانی یاد ۲۔قلبی یاد یعنی حضورِ قلبی

نماز میں یہ دونوں یادیں آجاتی ہیں جسکی دلیل میں مندرجہ ذیل آیات قابلِ ذکر ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے نماز کے بُرے کاموں سے روکنے میں ذکرِ الٰہی کے ذریعہ ہدف کو بیان کیا ہے کیوں کہ نماز میں مہم ترین ہدف یادِ پروردگار ہے جو ہر برائی سے بچانے کا سبب بنتی ہے۔

قرآن میں یادِ الٰہی کے فوائد: قرآن میں یادِ الٰہی کے فوائد مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔:''اذا نودی للصلٰوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ''(سورہ جمعہ کی آیہ۹)

ترجمہ: جب نماز کے لئے ندا دی جائے تو ذکرِ الٰہی کی طرف نکل پڑو۔

۲۔:''واقم الصّلوٰۃ لذکری''(سورہ طہٰ کی آیہ۱۴)

ترجمہ: اور نماز کو قائم کرو میری یاد کے لئے۔

۳۔:''الا بذکر اللہ تطمئنّ القلوب''(سورہ رعد کی آیہ۲۸)

ترجمہ: آگاہ ہوجاؤ کہ ذکرِ الٰہی سے قلوب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

۴۔:''واذکر ربّک فی نفسک تضرّو خیفۃ''(سورہ اعراف کی آیہ۲۰۵)

ترجمہ: اور اللہ کو اپنے دل ہی دل میں تضرّع اور خوف کے ساتھ یاد کرو۔

۵۔:''یا ایّھا النفس المطمئنّۃ ارجعی الیٰ ربّک راضیۃ مرضیّۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی''(سورہ فجر کی آیہ۲۷۔۳۰) ترجمہ: اے نفسِ مطمئنّہ ﴿۲۷﴾ اپنے پروردگار کی طرف پلٹ آ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے ﴿۲۸﴾ اور میرے بندوں میں داخل ہوجا ﴿۲۹﴾ اور میری جنّت میں داخل ہوجا۔

۶۔:''فاذکرونی اذکرکم''(سورہ بقرہ کی آیہ۱۵۲)

ترجمہ: لہٰذا مجھے یاد کرو تاکہ میں تم لوگوں کو یاد کروں۔

۷۔:''یا ایّھا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً''(سورہ احزاب کی آیہ۴۱)

ترجمہ: اے صاحبانِ ایمان کثرت سے یادِ الٰہی کیا کرو۔

۸۔:''ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفّر عنکم سیّئاتکم''(سورہ نساء کی آیہ۳۱)

ترجمہ: اگر تم لوگ گناہانِ کبیرہ سے اجتناب کرو گے تو ہم تمہارے گناہانِ صغیرہ کو خود ہی معاف کردیں گے۔

۹۔:"الذین ان مکّنا ھم فی الارض اقاموا الصّلوٰۃ واٰتوا الزّکوٰۃ وامروا بالمعروف و نھو عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور" (سورہ حج آیہ ۴۱)

ترجمہ: یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے زمین میں اختیار دیا تو انھوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور نیکیوں کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا اور اللہ ہی کے اختیار میں تمام امور کا سرانجام ہے۔

مزید اس مطلب کی تائید مندرجہ ذیل آیات سے بھی ہوتی ہے: سورہ مومنون آیہ ۲، سورہ اعراف آیہ ۱۷، سورہ معارج آیہ ۲۲، سورہ عنکبوت آیہ ۴۵، سورہ جمعہ آیہ ۹، سورہ مریم آیہ ۱۴

نکتہ: علاّمہ طباطبائی نے لفظِ 'مکّنا ھم' کے قدرتمند کرنے اور حکومت عطا کرنے کے معنیٰ کئے ہیں کہ قدرت و اختیار حاصل ہونے کے بعد اسلامی معاشرے کے سب سے پہلے جو وظائف بنتے ہیں اُنہیں اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے (المیزان ۱۴/۵۷۴)

کیوں نہ ہو تمام کاموں کا سرانجام اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے" وللہ عاقبۃ الامور" و"الی اللہ ترجع الامور"۔

روایات میں ذکرِ الٰہی کے فوائد

روایت ا۔:"قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَنْ اُعطِیَ لِساناً ذاکِراً فَقَدْ اُعْطِیَ خیرَ الدُنیا والآخرۃ"

ترجمہ: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے زبانِ ذکر عطا کی گئی اُسے دنیا وآخرت کی نیکیاں دیدی گئیں۔

روایت ۲۔:"سُئِلَ عَنِ النَّبِی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اَیُّ الْعِبادَۃِ اَفْضَلُ دَرَجۃٍ عِنْدَ اللہِ یوْمَ الْقِیامَۃِ؟ قالَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: الذّاکِرُونَ اللہَ کَثِیراً" (مذکورہ دونوں روایات کا مدرک تفسیر نمونہ ۱۷/۳۵۶)

ترجمہ: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قیامت کے دن کون سی عبادت اللہ کے نزدیک درجات کے لحاظ سے افضل ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنا۔

روایت۳۔:"قَالَ الْاِمَامُ الْبَاقِر عَلَیْهِ السَّلام: مَنْ اَتَمَّ رُکُوعَهُ وَ سُجُودَهُ لَمْ تَدْ خُلْهُ وَحْشَةٌ فِی الْقَبْرِ" (وسائل الشیعہ ۹۲۸/۴) ترجمہ: امام باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو کوئی رکوع و سجود کو کامل ادا کرے اُسے قبر میں وحشت محسوس نہیں ہوگی۔

روایت۴۔:"قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَنْ لَمْ تَنهَ صَلاتُهُ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ لَمْ تَزِدْهُ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا" (شہاب الاخبار ص۲۱۵) ترجمہ: جسے اُسکی نماز فحشاء و منکر کاموں سے نہ روک سکے اُسے اللہ سے دوری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔

روایت۵۔:"قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ یُطِعِ الصَّلٰوةَ وَطَاعَةُ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَر" (بحار الانوار ۱۹۸/۸۲)

ترجمہ: جو اپنی نماز کی اطاعت نہیں کرتا گویا اس نے نماز ہی انجام نہیں دی اور اطاعتِ نماز یہ ہے کہ فحشا و منکر کاموں سے جنکی تشریح پہلے گزر چکی ہے اُن سے اجتناب کرے۔

روایت۶۔:"قَالَ الْاِمَامُ الْصَادِقُ عَلَیْهِ السَّلام: مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَعْلَمَ اَقْبَلَتْ صَلاتُهُ اَمْ لَمْ تُقْبَلْ فَلْیَنْظُرْ هَلْ مَنَعَتْهُ صَلاتُهُ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ فَبِقَدْرِ مَا مَنَعَتْهُ قُبِلَتْ مِنْهُ" (بحار الانوار ۱۹۸/۸۲) ترجمہ: جو یہ چاہتا ہے کہ یہ جانے کہ اسکی نماز قبول ہوئی یا نہیں تو وہ اپنے آپ کو اس بات میں چیک کرے کہ وہ نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ برائیوں سے بھی بچا ہے یا نہیں کیوں کہ جتنی مقدار میں یہ گناہوں سے بچے گا اُتنی ہی مقدار میں اُسکی نماز بھی قابلِ قبول ہے۔

روایت۷۔:"قَالَ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلام: فَرَضَ اللّٰهُ الْاِیْمَانَ تَطْهِیْرًا مِنَ الشِّرْکِ وَالصَّلٰوةَ تَنْزِیْحًا عَنِ الْمُنْکَرِ..." (حکمت نمبر ۲۵۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایمان کو شرک سے پاک کرنے کے لئے واجب قرار دیا اور نماز کو غرور و تکبُّر سے پاک رکھنے کے لئے واجب قرار دیا۔

روایت۸۔''قَالَ الْاِمَامُ الْصَادِقُ عَلَیْہِ السَّلام: لَاتَنْظُرُوا اِلٰی طُوْلِ رُکُوْعِ الْرَجُلِ وَسُجُودِہٖ فَاِنَّ ذَالِکَ اِعْتَادَہُ فَلَوْتَرَکَہُ اِسْتَوحَشَ لِذَالِکَ وَلٰکِنْ اُنْظُرُوا اِلٰی صِدْقِ حَدِیْثِہٖ وَاَدَاءِ اَمَانَتِہٖ'' (تفسیر نور الثقلین)

ترجمہ: لوگوں کے طولانی رکوع وسجدوں کی طرف مت دیکھو کیوں کہ یہ عادت بھی جو اس نے کرلی ہے اگر وہ اسے ترک کرے تو خوفزدہ ہوتا ہے بلکہ اسکی گفتگو کی صداقت اور ادائے امانت کی طرف دیکھو (کہ وہ سچ بولتا ہے اور امانت داری کرتا ہے یا نہیں)۔

روایت۹۔: نماز انسان میں فضائلِ اخلاقی کی پرورِش کے ساتھ ساتھ معنویّات کو بھی کمال تک پہنچاتی ہے جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''الصلوٰۃ قربان کلّ تقیٍّ'' (نہج البلاغہ ک ۱۳۶)

ترجمہ: نماز وسیلہ ہے ہر قسم کی پرہیز گاری کا۔

جیسا کہ سورہ حج کی آیہ ۴۶ میں یوں ارشاد ہوا: ''فانّھا لاتعمیٰ الابصار ولکن تعمیٰ القلوب التی فی الصدور'' ترجمہ: کیوں کہ وہ آنکھوں سے اندھے نہیں ہیں یہ انکے سینوں میں جو قلوب ہیں وہ اندھے ہو چکے ہیں۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوا: ''نسوا اللہ فنسیھم'' (سورہ توبہ آیہ ۶۷)

ترجمہ: اُنھوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی اُنہیں بھلا دیا۔

روایت۱۰۔: نماز انسان کے تمام اعمال کو روح بخشتی ہے کیوں کہ نماز مجموعہ ہے نیت اور اعمالِ صالح کا جنکے تکرار سے انسانوں کے اخلاص کو تقویت ملتی ہے جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام نے ابن ملجم لعین کی شمشیر لگنے کے بعد وصیت کرتے ہوئے یوں فرمایا: ''اللہ اللہ فی الصّلوٰۃِ فانّھا عمود دینکم'' (نہج البلاغہ کلام ۴۷)

ترجمہ: اللہ کیلئے، اللہ کیلئے نماز کا خیال رکھنا کیوں کہ نماز تمہارے دین کا ستون ہے۔

روایت ۱۱۔: امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''اَوّلُ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ الصَّلٰوۃُ فَاِنْ قُبِلَتْ قُبِلَ سَائِرُ عَمَلِهِ وَاِنْ رُدَّ عَلَیْهِ سَائِرُ عَمَلِهِ'' (بحارالانوار ۸۴/۳۱۷)

ترجمہ: سب سے پہلی چیز جس کے بارے میں قیامت کے دن بندوں سے سوال ہوگا وہ نماز ہے اس لئے کہ اگر نماز قبول ہوگئی تو سارے اعمال قبول ہوجائینگے اور اگر نماز رد کردی گئی تو تمام اعمال رد کردیئے جائیں گے۔

روایت ۱۲۔: نماز کی شرائطِ قبول کے علاوہ کچھ شرائطِ کمال بھی ہیں اور یہ وہ شرائط ہیں جنکی رعایت کرنے سے انسان بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے منجملہ اُن شرائط میں سے ایک شراب نوشی سے دوری اختیار کرنا ہے جیسا کہ روایتِ معصوم میں ارشاد ہوا: ''لَاتُقْبَلُ صَلٰوۃُ شَارِبِ الْخَمْرِ اَرْبَعِیْنَ یَوْماً اِلَّا اَنْ یَتُوبَ'' (بحارالانوار ۸۴/۳۱۷)

ترجمہ: شراب خور انسان کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی مگر یہ کہ وہ توبہ کرلے۔

روایت ۱۳۔: ''قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَوْکَانَ عَلٰی بَابِ دَارِ اَحَدِکُمْ نَهَرٌ وَاغْتَسَلَ فِی کُلِّ یَوْمٍ مِنْه خَمْسَ مَرَّاتٍ اَکَانَ یَبْقٰی فِی جَسَدِهِ مِنَ الدَّرَنِ شَیْءٌ ؟قُلْتُمْ لَا،قَالَ: فَاِنَّ مَثَلَ الصَّلٰوۃِ کَمَثَلِ النَّهرِ الْجَارِیْ کُلَّمَا صَلّٰی کَفَرَتْ مَا بَیْنَهُمَا مِنَ الذُّنُوبِ''
(وسائل الشیعہ ۳/۷ب۲ از ابواب اعداد الفرائض ح۳)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ اپنے اصحاب کے مجمع میں سوال کرتے ہیں کہ اگر کسی کے گھر کے دروازے کے پاس صاف شفّاف نہر ہو اور وہ اس نہر میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر میل کچیل باقی رہے گی؟ اصحاب نے جواب دیا: نہیں تو. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز بھی بلکل اسی طرح سے ہے کہ جیسے جیسے انسان نماز پڑھتا رہتا ہے تو دو نمازوں کے درمیان کے جو گناہ ہوتے ہیں وہ جھڑتے جاتے ہیں۔

دو اہم داستانیں

پہلی داستان: تفسیر مجمع البیان میں حمّاد بن سلمہ نے علی بن زید سے اور انھوں نے عثمان سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں ایک دفعہ میں سلمان کے ساتھ ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ سلمان نے درخت کی شاخ کو پکڑ کر زور سے ہلایا جس سے اسکے پتّے جھڑے تو سلمان نے مجھ سے کہا کہ اے عثمان کیا تم مجھ سے نہیں پوچھو گے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں تو سلمان نے کہا ایک دفعہ میں بھی اسی طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس درخت کی شاخ کو اسی طرح پکڑ کر ہلایا اور اس درخت سے پتّے گرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے کہا کیا مجھ سے نہیں پوچھو گے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ تو میں نے پوچھا کہ ایسا کیوں کیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان جب صحیح طریقے سے وضو کرتا ہے اور نمازِ پنجگانہ ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ بھی انہیں پتّوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں۔

دوسری داستان: حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ایک دفعہ ہم لوگ مسجد میں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے کہ نماز کا وقت آپہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے ایک شخص نے کہا یارسول اللہ مجھ سے گناہ سرزد ہو گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز پڑھو کہ بیشک اگر نماز صحیح طریقے سے ادا کی جائے تو یہ گناہوں کا کفّارہ قرار پاتی ہے (تفسیر المیزان)

مناظرے کے اصول کا بیان

آیت: ''ولا تجادلوا اهل الکتاب الّا بالتی هی احس الّا الذین ظلموا منهم و قولوا آمنّا بالّذی انزل الینا و انزل الیکم والٰهنا والٰهکم واحد و نحن له مسلمون ﴿۴۶﴾'' ترجمہ: اور تم لوگ اہلِ کتاب سے مناظرہ نہ کرو مگر اس انداز سے جو اچھا ہو سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے ان میں سے ظلم کیا اور کہو کہ ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری

طرف نازل کیا گیا اور جو تم لوگوں کی طرف نازل کیا گیا اور ہمارا اور تم لوگوں کا معبود ایک ہی ہے اور ہم سب اُسی کے اطاعت گذار ہیں۔

تفسیر: گذشتہ آیات میں تلاوت قرآن اور دعوتِ تبلیغ کے بعد اس آیت میں کیفیتِ تبلیغ کا ذکر ہو رہا ہے اگر چہ اہل کتاب کا اطلاق یہود و نصاریٰ پر ہوتا ہے مگر مجوس و صابئین بھی انمیں شامل ہیں لہذا مناظرے میں چند مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

۱۔ سامنے والے کی گفتگو کو صبر و تحمّل کے ساتھ سنا جائے اور پھر جواب بھی نرمی سے دیا جائے۔

۲۔ طرفینِ مناظرہ کا مقصد حقائق کو واضح کرنا ہو نہ جنگ و جدال۔

۳۔ گفتگو میں سابقہ دشمنی یا تعصّب کو درمیان میں نہ لایا جائے۔

۴۔ مطلب کے روشن ہو جانے پر اسے قبول کیا جائے۔

مزید اس مطلب کی وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ کریں۔

۱۔ ''اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ . اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۱۲۵﴾'' (سورہ نحل آیہ ۱۲۵)

ترجمہ: تم اپنے پروردگار کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ دعوت دو اور ان سے بہترین طریقہ سے بحث کرو بیشک تمہارا پروردگار انہیں زیادہ بہتر جانتا ہے جو اسکی راہ سے بہک گئے ہیں اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی بہتر جانتا ہے۔

۲۔ ''اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْ اُخْرٰکُمْ فَاَثَابَکُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّکَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا مَآ اَصَابَکُمْ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

(سورہ آل عمران آیہ ۱۵۳)

ترجمہ: جب تم لوگ بلندی پر جا رہے تھے اور مڑ کر کسی کو دیکھ بھی نہیں رہے تھے جب کہ رسول پیچھے

کھڑے تمہیں پکار رہے تھے جس کے نتیجہ میں اللہ نے تمہیں غم کے بدلے غم دیا تاکہ تم رنجیدہ نہ ہو اس چیز پر جو ہاتھ سے نکل گئی اور نہ اس مصیبت پر جو تم تک پہنچی ہو اور اللہ تمہارے اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے۔

۳۔ ''اِنَّکَ کُنۡتَ بِنَا بَصِیۡرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدۡ اُوۡتِیۡتَ سُؤۡلَکَ یٰمُوۡسٰی ﴿۳۶﴾''
(سورہ طٰہٰ آیہ ۳۶)

ترجمہ: بیشک تو ہمارے حالات سے بہتر باخبر ہے ﴿۳۵﴾ ارشاد ہوا موسیٰ تمہیں تمہاری مراد دیدی گئی۔

۴۔ ''وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا فِیۡ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لِلنَّاسِ مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ. وَکَانَ الۡاِنۡسَانُ اَکۡثَرَ شَیۡءٍ جَدَلًا'' (سورہ کہف آیہ ۵۴)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے اس قرآن میں ہر طرح کے لوگوں کے لئے ہر طرح کی مثالیں بیان کردی ہیں اور انسان تو سب سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے۔

۵۔ ''رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَۃً لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَاغۡفِرۡلَنَا رَبَّنَا. اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۵﴾
(سورہ مومن (ممتحنہ) آیہ ۵)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہمیں کفار کے لئے آزمائش کا وسیلہ قرار نہ دے اور ہماری بخشش فرما اے ہمارے پروردگار بیشک تو صاحبِ عزت وحکمت ہے۔

چند اہم نکاتِ تفسیری: پہلا نکتہ: ''اِلّا الذین ظلموا'' کے جملہ سے اشارہ ان اہل کتاب کی طرف ہے جو دشمنی وعناد کے تحت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نرم گفتگو بھی آپکی کمزوری پر حمل کرتے اور کہتے تھے کہ یہ اسطرح سے لوگوں کو اپنے جال میں پھنسانا چاہتے ہیں لہذا ایسے لوگوں سے تو مناظرہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

دوسرا نکتہ: ''وقولوا آمنّا'' اس جملہ میں اہل کتاب سے نزدیک ہونے کی روِش بتائی جارہی ہے کہ جب

بھی انکے سامنے بعثتِ انبیاء اور نزولِ کتبِ آسمانی کا ذکر کروگے تو وہ نزدیک ہوسکتے ہیں (المیزان)

تیسرا نکتہ: ''جدال'' رسّی بنانے ومحکم کرنے کو کہتے ہیں کیوں کہ دو افراد جب آپس میں کسی بات پر بحث کرتے ہیں تو حقیقت میں دونوں اپنے اپنے نظریہ کے تحت سامنے والے کو قائل کرنا چاہتے ہیں اس لئے اس کام کو بھی جدال کہا گیا ہے۔

چوتھا نکتہ: ''التی ھی احسن'' یہ جملہ تمام صحیح ومناسب بحثوں کو شامل ہے چاہے الفاظ میں ہو یا گفتگو کے متن میں ہو یا گفتار و کردار و حرکات میں ہو لہٰذا مناظرہ کی کیفیت کے تمام پہلو اس میں آجائیں گے کیوں کہ قرآن کا مناظرہ کرنے سے مقصد مجادلہ وطلبِ برتری اور دوسروں کو شرمندہ کرنا نہیں ہے بلکہ قرآن کا ہدف کلام کو موثّر اور انسانوں کے قلب وروح کی گہرائیوں تک پہچانا ہے اسی لئے قرآن نے اکثر مسائل کو سوال کی صورت میں پیش کیا ہے تاکہ جواب خود مخاطب کی اندرونی فکر سے پھوٹ کر نکلے۔

جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ احسن مناظرے کی ایک مثال جو سورہ یسین کے آخر میں منکرینِ معاد کے بارے میں ذکر ہوئی ہے جب انھوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آکر سوال کیا ''من یحیی العظام وھی رمیم''

یعنی کون ہے جو ان بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ سے زندہ کرے گا؟ تو آپ نے جواب میں اس آیت کی تلاوت فرمائی: ''قل یُحییھا الذی انشاھا اوّل مرّۃ...'' (یسین آیہ ۷۸-۸۱)

یعنی وہی اللہ اُنہیں زندہ کرے گا جس نے پہلی دفعہ انہیں خلق کیا ہے۔ (تفسیر نور الثقلین ۴/۱۶۳)

جیسا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ''لَا تُصَدِّقُوا اَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِاللّٰه وَرُسُلِهِ فَاِنْ قَالُوا بَاطِلاً لَمْ تصدّقُوا هُمْ وَاِنْ قَالُوا حقّاً لَمْ تُكَذِّبُوهُمْ'' (تفسیر منہج الصادقین ذیل آیہ)

ترجمہ: اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو اور ان سے کہو کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے اور اگر وہ باطل باتیں کریں تو انکی تصدیق نہ کرو اور اگر حق بات بھی کریں تو انکی تکذیب نہ کرنا۔

آسمانی کتاب کی عظمت اور اس کے منکروں کا شدید عذاب

آیت: ''وَ کَذٰلِکَ اَنۡزَلۡنَا اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ فَالَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ وَمِنۡ ھٰۤؤُلَآءِ مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِہٖ وَمَا یَجۡحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الۡکٰفِرُوۡنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا کُنۡتَ تَتۡلُوۡا مِنۡ قَبۡلِہٖ مِنۡ کِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیۡنِکَ اِذًا لَّارۡتَابَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿۴۸﴾ بَلۡ ھُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیۡ صُدُوۡرِ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَمَا یَجۡحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوۡا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡہِ اٰیٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہٖ قُلۡ اِنَّمَا الۡاٰیٰتُ عِنۡدَ اللّٰہِ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمۡ یَکۡفِھِمۡ اَنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ یُتۡلٰی عَلَیۡھِمۡ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَرَحۡمَۃً وَّذِکۡرٰی لِقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۱﴾ قُلۡ کَفٰی بِاللّٰہِ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَکُمۡ شَھِیۡدًا یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡبَاطِلِ وَکَفَرُوۡا بِاللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۵۲﴾ وَیَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالۡعَذَابِ وَلَوۡلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّی لَّجَآءَھُمُ الۡعَذَابُ وَلَیَاۡتِیَنَّھُمۡ بَغۡتَۃً وَّھُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۵۳﴾ یَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالۡعَذَابِ وَاِنَّ جَھَنَّمَ لَمُحِیۡطَۃٌۢ بِالۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۵۴﴾ یَوۡمَ یَغۡشٰھُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ فَوۡقِھِمۡ وَمِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِھِمۡ وَیَقُوۡلُ ذُوۡقُوۡا مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۵۵﴾' (سورہ عنکبوت از ۴۷ تا ۵۵)

ترجمہ: اور اسی طرح سے ہم نے تمہاری طرف کتاب کو نازل کیا لہذا وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں سے بھی بعض لوگ ایمان رکھتے ہیں اور ہماری آیات کا انکار سوائے کافروں کے کوئی نہیں کرتا ہے ﴿۴۷﴾ اور اے پیغمبر اس سے پہلے نہ تم نے کوئی کتاب پڑھی تھی اور نہ تم نے اپنے ہاتھ سے کچھ لکھا تھا ورنہ اہل باطل شبہ میں پڑ جاتے ﴿۴۸﴾ بلکہ قرآن میں روشن آیات ہیں ان لوگوں کے قلوب میں جنہیں علم دیا گیا اور ہماری آیات کا انکار صرف

ظالم لوگ کرتے ہیں ﴿۴۹﴾ اور انھوں نے کہا کہ کیوں اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی نازل نہیں ہوتی ہے تم کہدو کہ آیات اللہ کے پاس ہیں اور میں تو صرف اعلانیہ طور پر ڈرانے والا ہوں ﴿۵۰﴾ کیا ان کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جس کی ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے اور یقیناً اس میں رحمت اور صاحبانِ ایمان قوم کے لئے نصیحت کا سامان ہے ﴿۵۱﴾ اے نبی تم کہدو کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے کافی ہے جو کچھ آسمانوں وزمین میں ہے اسے ہر چیز کا علم ہے اور جو لوگ باطل پر ایمان رکھتے ہیں وہی لوگ خسارا اُٹھانے والے ہیں ﴿۵۲﴾ اور وہ لوگ تم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور اگر اس کا وقت معین نہ ہوتا تو وہ اب تک اُن پر آچکا ہوتا اور وہ اچانک ہی ان پر آئے گا اور اُنہیں شعور بھی نہیں ہوگا ﴿۵۳﴾ اور وہ لوگ تم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور بیشک جہنم تو کافروں کو اپنی گرفت میں لینے والی ہے ﴿۵۴﴾ جس دن عذاب انہیں ڈھانپ لے گا ان کے اوپر سے اور ان کے نیچے سے اور اللہ ان سے کہے گا کہ اب اپنے اعمال کا مزہ چکھو ﴿۵۵﴾

تفسیر: ان آیات میں بھی چند مندرجہ ذیل نکاتِ تفسیری قابلِ ذکر ہیں:

پہلا نکتہ: ''کذٰلک'' اس میں چند احتمال دیئے گئے ہیں

۱۔ یہ کتاب اس وقت نازل ہوئی ہے کہ تمام گذشتہ انبیاء وکتبِ آسمانی اسکی تصدیق کرنے والی ہیں اور یہ کتاب اطاعتِ الٰہی کی طرف دعوت دینے والی ہے (المیزان)

۲۔ یا یہ کہ جس طرح توراتِ موسیٰؑ پر نازل ہوئی یہ قرآن آپ پر نازل ہوا (مجمع البیان)

۳۔ یا یہ کہ یہ کتاب وحدتِ معبود کی روش پر نازل ہوئی ہے (نمونہ)۔

دوسرا نکتہ: ''ومن ھٰؤلاءِ من یومن بہ'' اس جملے سے پتہ چلتا ہے کہ بعض مشرکین استقلال رکھتے تھے، ''اِلّا الظّالمون'' یہاں آیاتِ الٰہی کے ساتھ ظلم کرنا اور اُنہیں جھٹلانا مراد ہے۔ (المیزان)

تیسرا نکتہ: مندرجہ ذیل کلمات کی تشریح میں ہے 'اُتْـلُ' میں یہاں کتاب سے پڑھنا مراد ہے اور لفظِ 'تـخـطّـه' مادّہ خطّ سے ہے یعنی لکھنا 'یـجـحد' یہ جملہ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں انسان حقیقت کو جانتے پہچانتے ہوئے انکار کرے 'مبطلون' یعنی غلط ادّعیٰ کرنے والے، ناحق بات کرنے والے، 'یـغشّهـم' مادّہ غشاوت سے ہے جسکے معنیٰ پوری طرح سے ڈھانپ دینے کے ہیں 'محیطۃ' کے بھی یہی معنیٰ ہیں (المیزان)

چوتھا نکتہ: ''اولم یکفهم''، اس جملہ کی وضاحت مندرجہ ذیل آیات سے ہوتی ہے۔

ا۔ ''یَاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ''

(سورہ بقرہ آیہ ۲۱)

ترجمہ: اے لوگوں اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے کے لوگوں کو خلق کیا تا کہ تم لوگ پرہیزگار بن جاؤ۔

۲۔ ''قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِهٖ فَرَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰی سَبِیْلاً ﴿۸۴﴾''

(سورہ اسرا آیہ ۸۴)

ترجمہ: اے نبی تم کہدو کہ ہر ایک اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہے اور تمہارا پروردگار زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون سب سے زیادہ سیدھے راستہ پر ہے۔

پانچواں نکتہ: ''اجل مسمّیً''، اس سے مراد وہی وقتِ مقررہ ہے جس کا ذکر سورہ بقرہ کی آیہ ۳۶ میں اسطرح سے ہوا: ''فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا کَانَا فِیْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ﴿۳۶﴾''

ترجمہ: ''پھر شیطان نے اُن دونوں کو اس درخت کے بارے میں لغزش میں ڈالا اور اُنہیں اس حالت سے نکال دیا جس میں وہ تھے اور ہم نے ان سب سے کہا کہ تم اُتر جاؤ تم میں سے بعض بعضِ دیگر کے دشمن ہو تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا اور فائدہ ہے ایک وقتِ مقررہ تک۔ اور سورہ

اعراف کی آیہ ۳۴ میں اسطرح سے ہوا: ''وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾''

ترجمہ: ''اور ہر قوم کے لئے ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آجائے گا تو وہ لوگ اسے ایک گھڑی کے لئے بھی نہ تاخیر کر سکتے ہیں اور نہ ہی مقدم کر سکتے ہیں۔

چھٹا نکتہ: ''وما کنت تتلوا..'' یعنی تمہاری عادت تو یہ نہیں تھی کہ کچھ پڑھتے یا اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے لہذا یہ تمہاری اپنی طرف سے لکھی ہوئی تو ہو نہیں سکتی ہے۔ کیوں کہ اوّلاً: کسی سے بھی تعلیم کا حاصل نہ کرنا بعض لوگوں کے لئے عیب شمار ہوتا ہے اور بعض لوگوں کے لئے کمال شمار ہوتا ہے جیسا کہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہے کہ ایسے شخص نے جس نے کسی سے پڑھنا لکھنا نہ سیکھا اس کے باوجود ایسی کتاب پیش کی جس کا اب تک کوئی جواب نہ لا سکا ہے اور نہ لا سکتا ہے ثانیاً: اس وقت سرزمینِ حجاز میں درس وتدریس کا نظام بھی نہیں تھا اور پورے شہرِ مکّہ میں صرف ۱۷ افراد اہلِ علم تھے اور عورتوں میں صرف ایک تھی (فتوح البلدان ص ۴۵۹)

ساتواں نکتہ: ایسے اُمّی معاشرے میں ایک ایسے شخص کا اُٹھنا اور ایسے کلام کو پڑھ کر سنانا جو دوسروں کو مبہوت کر ڈالے تو یقیناً کمال ہے اور پھر علماءِ یہود ونصاریٰ سے مناظرے میں کامیاب ہونا عین فضیلت ہے اور آپ کا لایا ہوا قرآن معجزہ بھی ہے انسانی زندگی کا کامل برنامہ بھی ہے اور باعثِ رحمت وبرکت بھی ہے۔

آٹھواں نکتہ: اس آیت ''لولا انزل علیه آیات من ربّه'' کا جواب مندرجہ ذیل دو آیات میں دیا گیا: ۱۔ ''وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ

مِنۡ زُخۡرُفٍ اَوۡ تَرۡقٰی فِی السَّمَآءِ وَلَنۡ نُّؤۡمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیۡنَا کِتٰبًا نَّقۡرَؤُہٗ قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّیۡ ہَلۡ کُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا ﴿۹۳﴾ (سورہ اسراء آیہ ۹۰۔۹۳)

ترجمہ: اوران لوگوں نے یہ کہا کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک تم ہمارے لئے زمین سے چشمہ نہ جاری کردو ﴿۹۰﴾ یا تمہارے پاس کھجور اور انگور کے باغ ہوں جن کے درمیان تم نہریں جاری کردو ﴿۹۱﴾ یا تم اپنے خیال کے مطابق آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہمارے اوپر گرادو یا اللہ اور ملائکہ کو ہمارے سامنے لاکر کھڑا کردو ﴿۹۲﴾ یا تمہارے پاس سونے کا کوئی مکان ہو یا تم آسمان کی بلندیوں پر چڑھ جاؤ تو ہم اس بلندی پر بھی ایمان نہ لائیں گے جب تک کوئی ایسی کتاب نازل نہ کردو جسے ہم پڑھ سکیں۔تو اے نبی تم ان سے کہدو کہ میرا پروردگار بڑا بے نیاز ہے اور میں صرف ایک بشر ہوں جسے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

۲۔ ”وَلَوۡ اَنَّنَا نَزَّلۡنَا اِلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃَ وَکَلَّمَہُمُ الۡمَوۡتٰی وَحَشَرۡنَا عَلَیۡہِمۡ کُلَّ شَیۡءٍ قُبُلًا مَّا کَانُوۡا لِیُؤۡمِنُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ یَجۡہَلُوۡنَ“ (سورہ انعام آیہ ۱۱۱)

ترجمہ: اور اگر ہم انکی طرف ملائکہ کو بھی نازل کردیتے اور مردے ان سے کلام بھی کرتے اور ان کے سامنے تمام چیزوں کو جمع بھی کردیں تو بھی وہ ایمان نہیں لانے والے ہیں مگر یہ کہ اللہ ہی چاہے لیکن ان کی اکثریت جہالت ہی سے کام لیتی ہے

نواں نکتہ: اس آیت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یوں خطاب ہوا ”قل کفٰی بینی و بینکم شہیدا“ سورہ احزاب کی آیہ ۴۰ میں یوں ارشاد ہوا ”ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیّین“

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی ایک کے بھی باپ نہیں ہیں وہ صرف اللہ کے رسول اور سلسلۂ انبیاء کے آخری شخص ہیں اور اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔

اور سورہ فتح کی آیہ ۲۹ میں یوں ارشاد ہوا: ''محمد رسول الله والّذین معه اشدّاء علی الکُفّار رُحماءُ بینهم'' ترجمہ: محمّد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفّار پر سخت اور آپس میں نہایت رحم دل ہیں تم اُنہیں رکوع وسجود کے عالم میں اللہ کے فضل اور اُسکی خوشنودی کو تلاش کرتے ہوئے دیکھو گے انکے چہروں پر سجدوں کے نشانات ہوں گے انکی یہ مثال تورات اور انجیل میں بھی ہے کہ ایسی زراعت جو پہلے کونپل نکالے پھر اُسے مضبوط کرے اور سخت ہو جائے اور اپنی شاخ پر کھڑی ہو جائے کہ زراعت کرنے والے تعجّب میں ڈالدے۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ کفّار کو مومنین کے ذریعہ سے غیظ میں لائے، اللہ کا صاحبانِ ایمان وعملِ صالح سے وعدہ ہے کہ انکے لئے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے۔

دسواں نکتہ: ''اُوْتُوا العلم'' اس آیت کے ذیل میں ابی بصیر نقل کرتے ہیں کے چھٹے امام نے مذکورہ آیت کی تلاوت کرتے ہوئے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے ارشاد فرمایا: ''اس سے مراد ہم اہلبیت علیہم السلام کے سینے ہیں'' (اصول کافی ۱/۲۱۳ مراۃ العقول ۲/۴۳۶)

گیارواں نکتہ: ''اُولٰئک هم الخاسرون'' اس سے بڑھ کر نقصان کیا ہوگا کہ ایک عاقل انسان اپنے آپ کو بے جان چیزوں کے آگے اُنکے احترم میں جھکادے۔

مزید اس خسران کا ذکر مندرجہ ذیل آیات میں ہوا:

۱۔ ''یُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ مَا كَانُوْا یَسْتَطِیْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا یُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾'' (سورہ ہود آیہ ۲۰۔۲۲)

ترجمہ: وہ لوگ روئے زمین پر اللہ کو عاجز نہیں کرسکتے ہیں اور نہ اللہ کے علاوہ ان کا کوئی ناصر ومددگار ہوگا ان کا عذاب دگنا کردیا جائے گا کہ وہ نہ حق بات سنتے تھے اور نہ اس کی طرف دیکھتے تھے ﴿۲۰﴾ یہی وہ

لوگ ہیں جنھوں نے اپنا ہی نقصان کیا اوران سے دور ہوا جووہ گڑا کرتے تھے ﴿۲۱﴾ یقیناً ایسے ہی لوگ آخرت میں گھاٹے میں رہینگے ﴿۲۲﴾

۲۔''اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ زَیَّنَّا لَہُمۡ اَعۡمَالَہُمۡ فَہُمۡ یَعۡمَہُوۡنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ لَہُمۡ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ وَ ہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ ہُمُ الۡاَخۡسَرُوۡنَ ﴿۵﴾'' (سورہ نمل آیہ۴۔۵)

ترجمہ: بیشک جولوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ہم نے انکے اعمال کوان کے لئے آراستہ کردیا ہے اور وہ اُنہیں اعمال میں بھٹک رہے ہیں ﴿۴﴾ انہیں لوگوں کے لئے بدترین عذاب ہے اورآخرت میں خسارہ پائیں گے ﴿۵﴾

۳۔'' اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ سَعۡیُہُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ ہُمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّہُمۡ یُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّہِمۡ وَ لِقَآئِہٖ فَحَبِطَتۡ اَعۡمَالُہُمۡ فَلَا نُقِیۡمُ لَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَزۡنًا ﴿۱۰۵﴾ '' (سورہ کہف آیہ۱۰۴۔۱۰۵) ترجمہ: یہ وہی لوگ ہیں جن کی کوشش دنیاوی زندگی میں ناکام ہوئی اور وہ یہی گمان کرتے رہے کہ وہ اچھے کام کررہے ہیں ﴿۱۰۴﴾ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کی آیات اور ملاقات کاانکارکیا توانکے اعمال برباد ہوگئے لہذا قیامت کے دن ہم انکے لئے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے ﴿۱۰۵﴾

جدال ومراء میں فرق

ان دونوں میں مندرجہ ذیل فرق بیان کئے گئے ہیں: ۱۔''جدال'' میں سامنے والے کوتحقیر کرنا مقصود ہوتا ہے اور''مراء'' میں اظہارِ فضل وکمال مقصود ہوتا ہے ۲۔''جدال'' میں ابتدائی حملہ کو کہتے ہیں''مراء'' دفاعی حملہ کو کہتے ہیں ۳۔''جدال'' صرف مسائلِ علمی میں استعمال ہوتا ہے جبکہ''مراء'' اعم ہے یعنی مسائلِ علمی وغیر علمی دونوں میں استعمال ہوتا ہے اور اسلام نے ان دونوں کاموں سے روکا ہے لہذا اس سلسلے میں دومندرجہ ذیل روایاتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قابلِ ذکر ہیں:

۱۔''قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ اَنْ هَدَاهُمْ اِلَّا اُوتُوا الْجِدَالَ'' (احیاء العلوم)

ترجمہ: کوئی بھی گروہ ہدایت کے بعد گمراہ نہ ہوا مگر جدال کے ذریعہ سے۔

۲۔''قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :لَا يَسْتَكْمِلُ عَبْدٌ حَقِيْقَةَ الْاِيْمَانِ حَتّٰى يَدَعَ الْمَرْءَ وَاِنْ كَان مُحِقّاً'' (سفینۃ النجاۃ مادّہ مَرَءَ)

ترجمہ: کوئی بھی شخص ایمان کی حقیقت کو اس وقت تک کامل طریقے سے درک نہیں کرسکتا ہے جب تک 'مراء' کو ترک نہ کرے چاہے وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو۔

بارواں نکتہ: ''ویستعجلونک باالعذاب'' اس کا جواب قرآن میں مندرجہ ذیل تین طرح سے دیا گیا ہے۔

۱۔''ولولا اجل مسمّیً لجائهم العذاب''

ترجمہ: اور اگر ایک وقت مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو ان کے پاس عذاب آچکا ہوتا۔

۲۔''ولیاتینّهم بغتۃً وهم لا یشعرون''

ترجمہ: اور ان پر عذاب اچانک آجائے گا کہ اُنہیں اندازہ بھی نہیں ہو سکے گا۔

۳۔''وانّ جهنّم لمحیطة بالکافرین''

ترجمہ: اور بیشک جہنم کافروں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اسی طرح عذاب طلب کرنے والے پر عذاب کا نازل ہونا جیسا کہ ارشاد ہوا: ''واذ قالوا اللّٰهمّ ان کان هٰذا هو الحقّ من عندک فامطر علینا حجارة من السماء او ائتنا بعذاب الیم'' (سورہ انفال آیہ ۳۲) ترجمہ: اور اس وقت کو بھی یاد کرو جب انھوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا دردناک عذاب نازل کردے ﴿۳۲﴾ گویا اگر دنیا میں انپر عذاب نہ بھی آیا تو قیامت کے دن جہنم کا عذاب تو اُنکے لئے حتمی ہے البتہ دُنیوی

جہنم بھی مراد لی جا سکتی ہے جو اختلافات، دشمنی، خونریزی، ناامنی وغیرہ کی صورت میں لوگوں کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہیں۔

عبادت الٰہی کے فوائد

آیت: ''یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾''

ترجمہ: اے میرے ایماندار بندوں بیشک میری زمین وسیع ہے لہذا تم میری ہی عبادت کرنا۔

تفسیر: یہ خطاب ان صاحبانِ ایمان سے ہے جو کفر و شرک و گناہوں سے آلودہ سرزمین پر زندگی بسر کرتے ہیں اور اپنے لئے ایسی جگہوں پر رہنے کے سلسلے میں مختلف قسم کے جواز بھی تراشتے ہیں اور خود اپنے ایمان کو بھی محفوظ نہیں رکھ پاتے ہیں اور پھر یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ کیا کریں معاشرہ ہی ایسا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرما رہا ہے کہ میری زمین تو وسیع ہے لہذا جس سرزمین پر تم رہ رہئے ہو تمہارے دین کے تحفّظ کے لئے مناسب نہیں ہے تو وہاں سے ہجرت کر جاؤ ایسی جگہ کی طرف جہاں اپنے دین وایمان کو محفوظ رکھ سکو لہذا جب پوری کائنات اللہ کی ملکیت ہے تو جہاں بھی جو بھی عمل کرو گے یاد رکھو کہ اللہ دیکھ رہا ہے اب مزید چند مندرجہ ذیل نکات ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا نکتہ: ''فایّای فاعبدون'' کے جملہ میں پہلا 'فا' تفریعیہ ہے اور دوسرا 'فا' جزائیہ ہے یعنی اب جب تمہیں پتہ چل گیا کہ یہ ساری زمین میری ہے تو تم میری ہی عبادت کرو میرے غیر کی پرستش نہ کرنا اور اگر ایک جگہ میری عبادت تمہارے لئے ممکن نہ ہو یا مشکل ہو تو دوسری جگہ ہجرت کر جانا اور میری عبادت کو ترک نہ کرنا (المیزان)

دوسرا نکتہ: کیوں کہ مقصد خلقت عبادت ہے لہذا قرآن میں جگہ جگہ عبادت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کیوں کہ انسان خالص عبادت کے ذریعہ ہی ہر طرح کی برائیوں سے بچ سکتا ہے کیوں کہ شیطان نے انسان کے مقابل میں اللہ کی بارگاہ میں یہ قسم کھائی ہوئی ہے ''فبعزتک لاغوینّم

اجمعین الّا عبادک منھم المخلصین'' (سورہ ص آیہ ۸۲-۸۳)

ترجمہ: تیری عزت کی قسم کہ میں سب کو بہکاؤں گا سوائے تیرے خالص بندوں کے۔

لہذا جہاں انسان اپنے عمل میں اخلاص کو باقی رکھ سکے اور اللہ کی بندگی کو باقی رکھ سکے وہاں رہیے۔

جیسا کہ سورہ نساء کی آیہ ۱۰۰ میں یوں ارشاد ہوا: ''ومن یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغماً کثیراً و سعۃ'' ترجمہ: جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرتا ہے تو وہ زمین میں فراوانی پاتا ہے۔

اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے کے سلسلے میں روایات

۱۔ ''قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَنْ فَرَّ بِدِینِهِ مِنْ اَرْضٍ اِلٰی اَرْضٍ وَاِنْ کَانَ شِبْراً مِنَ الْاَرْضِ اِسْتَوجَبَ الْجَنَّةَ وَکَانَ رَفِیْقُ مُحَمَّدٍ وَاِبْرَاهِیْمَ علیهما السلام'' (تفسیر نور الثقلین ۱/۵۴۱)

ترجمہ: جو اپنے دین کو محفوظ رکھنے کی خاطر ایک سرزمین سے دوسری سرزمین کی طرف چاہے ایک بالشت ہی کیوں نہ ہو ہجرت کرے تو مستحق بہشت قرار پاتا ہے اور بہشت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کا پڑوسی قرار پاتا ہے۔

۲۔ ''قَالَ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلام: لَیْسَ بَلَدٌ بَاحِقُّ بِکَ مِنْ بَلَدٍ خَیْرُ الْبِلَادِ مَا حَمَلَکَ'' (نہج البلاغہ ک ۴۴۲) ترجمہ: تمہارے لئے ایک شہر سے دوسرا شہر زیادہ حقدار نہیں ہے بلکہ بہترین شہر وہ ہے جو تمہارا بوجھ اُٹھا سکے۔

۳۔ ''قَالَ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلام: اِنَّمَا الْمُهَاجِرُوْنَ الَّذِیْنَ یَهْجُرُوْنَ السَّیِّئَاتِ وَلَمْ یَاتُوا بِهَا'' (سفینۃ البحار مادّہ ہجر) ترجمہ: حقیقی مہاجر وہ ہے جو اپنے گناہوں سے ہجرت کرے یعنی اُن سے دوری اختیار کرے اور دوبارہ اُنکی طرف نہ جائے۔

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہوا: ''والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوّئنھم فی الدّنیا حسنۃ'' (سورہ نحل آیہ ۴۱)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اپنے اوپر ستم کرنے کے بعد تو ہم نے دنیا میں بھی انکے لئے پاکیزہ جگہیں قرار دی ہیں، ظاہر سی بات ہے کہ پاکیزہ واچھی جگہ وہی کہلائی گی جہاں انسان اپنے ایمان وعمل کو محفوظ اور خالص رکھ سکے۔

ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے

آیت: ''کل نفس ذائقة الموت ثم الینا ترجعون' ﴿۵۷﴾

ترجمہ: ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر ہماری طرف ہی تم سب کو پلٹایا جائے گا۔

تفسیر: اس آیت میں بھی مندرجہ ذیل کئی نکات پوشیدہ ہیں

پہلا نکتہ: جب کسی کو بھی اس دنیا میں ہمیشہ کے لئے نہیں رہنا ہے تو پھر اس فانی زندگی کے لئے اپنے آپ کو اتنی زحمت میں ڈالنے اور ذلّت ورسوائی اُٹھانے کا کیا فائدہ ہے۔

دوسرا نکتہ: جب سب ہی کو اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے تو اسکی بارگاہ میں کیا جواب دینا ہوگا وہ کن کن چیزوں کے بارے میں سوالات کرے گا کیا یہ کبھی ہم نے سوچا؟ اور اس فانی زندگی کے بعد جس ابدی زندگی کو پانا ہے کیا اس کے لئے ہم نے کچھ ساز وسامان مہیا کیا جس کے نتیجہ میں بہشت ملنے والی ہے جسکی توصیف کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَغُرَفاً یَریٰ ظُھُو رُھَا مِنْ بُطُونِھَا وَبُطُونُھَا مِنْ ظُھُورِھَا '' ترجمہ: بہشت میں ایسے صاف شفّاف غرفے ہیں جن کے داخل سے خارج اور خارج سے داخل صاف نظر آتا ہے کسی نے اُٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول یہ غرفے کن کے لئے ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ھِیَ لِمَنْ اَطَابَ الْکَلَا مَ وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ وَاَدَامَا لصِّیَامَ وَصَلَّی اللّٰہَ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ' یعنی وہ غرفے ان لوگوں کے لئے ہوں گے جو اپنی گفتگو کو پاکیزہ رکھتے ہیں اور بھوکوں کو سیراب کرتے ہیں اور زیادہ روزے رکھتے ہیں اور راتوں کو جب

سب سورہے ہوتے ہیں تو یہ لوگ اللہ کی عبادت کیا کرتے ہیں (تفسیر قرطبی ۷/۵۷۵)

تیسرا نکتہ: "غرفاً" بہشت کے اُن بہترین وخوبصورت محلوں کو کہتے ہیں جو نیکوکاروں کے لئے بنائے گئے ہیں۔

موت کے بارے میں روایات

۱۔ایک شخص نے آکر امام حسن علیہ السلام سے سوال کیا:"یابن رسول الله ما بالنا نکره الموت ولا نُحِبُّهُ؟" تو آپؑ نے جواب دیا:"انّکم اخربتم آخرتکم و عمّرتم دنیاکم وانتم تکرهون النقلة من العمران الی الخراب" (بحارالانوار ۶/۱۲۹/۱۸)

ترجمہ:اے فرزند رسول کیا وجہ ہے کہ ہم موت کو ناپسند کرتے اور اسے دوست نہیں رکھتے؟ تو آپؑ نے جواب دیا:وہ اس لئے کہ تم لوگوں نے اپنی آخرت کو خراب کردیا اور دنیا کو آباد کرلیا ہے اور تم لوگ آبادی سے خراب کردہ کی طرف جانا پسند نہیں کرتے ہو۔

۲۔امام علی النقی الہادی علیہ السلام نے بھی کسی کی طرف سے مذکورہ سوال کے جواب میں فرمایا:"یا عبدالله تخاف من الموت لانّک لاتعرفه" (بحارالانوار ۶/۱۲۷/۹)

ترجمہ:اے اللہ کے بندے تم موت سے اس لئے ڈرتے ہو کہ اسے پہچانتے نہیں ہو۔

۳۔امام زین العابدین علیہ السلام نے ارشادفرمایا:"لـمّا اشتدّ الامر بالحُسین بن علی بن ابی طالب کان الحُسین و بعض من معه تشرق الوانهم و تهدأُ جوارحهم و تسکن نفوسهم فقال بعضهم لبعض انظروا لایُبالی بالموت" (معانی الاخبار ۳/۲۸۸)

ترجمہ:جب حُسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام پر سختیوں کی بارش ہوئی تو حُسینؑ اور اُنکے بعض ساتھیوں کے رنگ شاداب ہوگئے اور انکے جسم مطمئن ہوگئے اور انکے نفوس کو آرام ہوا اور بعض بعض دیگر سے کہنے لگے دیکھو کہ وہ موت کی پرواہ نہیں کررہا ہے۔

بغیر موت کے زندگی بیکار ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''افحسبتم انّما خلقناکم عبثاً وانکم الینا لاترجعون' (سورہ آیہ)

ترجمہ: کیا تم لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم نے تم لوگوں کو بیکار خلق کیا ہے اور تم لوگوں کو ہماری طرف لوٹ کرنہیں آنا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر مسئلہ موت درمیان میں نہ ہوتا تو یہ حیاتِ دنیوی عبث و بیکار تھی اور 'عبث' کے معنیٰ عقلائی غرض سے خالی ہونے کے ہیں جبکہ دوسری طرف اللہ اپنے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ''وما خلقنا السماوات والارض وما بینھما الّا بالحقّ''

یعنی اور ہم نے آسمان وزمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے برحق خلق کیا ہے۔ اور اسکے فوراً بعد ہی ارشاد فرمایا: ''وانّ السّاعة لآتیة' یعنی بیشک قیامت آنے والی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ زندگی جو اللہ کی عطا کردہ نعمت ہے اور کیوں کہ اللہ کے کام عبث و بیکار نہیں ہوا کرتے ہیں لہذا انسان کی خلقت اور حیات دونوں عبث و بیکار نہیں ہیں۔

جیسا کہ قرآن نے انسان کے مقصدِ خلقت کو مندرجہ ذیل طریقوں سے بیان کیا ہے۔

۱۔ آیت: ''وما خلقت الجنّ والانس الّا لیعبدون'' (سورہ ذاریات آیہ ۵۶)

ترجمہ: اور ہم نے جن وانس کو خلق نہیں کیا مگر عبادت کے لئے۔

۲۔ ''ایحسب الانسان ان یترک سُدیً'' (سورہ قیامت آیہ ۳۶)

ترجمہ: کیا انسان نے یہ گمان کیا ہے کہ اُسے آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔

۳۔ ''الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْبَتَتْ مِنْ کُلِّ زَوْجٍ بَهِیْجٍ ﴿۵﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ یُحْیِ الْمَوْتٰی وَاَنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۶﴾'' (سورہ حج آیہ ۵-۶)

ترجمہ: اے لوگوں اگر تمہیں دوبارہ اُٹھائے جانے میں شبہ ہے تو یہ یاد رکھو کہ ہم نے ہی تمہیں پہلے

خاک سے پھر نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے جس میں سے کوئی مکمل ہو جاتا ہے اور کوئی ناقص ہی رہ جاتا ہے تاکہ ہم تمہارے لئے اپنی قدرت کو واضح کر دیں اور ہم جس چیز کو جب تک چاہتے ہیں رحم میں رکھتے ہیں اس کے بعد تم کو بچہ کی صورت میں باہر لے آتے ہیں تاکہ تم جوانی کی عمر تک پہنچ جاؤ پھر تم میں سے بعض کو اُٹھا لیا جاتا ہے اور تم میں سے بعض کو ضعیف ترین عمر تک باقی رکھا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد پھر کچھ جاننے کے قابل نہ رہ جائے اور تم زمین کو مردہ دیکھتے ہو پھر ہم پانی برسا دیتے ہیں تو وہ لہلہانے لگتی ہے اور اُبھرنے لگتی ہے اور ہر طرح کی خوبصورت چیزیں اُگانے لگتی ہے ﴿۵﴾ یہ اس لئے ہے کہ بیشک اللہ برحق ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

۴۔ ''وَاَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾ (سورہ نجم آیہ ۴۵۔۴۶) ترجمہ: اور بیشک اللہ نے نر اور مادہ کا جوڑا خلق کیا ہے ﴿۴۵﴾ اس نطفہ سے جب اُسے ڈالا گیا ہو۔

۵۔ ''قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ (سورہ عبس آیہ ۱۷۔۲۲)

ترجمہ: انسان کو اس بات پر مارا گیا کہ وہ کس قدر ناشکرا ہو گیا ہے ﴿۱۷﴾ انسان کو اللہ نے کس چیز سے خلق کیا ہے ﴿۱۸﴾ اللہ نے اسے نطفہ سے خلق کیا اور اس کی مقدار مقرر کی ﴿۱۹﴾ پھر اس کے لئے راہ کو آسان کیا ﴿۲۰﴾ پھر اسے موت دیکر دفنا دیا ﴿۲۱﴾ پھر جب چاہے گا اسے زندہ کر کے اُٹھا دے گا۔

٦۔ ''وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِىْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿١٣﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٤﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿١٦﴾ (سورہ مومنون آیہ ١٢۔١٦)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے خلق کیا ﴿١٢﴾ پھر ہم نے اسے نطفہ کی صورت میں مناسب جگہ پر قرار دیا ﴿١٣﴾ پھر ہم نے نطفہ سے علقہ پھر علقہ سے مضغہ پھر مضغہ سے ہڈیوں کی صورت میں خلق کیا پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر ہم نے اسے دوسری مخلوق بنادیا لہذا بابرکت ہے وہ اللہ جو بہترین خلق کرنے والا ہے ﴿١٤﴾ پھر اس کے بعد تم سب مرجانے والے ہو ﴿١٥﴾ پھر اس کے بعد تم روزِ قیامت اٹھائے جاؤ گے۔

امتحاناتِ الٰہی اور اُنکے اہداف

آیت: ''وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا. نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿٥٨﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا. اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٠﴾ ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے انہیں ہم جنّت کے محلوں میں جگہ دینگے جنکے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ کے لئے رہینگے عمل کرنے والوں کا اجر کتنا اچھا ہے ﴿٥٨﴾ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے صبر کیا اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں ﴿٥٩﴾ اور کتنے ہی چلنے والے ایسے ہیں جو اپنی روزی کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتے ہیں اللہ اُنہیں بھی اور تم لوگوں کو بھی رزق دیتا ہے اور وہی سننے والا و جاننے والا ہے۔

تفسیر: اللہ کی طرف سے بندوں لئے پیش آنے والے امتحانات میں سے اہم ترین امتحان صبر کا

ہے جس کے تحت بہت سے امتحانات آجاتے ہیں لہذا قرآنِ مجید میں مندرجہ ذیل تین طرح کے صبر کا بیان ہوا ہے:

۱۔مصیبت پر صبر کرنا: جیسا کہ صبر ایوبؑ کے بارے میں ارشاد ہوا: "**اِنَّ وجدناہ صابراً نعم العبد انّہ اوّاب**" (سورہ ص آیہ۴۴) ترجمہ: بیشک ہم نے ایوب کو صابر پایا وہ کتنے اچھے بندے تھے جو سب سے زیادہ اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

۲۔اطاعت پر صبر: جیسا کہ حضرتِ اسمٰعیلؑ کے قول کو یوں نقل کیا گیا: "**یا ابت افعل ماتوُمر ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین**" (سورہ صافّات آیہ۱۰۲)

ترجمہ: اے بابا جان آپ کو جو حکم ملا ہے آپ اسے پورا کریں آپ مجھے انشاء اللہ صابروں میں سے پائینگے۔

۳۔گناہ سے بچنے پر صبر کرنا جیسا کہ حضرتِ یوسفؑ کی مثال کو اسطرح سے پیش کیا گیا ہے: "**ربّ السجن احبّ الیّ ممّا یدعوننی الیہ**" (سورہ یوسف آیہ۳۳) ترجمہ: اے میرے پروردگار مجھے قید خانہ زیادہ محبوب ہے اس گناہ کی نسبت جسکی طرف مجھے دعوت دی جارہی ہے۔

نتیجہ: اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف صبر کا حکم ہی نہیں دیا ہے بلکہ اسکے مصادیق بھی ہمارے سامنے لاکر پیش کردیئے ہیں تاکہ ہم میں سے کوئی بہانہ نہ لاسکے مذکورہ مثالوں کے علاوہ تمام انبیاءِ اُولوالعزم اور تمام آئمّہ طاہرین علیہم السلام کو بھی نمونہ صبر کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے مثلاً: سورہ احقاف کی آیہ۳۵ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرکے ارشاد ہوا: "**فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل**" ترجمہ: تم بھی صبر کرو جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔

اسی طرح سورہ سجدہ کی آیہ۲۴ میں ارشاد ہوا: "**وجعلناھم ائمّۃ یھدون بامرنا لمّا صبروا**" ترجمہ: اور ہم نے انہیں لوگوں کو امام بنایا تاکہ وہ ہمارے احکام کی تبلیغ کرسکیں اور یہ ہمارا اُنہیں

امام بنانا اُنکے صبر کی بناء پر تھا۔

امتحان کے عقلی اہداف: عقلی اعتبار سے عام طور پر تین طرح سے امتحان لئے جاتے ہیں

۱۔ ایسا امتحان جس میں امتحان لینے والا اپنے علم میں اضافہ کرنے کے لئے امتحان لیتا ہے مثلاً: کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے پاس اپنی امانت رکھواتا ہے اس غرض سے کہ سامنے والے کی امانت داری کو آزمایا جائے۔

۲۔ ایسا امتحان جس میں جس سے امتحان لیا جارہا ہو اسکی معلومات میں اضافہ کرنے کا مقصد ہو جیسے مُعلّم کا اپنے شاگردوں سے امتحان لینا۔

۳۔ ایسا امتحان جس سے امتحان لیا جارہا ہو اسکی پرورش کرنا اور اسکی استعداد و صلاحیت کو بڑھانے کا مقصد ہو جیسے اللہ کا اپنے بندوں سے امتحان لینا۔

قرآن میں امتحان کی مثالیں: قرآنِ مجید میں امتحان کے کئی طریقے ذکر کئے گئے ہیں ہم یہاں پر صرف مثال کے عنوان سے صرف تین طریقوں کو ذکر کررہے ہیں

۱۔ انسانی صلاحیتوں کو بڑھانے کے لئے: جیسا کہ ارشاد ہوا: ''**ولیبتلی الله ما فی صدورھم ولیمحّص مافی قلوبکم**'' (سورہ آل عمران آیہ ۱۵۴)

ترجمہ: اور اللہ آزمانا چاہتا ہے اسے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اور اللہ خالص کردینا چاہتا ہے جو کچھ تم لوگوں کے دلوں میں ہے۔

۲۔ اچھے اور برے لوگوں کے درمیان فرق کرنے کے لئے: جیسا کہ ارشاد ہوا: ''**وما کان الله لیذر المومنین حتّیٰ یمیز الخبیث من الطیّب**'' (سورہ آل عمران آیہ ۱۷۹)

ترجمہ: اللہ مومنین کو نہیں آزماتا ہے مگر یہ کہ بُروں کو نیک لوگوں سے تمیز دینے کے لئے۔

۳۔ لوگوں کے صبر کا امتحان لینے کے لئے: جیسا کہ ارشاد ہوا: ''**ولنبلونّکم بشیءٍ من**

الخوف والجوع و نقص من الاموال والانفس والثمرات و بشّر الصّابرین ''
(سورہ بقرہ آیہ ۱۵۵) ترجمہ: اور ہم ضرور تم لوگوں کو کچھ خوف، بھوک، مال کی کمی، افراد کی کمی، میووں کی کمی وغیرہ کے ذریعہ آزمائیں گے اور صابر لوگوں کو خوشخبری دیدو۔

۴۔ لوگوں کے اچھے اعمال کو آزمانے کے لئے: جیسا کہ ارشاد ہوا: ''الذی خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایّکم احسن عملاً'' (سورہ مُلک آیہ۲) ترجمہ: وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو خلق کیا تا کہ تم لوگوں کو آزمائے کہ تم لوگوں میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے۔

مندرجہ ذیل آیات مذکورہ مطلب کی مزید تائید کر رہی ہیں:

۱۔ ''مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ﴿۲۳﴾'' (سورہ احزاب آیہ ۲۳)

ترجمہ: مومنین میں بعض ایسے بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کو سچ کر دکھایا ہے ان میں بعض اپنا وقت پورا کر چکے ہیں اور بعض اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی بات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی ہے۔

۲۔ ''قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْکُرُ اَمْ اَکْفُرُ وَمَنْ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیْمٌ ﴿۴۰﴾ (سورہ نمل آیہ ۴۰)

ترجمہ: اس شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا اور اُسی لمحہ سلیمان نے تخت کو اپنے پاس حاضر پایا تو کہنے لگے یہ میرے پروردگار کا فضل و کرم ہے وہ میرا امتحان لینا چاہتا ہے کہ میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا کفر کرتا ہوں اور جو شکر ادا کرے گا وہ اپنے ہی فائدے کے لئے کرے گا اور جو کفرانِ نعمت کرے گا اس کی طرف سے میرا

پروردگار بے نیاز و کریم ہے۔

۳۔ ''وَقَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِکَ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ '' (سورہ اعراف آیہ ۱۶۸)

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو زمین کے مختلف حصّوں میں تقسیم کردیا بعض نیک کردار تھے اور بعض اس کے برخلاف تھے اور ہم نے انہیں آرام اور سختی کے ذریعہ آزمایا تا کہ وہ پلٹ آئیں۔

۴۔ ''کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوْکُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَةً وَاِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ'' (سورہ انبیاء آیہ ۳۵)

ترجمہ: ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور ہم تو اچھائی اور برائی کے ذریعہ تم سب کو آزمائیں گے اور تم سب ہماری ہی طرف پلٹائے جاؤ گے۔

۵۔ ''فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَکْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَکْرَمَنِ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾ کَلَّا بَلْ لَّا تُکْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ ﴿۱۷﴾'' (سورہ فجر آیہ ۱۵۔۱۷)

ترجمہ: لہذا جب انسان کو اس کا پروردگار آزماتا ہے تاکہ اسے عزّت اور نعمات دے تو انسان کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے میری عزّت کی ﴿۱۵﴾ اور جب اللہ اسے آزمانے کے لئے اسکی روزی تنگ کردیتا ہے تو انسان یہ کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے میری توہین کی ہے ﴿۱۶﴾ ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ اسکی وجہ تم لوگوں کی طرف سے یتیموں کا احترام نہ ہونا ہے

۶۔ ''اَسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّکُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۔ مَا لَکُمْ مِنْ مَّلْجَاٍ یَوْمَئِذٍ وَّمَا لَکُمْ مِّنْ نَّکِیْرٍ ﴿۴۷﴾'' (سورہ شوریٰ آیہ ۴۸) ترجمہ: پھر بھی اگر وہ لوگ اعراض کریں تو ہم نے تمہیں اُن پر کوئی نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے تمہاری ذمّہ داری صرف پیغام کا پہنچا دینا ہے اور بیشک ہم نے جب انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھایا تو وہ خوش ہوگیا اور جب اسکی اپنی

کارکردگی کے سبب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو بیشک انسان بہت زیادہ ناشکرا ہو جاتا ہے۔

۷۔ "اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰی هَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ (سورہ کہف آیہ ۷ و ۴۶)

ترجمہ: بیشک ہم نے روئے زمین کی ہر چیز کو اسکی زینت قرار دیا ہے تا کہ ہم انہیں آزمائیں کہ انمیں سے کس کا عمل سب سے اچھا ہے ﴿۷﴾ مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہ جانے والی نیکیاں پروردگار کے نزدیک ثواب اور امید دونوں کے اعتبار سے بہتر ہیں۔

۸۔ "وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۸﴾"
(سورہ انفال آیہ ۲۸)

ترجمہ: اور جان لو کہ یہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے آزمائش کا ذریعہ ہیں اور بیشک اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔

انسان میں شیطان کے نفوذ کی کیفیت: شیطانی وسوسے عام طور پر تدریجی ہوتے ہیں کیونکہ وہ ایک دم تو انسان پر مسلط نہیں ہوسکتا ہے بلکہ ہلکے ہلکے انسان پر مسلط ہوتا ہے اور اس کے نفوذ کے ابتدائی مراحل میں انسانوں کو اپنی خواہشات کا پیروکار بنانا، بُرے دوستوں کی محفلوں میں شرکت کرنا، ان کی طرف سے غلط رہنمائیوں پر عمل کرنا، نامناسب محفلوں میں شرکت کرنا، بُرے کاموں میں لگنا عبادتوں میں سستی برتنا، مستحب کاموں کا ترک کرنا، مکروہات کو انجام دینا گویا اس طرح سے شیطان انسانوں میں گناہ انجام دینے کا شوق پیدا کرتا ہے کہ وہ اس بُرے کام اور گناہ کو بُرا ہی نہیں سمجھتے بلکہ اچھا سمجھ کر انجام دیتے ہیں گویا شیطان پہلے انسان کے ضعیف نکات کو تلاش کرتا ہے مثلاً عقیدہ کی کمزوری، عمل کی سستی کینہ، دشمنی، غضب، غیبت وغیرہ کی راہوں کے ذریعہ سے وارد ہو کر انسان پر مسلط ہوتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ خواہشات نفسانی کی پیروی، احکام

خدا سے سرکشی، مال کی محبت، مقام و منصب کی چاہت، حسد و کینہ، دوسروں کو حقیر سمجھنا یہ سب شیطانی خطرناک راہیں ہیں جن کے ذریعے سے ہلکے ہلکے شیطان انسانوں میں نفوذ کرتا ہے اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ انسان پورا کا پورا شیطان کے کنٹرول میں ہوتا ہے کیونکہ شیطانی وسوسے انسانی جسم میں جراثیم کی مانند اثر کرتے ہیں لہٰذا بعض اوقات ذرا سی غفلتیں انسانوں کو کہاں سے کہاں تلک پہنچا دیتی ہیں۔

خلاصۂ مطلب: جب انسان کا دشمن اتنا زیادہ ہوشیار اور چالاک ہے تو انسان کو اس سے بھی زیادہ چالاک ہونا چاہئے اور سب سے پہلی انسان کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ عقیدہ و عمل کے اعتبار سے اپنے اندر کسی قسم کی کمی کوتاہی، ضعف آنے نہ دے اور ہر کام کرنے سے پہلے اس کام کے بارے میں خدا کی رضایت اور اس سے مدد طلب کرتے ہوئے کام کو شروع کرے اور پھر نتیجہ خدا پر چھوڑ دے اور جیسا کہ قرآن و روایات میں بھی کثرت سے اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ ہمیشہ انسان شیطان اور شیطان صفت انسانوں سے اپنے آپ کو دور رکھے اور یہ کام اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب انسان اپنے آپ کو اپنے خالق و مالک و رازق حقیقی سے نزدیک ہوتے ہوئے اپنے امور کو صحیح طریقے سے انجام دے گا اور اس بات کو بھی ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ جب تک صحیح طریقے سے خدا پر توکل اور محمد و آل محمد علیہم السلام سے توسل اور عمل میں اخلاص نہ ہوگا تو انسان ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا۔

انسان کے شیطان سے مقابلے میں وظائف

کیوں کہ قرآن کے فرمان کے مطابق شیطان انسان کا آزاد دشمن ہے جیسا کہ ارشاد ہوا: ”انّ الشیطان کان للانسان عدوّا مُبیناً“ (سورہ اعراف آیہ ۵۳)

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بھی انسان کے لئے شیطان سے مقابلے کے لئے کچھ مندرجہ ذیل وظائف

مقرر کئے ہیں تا کہ انسان ان وظائف پر عمل کرتا ہوا اپنے اس اعلانیہ دشمن سے مقابلہ کر سکے۔

۱۔ انسان اس علنی دشمن سے ہمیشہ دشمنی رکھے جیسا کہ ارشاد ہوا: ''انّ الشیطان لکم عدوّا فاتخذوہ عدوّاً'' (سورہ فاطر آیہ ۶)

ترجمہ: بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے لہذا تم لوگ بھی اسے اپنا دشمن قرار دو۔

۲۔ انسان اپنے کاموں میں شیطان کی پیروی نہ کرے جیسا کہ ارشاد ہوا: ''ولا تتّبعوا خطوات الشیطان'' (سورہ بقرہ آیہ ۲۰۸) ترجمہ: اور تم لوگ شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو۔

۳۔ ہمیشہ شیطان کے مقابل میں اللہ کی پناہ طلب کرتا رہے جیسا کہ ارشاد ہوا: ''وامّا ینزغنّک من الشیطان نزع فاستعذ با للہ'' (سورہ فصلت آیہ ۳۶)

ترجمہ: اور جب بھی شیطان کی طرف سے تم تک کوئی وسوسہ پہنچے تو اللہ کی پناہ طلب کیا کرو۔

قرآن میں انسان کی شیطان پر کامیابی کی راہوں کا ذکر

جس طرح شیطان کی انسان پر کامیابی کی راہیں ہیں اسی طرح انسان کی بھی شیطان پر کامیابی کی راہیں ہیں جنھیں اپنانے کے نتیجہ میں انسان شیطان کے چنگل سے نجات پا کر خدا کا مطیع بندہ بن سکتا ہے وہ راہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اخلاص: جیسا کہ قرآن نے خود شیطان کے اس جملہ کو نقل کیا: ''وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ'' (سورۂ حجر (۱۵) آیت ۳۹۔۴۰ و سورۂ ص (۳۸) آیت ۸۲۔۸۳)

ترجمہ: ''اور میں سب کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے خالص بنالیا ہے''

کیونکہ اخلاص انسان کی کامیابی کی راہ کا نقطہ آغاز ہے جو دوام و کمال بخشتا ہے اور وسوسۂ شیطانی سے بچتے ہوئے نفس امارہ پر کامیابی حاصل ہونے کا سبب بنتا ہے۔

۲۔۳۔ خدا پر ایمان اور توکل: جیسا کہ ارشاد ہوا: ''إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا

وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ '' (سورۂ نحل (۱۶) آیت ۹۹) ترجمہ: ''شیطان ہرگز ان لوگوں پر غلبہ نہیں پاسکتا جو صاحبان ایمان ہیں اور جن کا اللہ پر توکل اور اعتماد ہے''۔

۴۔ ہمیشہ خدا کی یاد میں رہنا: جیسا کہ ارشاد ہوا ہے: ''اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللهِ أُوْلَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ '' (سورۂ مجادلہ (۵۸) آیت ۱۹) ترجمہ: ''ان پر شیطان غالب آ گیا ہے اور اس نے انھیں ذکر خدا سے غافل کر دیا ہے آگاہ ہو جاؤ کہ یہ شیطان کا گروہ ہے''۔

کیونکہ خدا کی یاد اور شیطان کے حربوں کی یاد اس سے بچنے میں مدد دیتی ہے۔

۵۔ تقویٰ: یعنی خوف الٰہی رکھتے ہوئے گناہوں سے بچنا اور اس کام میں قوی ہونا انسان کو وسوسۂ شیطانی سے دور اور خدا سے نزدیک کر دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا: ''إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنْ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ '' (سورۂ اعراف (۷) آیت ۲۰۱)

ترجمہ: ''جو لوگ صاحبان تقویٰ ہیں جب اُنہیں شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھونا بھی چاہتا ہے تو وہ خدا کو یاد کرتے ہیں اور حقائق کو دیکھنے لگتے ہیں''۔

اسی لئے دوسرے مقام پر تقویٰ نہ رکھنے والوں کے گمراہی میں پڑ جانے کا ذکر کیا گیا جیسا کہ ارشاد ہوا: ''وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الغَيِّ ثُمَّ لاَيُقْصِرُونَ '' (سورۂ اعراف (۷) آیت ۲۰۲)

ترجمہ: اور انکے بھائی انہیں گمراہی کی طرف کھینچتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی بھی نہیں کرتے ہیں۔

۶۔ استعاذہ: یعنی خدا کی پناہ میں جانا شیطان سے دوری اختیار کرتے ہوئے جیسا کہ ارشاد ہوا: ''وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنْ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ '' (سورۂ اعراف (۷) آیت ۲۰۰، مومنون (۲۳) آیت ۹۷، نحل (۱۶) آیت ۹۸، فصلت (۴۱) آیت ۳۶)

ترجمہ: ''اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی غلط خیال پیدا کیا جائے تو خدا کی پناہ مانگو کہ وہ ہر بات کا

سننے والا اور جاننے والا ہے۔

جیسا کہ مادر مریم کے استعاذہ کا یوں ذکر ہوا: ''وَإِنِّی سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَإِنِّی أُعِیذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنْ الشَّیْطَانِ الرَّجِیمِ '' (سورۂ آل عمران (۳) آیت ۳۶) ترجمہ: ''اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں''۔

۷۔ بارگاہ خدا میں تضرع وزاری کرنا: کیونکہ شکستہ دل اور آنسوؤں سے لبریز آنکھیں بغیر تردید کے انسان کو محفوظ رکھتی ہیں اور شیطان کے مقابل میں سپر کا کام دیتے ہیں۔

جیسا کہ ارشاد ہوا: ''فَلَوْلا اِذْ جاءَ هُمْ بَاْسُنا تَضَرَّعُوا وَلکِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطانُ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ '' (سورۂ انعام (۶) آیت ۴۳)

ترجمہ ''پھر ان سختیوں کے بعد انھوں نے کیوں فریاد نہیں کی بات یہ ہے کہ ان کے دل سخت ہو گئے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لئے آراستہ کر دیا ہے''۔

۸۔ طہارت و پاکیزگی: جیسا کہ ارشاد ہوا ''وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِنْ السَّمَاءِ مَاءً لِیُطَهِّرَکُمْ بِهِ وَیُذْهِبَ عَنکُمْ رِجْزَ الشَّیْطَانِ '' (سورۂ انفال (۸) آیت ۱۱)

ترجمہ: ''اور آسمان سے پانی نازل کر رہا تھا تاکہ تمہیں پاکیزہ بنا دے اور تم سے شیطان کی گندگی کو دور رکھے''۔

قرآن کا انسانوں کو شیطان کے مقابل میں آگاہ کرنا

ا۔ قرآن مجید نے انسان کے ابدی دشمن شیطان لعین کا تعارف کراتے ہوئے اس سے آگاہ رہنے اور بچنے کو کہا جیسا کہ بنی نوع انسان کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا: ''فَقُلْنَا یآدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّلَّکَ وَلِزَوْجِکَ فَلَا یُخْرِجَنَّکُمَامِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی﴿۱۱۷﴾

(سورہ طہٰ (۲۰) آیت ۱۱۷)

ترجمہ: ''ہم نے آدم سے کہہ دیا تھا کہ اے آدم! یہ تمہارا دشمن ہے اور تمہاری زوجہ کا بھی لہٰذا کہیں یہ تم دونوں کو اس جنت سے نہ نکلوادے کہ پھر گھاٹے میں ہو جاؤ''۔

۲۔ خدا نے تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: '' أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَابَنِى آدَمَ أَنْ لاتَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مبين '' (یس (۳۶) آیت ۶۰)

ترجمہ: کیا میں نے تم لوگوں سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ اے اولاد آدم تم شیطان کی عبادت نہ کرنا بیشک وہ تم لوگوں کا واضح دشمن ہے۔

۳۔ '' وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلَى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ (سورۂ انعام (۶) آیت ۱۴۲)

ترجمہ: اور چوپاؤں میں بعض بوجھ اُٹھانے والے اور بعض زمین سے لگ کر چلنے والے ہیں تم سب اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو کھاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

۴۔ '' وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ (سورۂ قصص (۱۵) آیت ۱۷)

ترجمہ: اور ہر دُھتکارے گئے شیطان سے اسے محفوظ کر دیا گیا ہے۔

۵۔ '' وَقُلْ لِّعِبَادِىْ يَقُوْلُوا الَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾ (سورۂ اسراء (۱۷) آیت ۵۳)

ترجمہ: اور اے نبی میرے بندوں سے کہہ دو کہ صرف اچھی باتیں کیا کریں بیشک شیطان ان کے درمیان فساد پیدا کرتا ہے بیشک شیطان ان کا کھلا دشمن ہے۔

۶۔ '' قَالَ يٰبُنَىَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا. اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۵﴾ (سورۂ یوسف (۱۲) آیت ۵)

ترجمہ: ''اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی پیروی نہ کرنا کیوں کہ وہ

تمہارا واضح دشمن ہے"۔

۷۔" إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ" (سورۂ فاطر (۳۵) آیت ۶)

ترجمہ:"بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو وہ اپنے گروہ کو صرف اس بات کی طرف دعوت دیتا ہے کہ سب جہنمیوں میں شامل ہو جائیں"۔

۸۔" تَاللهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى أُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ" (سورۂ نحل (۱۶) آیت ۶۳)

ترجمہ:"اللہ کی قسم کہ ہم نے تم سے پہلے مختلف قوموں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے ان کے برے اعمال کو ان کے لئے آراستہ کر دکھایا"۔

۹۔"وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا" (سورۂ اسراء (۱۷) آیت ۶۴؛ سورۂ نساء (۴) آیت ۱۲۰)

ترجمہ:"شیطان کا انسانوں سے وعدہ نہیں ہوتا مگر جھوٹا ہوتا ہے"۔

شیطان انسانوں کو بہکانے کی قسم کھا چکا ہے

جس پر مندرجہ ذیل آیات شاہد ہیں:

۱۔شیطان نے اللہ کی قسم کھائی ہے:"قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ" (سورۂ ص (۳۸) آیت ۸۲)

ترجمہ:"اس نے کہا تو پھر تیری عزت کی قسم میں سب کو گمراہ کروں گا"۔

۲۔شیطان انسانوں کو رسوا کرنے والا ہے:"وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا" (سورۂ فرقان (۲۵) آیت ۲۹) ترجمہ:"اور شیطان تو انسان کو رسوا کرنے والا ہے"۔

۳۔شیطان کی مدد عذاب الٰہی کا مقصداق ہے:"يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِنَ الرَّحْمَانِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا" (سورۂ مریم (۱۹) آیت ۴۵)

ترجمہ: ''بابا مجھے یہ خوف ہے کہ آپ کو رحمان پروردگار کی طرف سے کوئی عذاب اپنی گرفت میں لے لے اور آپ شیطان کے دوست قرار پائیں''۔

۴۔ جو بھی شیطان کو دوست بناتا ہے گمراہی میں پڑ جاتا ہے: ''فَرِيقًا هَدَى وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللهِ'' (سورۂ اعراف (۷) آیت ۳۰)

ترجمہ: ''اللہ نے ایک گروہ کو ہدایت دی ہے اور ایک پر گمراہی مسلط ہوگئی ہے کہ انھوں نے شیاطین کو اپنا ولی بنالیا ہے اور اللہ کو نظر انداز کر دیا ہے''۔

۵۔ جو بھی شیطان کو دوست بناتا ہے گھاٹا اٹھاتا ہے: ''وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِنْ دُونِ اللهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُبِينًا'' (سورۂ نساء (۴) آیت ۱۱۹)

ترجمہ: ''جو خدا کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا ولی اور سرپرست بنائے گا وہ واضح خسارے میں رہے گا''۔

۶۔ شیطان انسانوں کا بُرا دوست ہے: ''وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا'' (سورۂ نساء (۴) آیت ۳۸) ترجمہ: ''جس کا شیطان ساتھی ہو جائے وہ بدترین ساتھی ہے''۔

۷۔ شیطان تمہارا دشمن ہے لہٰذا تم بھی اس سے دشمنی رکھو: ''إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا'' (سورۂ فاطر (۳۵) آیت ۶) ترجمہ: ''بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اُسے دشمن سمجھو..''

۸۔ شیطان فحشاء و منکر کاموں کی طرف دعوت دیتا ہے: ''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا'' (سورۂ نور (۲۴) آیت ۲۱)

ترجمہ: اے ایمان والوں شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلنا اور جو شیطان کے نقشِ قدم پر چلتا ہے تو شیطان اُسے بُرے اور ناپسند کاموں کی طرف دعوت دیتا ہے اور اگر اللہ کا فضل اور اُسکی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی ایک بھی ہرگز پاکیزہ نہیں رہ سکتا تھا اور بیشک اللہ جسے چاہتا ہے پاکیزہ رکھتا

ہے اور اللہ سننے والا و جاننے والا ہے۔

۹۔ جو ذکر خدا سے دور رہتا ہے شیطان اس کا دوست بن جاتا ہے: ''وَمَنْ یَعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمَانِ نُقَیِّضْ لَهُ شَیْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِین'' (سورۂ زخرف (۴۳) آیت ۳۶)

ترجمہ: ''اور جو شخص بھی اللہ کے ذکر کی طرف سے اندھا ہو جائے گا ہم اس کے لئے ایک شیطان مقرر کر دیں گے جو اس کا ساتھی اور ہم نشین ہوگا''۔

۱۰۔ شیطان صراط مستقیم سے روکتا اور ہٹاتا ہے: ''لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیمَ ثُمَّ لَآتِیَنَّهُمْ مِنْ بَیْنِ أَیْدِیهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلاتَجِدُ أَکْثَرَهُمْ شَاکِرِینَ'' (سورۂ اعراف (۷) آیت ۱۶۔۱۷.)

ترجمہ: ''میں ان کے لئے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھ جاؤں گا اور انکے سامنے، پیچھے اور دائیں اور بائیں سے آؤں گا اور تو اکثریت کو شکر گذار نہ پائے گا''۔

خلاصہ مطلب: قرآن نے اس بات سے بھی آگاہ کر دیا ہے کہ شیطان کا تسلط صرف ان لوگوں پر ہوتا ہے جو ایمان نہیں رکھتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہوا: ''انّا جعلنا الشیاطین اولیاء للذین لا یومنون'' (سورہ اعراف آیہ ۲۷)

ترجمہ: ہم نے شیاطین کو ان لوگوں کا دوست قرار دیا ہے جو ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ اللہ کے خالص بندوں پر اس کا کوئی تسلّط نہیں ہوتا ہے۔ جیسا کہ خود شیطان کو اللہ نے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: ''انّ عبادی لیس لک علیهم سلطان'' (سورہ حجر آیہ ۴۲)

ترجمہ: بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی تسلط نہیں چل سکتا ہے۔ جیسا کہ خود شیطان اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ ''فبعزّتک لاغوینّهم اجمعین الّا عبادک منهم المخلصین''

ترجمہ: تیری عزت کی قسم کہ میں ان سب کو ضرور بہکاؤں گا سوائے اُن میں سے تیرے خالص

بندوں کے۔

نیک لوگ بہشت میں داخل ہونگے: جولوگ اس دنیا میں اصولِ دین پر اعتقاد رکھتے ہوئے فروعِ دین پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو اُن تمام بُری صفات سے دور رکھتے ہیں جن سے اللہ و محمد و آل محمد علیہم السلام نے روکا ہے اور اچھی صفات کو اپناتے ہیں تو ایسے افراد ضرور بہشت میں جائیں گے اور قرآن نے بھی مندرجہ ذیل آیات میں نیک لوگوں کی اسطرح سے تعریفیں کیں ہیں۔

۱۔:''واللہ ولیّ المُتّقین'' (سورہ جاثیہ آیہ۱۹) ترجمہ: اللہ مُتّقی لوگوں کا سرپرست ہے۔

۲۔:''وازلفت الجنّة للمُتّقین'' (سورہ شعراء آیہ۹۰)

ترجمہ: اور جنت کو مُتّقین کے نزدیک کیا ہے۔

۳۔:''وسیق الذین اتّقوا ربّھم الی الجنّة زُمراً حتیٰ اذا جائو ھا و فتحت ابوابھا'' (سورہ زمر آیہ۷۳)

ترجمہ: مُتّقی لوگوں کو گروہ گروہ کرکے جنّت کے نزدیک کیا جائے گا اور جب وہ پہنچ جائیں گے تو بہشت کے دروازوں کو اُنکے لئے کھول دیا جائے گا۔

۴۔:''ادخلوھا بسلام ذالک یوم الخلود'' (سورہ ق آیہ۳۴)

ترجمہ: نیک وصالح لوگوں سے کہا جائے گا کہ تم لوگ بہشت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ کہ یہ ہمیشہ کے لئے رہنے کی جگہ ہے۔

۵۔:''سلام علیکم فنعم عقبی الدّار'' (سورہ رعد آیہ۲۴)

ترجمہ: تم لوگوں پر سلام ہو تمہارے صبر و تحمّل کے سبب آخرت کا گھر کتنا اچّھا ہے۔

۶۔:''انّ للمُتّقین ... لایسمعون فیھا لغواً ولا کذّاباً'' (سورہ نباء آیہ۳۱۔۳۵)

ترجمہ: بیشک مُتّقی لوگوں کے لئے (بہشت میں اچھے اچھے) ٹھکانے ہونگے جہاں نہ کوئی بیہودہ

بات سُنیں گے اور نہ کوئی جھوٹی بات ہی سنیں گے۔

۷۔ ''مثل الجنة الّتی وعد المتّقون فیھا انھار من ماءٍ غیر آسنٍ و انھار من لبنٍ لم یتغیّر طعمه و انھار من عسلٍ مُصفًّی و لھم فیھا من کلّ الثمرات و مغفرة من ربّھم'' (سورہ محمد آیہ ۱۵)

ترجمہ: اس جنت کی مثال جس کا وعدہ پرہیز گار لوگوں سے کیا گیا ہے اس میں ایسی پانی کی نہریں ہیں جن میں کسی قسم کی بو نہیں پائی جائے گی اور ایسی دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ متغیّر نہیں ہوتا ہے اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے لذیذ ہیں اور صاف شفّاف شہد کی نہریں ہیں وہاں اُنکے لئے ہر طرح کے پھل ہوں گے اور انکے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہوگی کیا یہ افراد اس شخص کی مانند ہو سکتے ہیں جو جہنم میں ہمیشہ کے لئے رہے گا اور کھولتا ہوا پانی اسے پلایا جائے گا جس سے اُسکی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گیں۔

خلقت و تدبیر میں جدائی ممکن نہیں

آیت: ''وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمہ: اور اگر تم ان سے سوال کرو کہ آسمان و زمین کو کس نے خلق کیا اور سورج و چاند کو کس نے مسخر کیا تو یقیناً وہ یہی کہیں گے کہ اللہ نے، تو پھر وہ کہاں بہکے چلے جا رہے ہیں ﴿۶۱﴾ اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسکے رزق کو وسیع کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کم کر کے دیتا ہے بیشک وہ ہر چیز کو بہتر جانتا ہے ﴿۶۲﴾ اور اگر وہ لوگ تم سے سوال کریں کہ کون آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اس

سے زمین کو اسکے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے تو یقیناً وہ لوگ یہی کہیں گے کہ اللہ ہے، تم کہدو کہ تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے ہیں بلکہ اکثر لوگ ان باتوں میں غور و فکر نہیں کرتے ہیں۔

تفسیر: اس آیت میں اللہ کی خلقت اور تدبیر دونوں کا ذکر ہے اور پہلے خلقت کا ذکر ہوا تا کہ جسے یہ بات سمجھ میں آجائے کہ یہ تمام مخلوقاتِ پروردگار ہیں تو یہ بات بھی سمجھ میں آجائے گی کہ پھر ان تمام مخلوقات کو ایک منظّم نظام کے ساتھ چلانے والا بھی وہی ہے لہذا ظاہری بات ہے کہ ایسی صورت میں مخلوقات کی روزی کا تعیّن کرنے والا بھی وہی ہے لہذا نتیجہ بھی یہی نکلتا ہے کہ بس وہی عبادت کے لائق ہے تو پھر یہ سوال بھی خود بخود ذہن میں آتا ہے کہ پھر یہ مشرکین کہاں بھکے جارہے ہیں کہ ایسے عظیم و قادر اللہ کو چھوڑ کر دوسرے خدا بنائے بیٹھے ہیں۔

مذکورہ آیت میں چند مندرجہ ذیل نکات قابل ذکر ہیں:

پہلا نکتہ: یہاں لفظِ 'قدر' تنگی کے اور لفظِ 'بسط' وسعت کے معنیٰ میں استعمال ہوئے ہیں یعنی اللہ قادر و توانا ہے اس بات پر کہ جسے چاہے کم رزق عطا کرے اور جسے چاہے رزق کی فراوانی عطا کرے ہاں انسانوں کا ہر حال میں وظیفہ یہ ہے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرتے رہیں اور اس کا کسی کو شریک قرار نہ دیں۔

دوسرا نکتہ: 'لیقولنّ اللہ' کا جملہ یہ بتا رہا ہے کہ مشرکین بھی اللہ کو حقیقی خالق مانتے تھے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے الفاظ کو یوں نقل کیا ہے۔

۱۔: ''ویقولون ھٰؤلاء شفعائنا عنداللہ'' (سورہ یونس آیہ ۱۸)

ترجمہ: اور وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ بُت ہمارے شفیع ہیں اللہ کی بارگاہ میں۔

۲۔: ''مانعبدھم الّا لیقرّبونا الی اللہ زُلفی'' (سورہ زمر آیہ ۳)

ترجمہ: ہم انکی پرستش صرف اللہ کے نزدیک ہونے کے لئے کرتے ہیں۔

لیکن ان مطالب کے باوجود یہ مشرکین اس بات سے غافل ہیں کہ خالق ومخلوق کے درمیان فاصلے وجودنہیں رکھتے ہیں کیوں کہ اللہ انسانوں کی رگِ حیات سے بھی زیادہ اُن سے نزدیک ہے اور جب خود انسان اللہ کے ساتھ رابطہ کو برقرار نہیں کرسکتا ہے تو پھر دیگر موجودات کس طرح انسان اور اللہ کے درمیان فاصلہ قرار پاسکتے ہیں۔

تیسرا نکتہ: 'یوفکون' کے جملہ سے اس مطلب کی طرف اشارہ ہے کہ اُن میں ارادہ کی قوّت موجودنہیں ہے کیوں کہ وہ مادّیات میں گھرے ہوئے ہیں لہذا وہ کہاں بھٹکے چلے جارہے ہیں کہ حقیقی اللہ کو چھوڑ کر اللہ کی مخلوق کو وسیلہ قرار دیئے ہوئے ہیں لہذا انسان اس بات کا بھی قائل ہوجائے کہ اس تمام خلقت کا خالق اللہ ہے تو یہ بھی جان لینا چاہئے کہ وہ ہمارے ہرطرح کے حال سے اچھی طرح واقف ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ''انّ اللہ بکلّ شیءٍ علیم ''یعنی: بیشک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

چوتھا نکتہ: ''اکثرھم لایعقلون '' کا جملہ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ جو باطنی لحاظ سے اس بات کو قبول بھی کرتے ہیں کہ ان سب مخلوق کا خالق اللہ ہے مگر ظاہر میں یہ اللہ کے غیروں کے آگے جھکنا اور اُن سے مانگنا کیا صحیح ہے کیوں اسکی پرستش نہ کی جائے اور اس سے نہ مانگا جائے جوسب کا خالق بھی ہے اور رازق بھی لہذا اکثر لوگوں کی گمراہی کا اصل سبب ہی یہ ہے کہ وہ عقل و شعور تو رکھتے ہیں مگر وہ انہیں ان حقائق میں استعمال نہیں کرتے کہ ان باتوں کو وہ سمجھ سکیں۔

دنیاوآخرت کی حقیقت

آیت: ''وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَا اٰتَيْنٰهُمْ وَلِيَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾

ترجمہ: اور یہ دنیاوی زندگی کھیل تماشے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اور بیشک آخرت کا گھر اصل زندگی ہے اگر وہ لوگ اس بات کو سمجھ لیں ﴿۶۴﴾ پھر جب وہ لوگ کشتی میں سوار ہوئے تو اللہ کو ایمان و عقیدے کے پورے اخلاص کے ساتھ پکارا پھر جب ہم نے انہیں خشکی کی طرف نجات دیدی تو انھوں نے فوراً شرک اختیار کرلیا ﴿۶۵﴾ تاکہ جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس کا انکار کردیں اور لذتیں حاصل کریں اور عنقریب انہیں اس کام کا سرانجام معلوم ہو جائے گا۔

تفسیر: اس آیت میں بھی چند مندرجہ ذیل نکات قابل ذکر ہیں:

پہلا نکتہ: کلمہ ''لھــو'' کے معنیٰ ہر وہ بیھودہ و بے مقصد کام کے ہیں جو انسان کو دوسرے مہم و مفید کاموں سے روکنے کا سبب بنے منجملہ ان کاموں میں سے ایک دنیا سے دل کا لگانا ہے جو اپنے فانی زرق و برق میں انسان کو مشغول کرکے انسان کو اسکی ضروریاتِ زندگی سے محروم کردیتی ہے۔

دوسرا نکتہ: کلمہ ''لعب'' کے معنیٰ خیالی طور پر منظّم کام کے ہیں جیسے بچوں کا کھیل جو وہ بہت ذوق و شوق کے ساتھ شروع کرتے ہیں اور بہت جلد اس کھیل سے تھک کر اُسے چھوڑ دیتے ہیں اسی طرح لوگ بھی امورِ دنیا کے ذوق و شوق میں ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے ہیں۔

تیسرا نکتہ: ''ھٰذہ الحیوٰۃ الدُّنیا'' میں دنیا کو حقیر شمار کیا گیا ہے اور آخرت کے لئے کلمۂ 'الحیوان' استعمال ہوا ہے یعنی حیاتِ واقعی و حقیقی و ابدی ہے جسے ضمیرِ 'ھی' سے مزید تاکید کردیا گیا ہے۔

چوتھا نکتہ: بیشک سختیاں و پریشانیاں انسانوں کی باطنی فطرت کو جگانے کا سبب بنتی ہیں کیوں کہ انسان اپنی عام زندگی کے ظاہری رسم و رسومات میں لگ کر فطرت کے تقاضوں کو بھلا دیتا ہے اور اس عالمِ مادّی و ظاہری میں لگ کر اُس عالمِ حقیقی کو بھلا دیتا ہے جو انسان کو خالص کرے اور فانی چیزوں کو بعنوانِ وسیلہ قرار دے ابدی چیزوں کیلئے اسی لئے قرآن اور رسول اور اہلبیتِ اطہار علیہم السلام نے سب سے پہلے معرفتِ پروردگار کی طرف دعوت دی جیسا کہ جب ایک شخص چھٹے امام

کے پاس آکر اللہ کے وجود کے بارے میں رہنمائی طلب کرتا ہے تو آپؑ کشتی کے سفر میں ناگوار حادثہ وطوفان کے وقت کی حالت میں پیدا ہونے والی اُمید کو اللہ کے وجود سے تعبیر کرتے ہیں کہ جس وقت تمام ظاہری طاقتیں بے بس ہو جائیں اور جس طاقت سے اُمید وابستہ ہو جائے وہی ذات باری تبارک وتعالیٰ ہے (بحار الانوار ۳/۴۱)

پانچواں نکتہ: ہر طرح کی نعمت عطاءِ الٰہی ہے اور ہر آفت وبلا انسانوں کے اپنے اعمال کی سزاء ہے جس پر مندرجہ ذیل آیات دلالت کرتی ہیں۔

۱۔ ''فَاَقِمْ وَجْهَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ'' (سورہ روم آیہ ۳۰)

ترجمہ: لہٰذا تم اپنے آپ کو دین کے لئے خالص کرلو، دین وہی فطرتِ الٰہی ہے جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور اللہ کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی ہے یہی مستحکم دین ہے مگر لوگوں کی اکثریت اس بات سے بے خبر ہے۔

۲۔ ''وَمَا بِکُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ فَاِلَیْهِ تَجْئَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا کَشَفَ الضُّرَّ عَنْکُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْکُمْ بِرَبِّهِمْ یُشْرِکُوْنَ ﴿۵۴﴾ (سورہ نحل آیہ ۵۳-۵۴)

ترجمہ: اور تم لوگوں کے پاس جو بھی نعمت ہے وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے اور پھر بھی جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسی سے فریاد کرتے ہو ﴿۵۳﴾ پھر جب وہ تم لوگوں سے تکلیف کو دور کردیتا ہے تو تم میں سے ایک گروہ اپنے پروردگار کا شریک بنانے لگتا ہے۔

۳۔ ''وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا کَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ کَاَنْ لَّمْ یَدْعُنَآ اِلٰی ضُرٍّ مَّسَّهٗ کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِلْمُسْرِفِیْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ '' (سورہ یونس آیہ ۱۲)

ترجمہ: انسان کو جب کوئی مشکل پہنچتی ہے تو اُٹھتے بیٹھتے کروٹیں بدلتے ہوئے ہم کو پکارتا ہے اور جب

ہم اس مشکل کو دور کر دیتے ہیں تو یوں گذر جاتا ہے جیسے کبھی کسی مصیبت میں ہم کو پکارا ہی نہیں تھا بیشک زیادتی کرنے والوں کے اعمال یوں ہی ان کے سامنے آراستہ کر دئے جاتے ہیں ﴿۱۲﴾۔

۴۔''وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ (سورہ روم آیہ ۳۳)

ترجمہ: اور لوگوں کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اسکی طرف متوجہ رہتے ہوئے پھر جب ہم اُنہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ اپنے پروردگار کا شریک نہیں قرار دینے لگتے ہیں۔

۵۔''فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ (سورہ زمر آیہ ۴۹)

ترجمہ: پھر جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچی تو اس نے ہمیں پکارا پھر جب ہم نے اسے اپنی طرف سے نعمت دیدی تو وہ کہہ اُٹھا کہ یہ تو مجھے میرے علم کی بنا پر دی گئی ہے بلکہ یہ آزمائش ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو جانتے نہیں ہیں۔

۶۔''وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴿۶۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾ (سورہ اسراء آیہ ۶۷۔۶۹)

ترجمہ: اور جب تم لوگوں کو دریا میں کوئی تکلیف پہنچی تو اللہ کے علاوہ وہ سب جنہیں تم لوگ پکارا کرتے تھے غائب ہو گئے پھر ہم نے جب تمہیں نجات دیکر خشکی تک پہنچادیا تو پھر تم لوگ دوبارہ

کنارہ کش ہو گئے اور انسان تو بڑا ناشکرا ہے ﴿٦٧﴾ کیا تم لوگ محفوظ ہو گئے ہو اس بات سے کہ اللہ تمہیں خشکی ہی میں دھنسا دے یا تم پر پتھروں کی بارش کر دے کہ پھر تم لوگوں کو کوئی کارساز نہ مل سکے ﴿٦٨﴾ یا تم لوگ اس بات سے بھی محفوظ ہو کہ وہ دوبارہ تمہیں سمندر میں لے جائے اور پھر تیز آندھیوں کو بھیج کر تمہارے کفر کی بنا پر تمہیں غرق کر دے پھر کسی ایسے کو بھی نہ پاؤ جو ہمارے حکم کا پیچھا کر سکے۔

چھٹا نکتہ: کلمۂ ''الحیوان'' کے معنیٰ اس حیاتِ حقیقی وابدی کے ہیں جس میں موت کا کوئی دخل نہیں اسی لئے مبالغہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور ''حَیَوان'' مصدر ہے مادّہ ''حَیَی'' سے اور ''حَیَوان'' خود اصل میں ''حَیَیان'' تھا جسکی دوسری 'یا' واؤ میں بدل گئی تو ''حَیَوان'' ہو گیا تاکہ زیادہ مبالغہ ہو سکے (تفسیر کنز الدقائق ذیل آیہ)

حضرت علی علیہ السلام دنیا و آخرت اور انکی نعمات وسزاؤں کا مقائسہ کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں ''کُلُّ نَعِیْمٍ دُوْنَ الْجَنَّةِ مَحْقُورٌ وَ کُلُّ بَلاءٍ دُوْنَ النَّارِ عَافِیَةٌ''

ترجمہ: تمام نعمتیں جنّت کی نعمتوں کے مقابلے میں پست ہیں اور ہر مصیبت وبلا جہنم کی مصیبت و بلا کے مقابلے میں عافیت ہے۔

ایک اور مقام پر بہشت کی توصیف کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں ''لا یَنْقَطِعُ نَعِیْمُھَا وَلَا یَظْعَنُ مُقِیْمُھَا وَلَا یَھْرَمُ خَالِدُھَا وَلَا یَیْأسُ سَاکِنُھَا''

ترجمہ: جنّت کی نعمات زوال پذیر نہیں ہیں اور نہ وہاں رہنے والے وہاں سے کوچ کریں گے اور نہ وہاں ہمیشہ رہنے والے بوڑھے ہوں گے اور نہ وہاں رہنے والے مایوس ہوں گے۔

(دونوں روایات کا مدرک تفسیر کاشف ذیل آیت)

ساتواں نکتہ: ''ولیتمتّعوا فسوف یعلمون'' اس مطلب کی تاکید وتوضیح کے لئے مندرجہ

ذیل آیات کی طرف رجوع کریں۔

ا۔ ''وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْھِمَا مِنْ دَآبَّۃٍ وَھُوَ عَلٰی جَمْعِھِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ '' (سورہ شوریٰ آیہ ۲۹)

ترجمہ: اوراس کی نشانیوں میں سے آسمانوں وزمین کی خلقت اوران میں چلنے والوں کو پھیلا دینا ہےاوروہ جب چاہے گا توان سب کوجمع کرنے پربھی قدرت رکھتا ہے۔

۲۔ ''حَتّٰٓی اِذَا مَا جَآءُوْھَا شَھِدَ عَلَیْھِمْ سَمْعُھُمْ وَاَبْصَارُھُمْ وَجُلُوْدُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِھِمْ لِمَ شَھِدْتُّمْ عَلَیْنَاقَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰہُ الَّذِیْٓ اَنْطَقَ کُلَّ شَیْءٍ وَّھُوَ خَلَقَکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ (سورہ فصلت آیہ ۲۰۔۲۱)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب سب جہنم کے پاس آئیں گے توان کے کان اورآنکھیں اورکھال سب اُنکے اعمال کے بارے میں گواہی دینگے ﴿۲۰﴾ اوروہ اپنے اعضاء سے کہیں گے کہ کیوں تم ہمارے خلاف گواہی دے رہئے ہوتووہ سب اعضاء کہیں گے کہ ہمیں اُسی اللہ نے گویائی دی ہے جس نے ہرچیز کوگویائی دی ہےاوراسی نے تم سب کوپہلی بارخلق کیا ہےاوراسی کی طرف تم سب کو لوٹایا جائے گا۔

۳۔ ''قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَھْلَکَ مِنْ قَبْلِہٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ ھُوَ اَشَدُّ مِنْہُ قُوَّۃً وَّاَکْثَرُ جَمْعًاوَلَا یُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِھِمُ الْمُجْرِمُوْنَ﴿۷۸﴾ ''

(سورہ قصص آیہ ۷۸) ترجمہ: قارون نے کہا مجھے یہ مال میرے علم کی بناپردیا گیا ہے کیا اسے نہیں معلوم کہ بیشک اللہ نے اس سے پہلے بھی کئی بستیوں کوہلاک کرڈالا ہے جواس سے بھی زیادہ قوّت رکھتی تھیں اورجمعیت کے لحاظ سے بھی زیادہ تھیں توایسے مجرمین سے ان کے گناہوں کے بارے میں سوال بھی نہیں کیا جاتا ہے۔

حرم الٰہی اور جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت

آیت: "اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَكْفُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿٦٨﴾ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿٦٩﴾"

ترجمہ: کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بیشک ہم نے ان کے لئے محفوظ حرم قرار دیا جس کے اطراف میں لوگوں پر ستم ہوتا تھا تو کیا لوگ اسی طرح باطل چیزوں پر اطمینان کریں گے اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے رہینگے ﴿٦٧﴾ اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف جھوٹی باتوں کی نسبت دے یا حق کے آجانے کے بعد اس کا انکار کردے تو کیا جہنم میں کفار کا ٹھکانہ نہیں ہے ﴿٦٨﴾ اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا ہم اُنہیں اپنے راستوں کی ہدایت کریں گے اور بیشک اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

تفسیر: ان آیات میں بھی چند مندرجہ ذیل نکات قابل ذکر ہیں

پہلا نکتہ: "حرماً آمناً" سے مراد شہر مکّہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرتِ ابراہیمؑ کی دعا کے نتیجہ میں امن کا شہر قرار دیا ہے اور اس کی شانِ نزول کچھ اس طرح سے ہے کہ مشرکین کی ایک جماعت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آکر کہتی ہے کہ ہم تو آپ پر ایمان لانا چاہتے ہیں مگر ہمیں خوف اس بات کا ہے کہ کہیں ہمارے قبیلے کے لوگ آکر ہمیں بہت جلد ہلاک نہ کردیں کیوں کہ ہماری تعداد کم ہے اور انکی تعداد زیادہ ہے تو اس وقت اس سورہ عنکبوت کی یہ آیہ ٦٧ نازل ہوئی کہ گھبراو مت اس شہر کو امن کا شہر قرار دیا گیا ہے یہاں کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے لیکن افسوس قرآن کی طرف سے اسقدر اطمینان دلانے کے باوجود بھی لوگوں نے باطل پر اطمینان کیا اور نعماتِ الٰہی کا

انکار کر دیا۔

دوسرا نکتہ: "ومن اظلم" اس آیت میں کفّار و مشرکین کو آتشِ جہنم کی خبر دی جا رہی ہے اُنکی دو بُری عادات کے پیشِ نظر اوّلاً: جھوٹے خداؤں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے ثانیاً: یہ کہ حق آجانے کے بعد انھوں نے اسے جھٹلایا لہذا ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

تیسرا نکتہ: کلمہ "جاھدوا" مادّہ 'جھد' سے ہے جسکے معنیٰ اپنی تمام تر کوشش کو استعمال کرنا دشمن کو نابود کرنے کے لئے۔

چوتھا نکتہ: جہاد کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ دشمن کے ساتھ جہاد ۲۔ شیطان کے ساتھ جہاد ۳۔ نفس کے ساتھ جہاد۔ البتّہ یہاں عمومی جہاد مراد ہے چاہے عقیدے کے میدان میں ہو یا عمل کے میدان میں ہو یا ظاہری دشمنوں کے مقابل میں ہو یا دشمنِ باطنی کے مقابل میں ہو جو شیطان اور انسان کا اپنا نفس ہے لہذا جو بھی جس طرح کا بھی جہاد فی سبیل اللہ ہو وہ یہاں مراد لیا جا سکتا ہے جیسے دشمنانِ اسلام سے جہاد چاہے جسمانی ہو یا زبانی ہو یا تحریری ہو اور شیطان و نفسِ امّارہ سے جہاد وغیرہ۔

پانچواں نکتہ: لفظِ "سبلنا" دو باتوں کی طرف یاددہانی کرا رہا ہے ایک یہ کہ وہ جہاد ہماری راہ میں ہو اور دوسرا یہ کہ اخلاص کے ساتھ ہو دکھاوے کے لئے اور ریاکاری کے طور پر نہ ہو تا کہ تم لوگ اسکے اثرات خیر و ثوابِ آخرت سے فیض یاب ہو سکیں لہذا دنیا و آخرت کی پریشانیاں ان دونوں میں کوتاہی کا نتیجہ و ثمرہ ہوا کرتی ہیں۔

روایات: ۱۔ "قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَنْ كَانَتْ هِمَّتُهُ اَكْلُهُ كَانَتْ قِيمَتُهُ مَا اَكْلُهُ" (تنبیہ الخواطر ص ۳۹)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کی ساری فکر کھانا پینا ہوتی ہے اسکی اہمیت اس کا وہی کھانا ہوتا ہے۔

۲۔ قال علی علیہ السلام: "قَدْرُ الرَّجُلِ عَلَىٰ قَدْرِ هِمَّتِهِ" (بحار الانوار ۷۰/۴)

ترجمہ: حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: انسان کی قدر اسکی ہمت کے مطابق ہوتی ہے۔

۳۔ ''قال الامام الصادق علیه السلام: ثلاثٌ یَحْجِزنُ الْمرءُ عَنْ طَلَبِ الْمَعَانِی : قَصْرُ الْهِمَّةِ وَ قِلَّةِ وَضَعْفُ الرَّایِ '' (تحف العقول ص ۲۳۴)

ترجمہ: امام صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں انسان کے حقائق تک پہنچنے میں مانع ہوتی ہیں: ا۔ ہمّت کا ضعیف ہونا ۲۔ ہمت کا کم ہونا ۳۔ رائے کا ضعیف ہونا۔

جہاد کی اقسام: جہاد مندرجہ ذیل تین طرح کا ہوسکتا ہے۔

ا۔ دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد: جسے جہاد اصغر سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اس سلسلے میں تین آیات پیش کرتے ہیں۔

ا۔ ''فیقتلون و یقتلون'' (سورہ توبہ آیہ ۱۱۱) ترجمہ: وہ قتل کردیتے ہیں یا قتل کردیئے جاتے ہیں۔

۲۔ ''وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّکَ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ'' (سورہ بقرہ آیہ ۱۴۹)

ترجمہ: اور تم جہاں کہیں بھی نکلو اپنے چہرے کو مسجد الحرام کی طرف کرلو یہ حکم حق ہے تمہارے رب کی طرف سے اور اللہ ہرگز تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

۳۔ ''هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَاللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ'' (سورہ آل عمران آیہ ۱۶۳)

ترجمہ: سب کے لئے اللہ کے پاس اپنے اپنے درجات ہیں اور اللہ انکے اعمال سے آگاہ ہے

۲۔ خراب معاشرے اور انحرافاتِ فکری سے جہاد کرنا: جسے قرآن نے جہادِ اکبر سے بھی تعبیر کیا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا: ''فلا تطع الکافرین و جاهدهم به جهاداً کبیراً'' (سورہ فرقان آیہ ۵۲)

ترجمہ: تم کافروں کی پیروی نہ کرنا اور ان سے جہاد کرنا جہادِ اکبر۔

۳۔ نفس سے جہاد: اسے بھی جہادِ اکبر سے تعبیر کیا گیا ہے جو کہ جان و مال دونوں طریقوں سے ہو سکتا ہے: جیسا کہ ارشاد ہوا: ا۔ ''اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ'' (سورہ توبہ آیہ ۴۱)

ترجمہ: مسلمانوں تم لوگ ہلکے یا بھاری پن سے اپنے گھروں سے نکلو اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو کہ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم اس بات کو سمجھ سکو۔

۲۔ ''لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا'' (سورہ نساء آیہ ۹۵)

ترجمہ: مومنین میں سے بغیر عذر کے بیٹھے رہنے والے اور اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرنے والے ہرگز برابر نہیں ہیں اللہ نے ان مجاہدین کے لئے جو اسکی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرتے ہیں بیٹھے رہنے والوں پر فضیلت دی ہے اور اللہ کا ہر ایک سے نیکی کا وعدہ ہے اور اللہ مجاہدین کو بیٹھے رہنے والوں کی نسبت بہت بڑا اجر عطا کرنے والا ہے

۳۔ ''ذٰلِکَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ کَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ'' (سورہ یوسف آیہ ۵۲) ترجمہ: یوسف نے کہا یہ ساری بات اس لئے ہے کہ بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس سے خیانت نہیں کی ہے اور بیشک اللہ خیانت کرنے والوں کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔

روایت: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ''مَرْحَباً بِقَوْمٍ قَضَوُا الْجِهَادَ الْاَصْغَرِ وَبَقِیَ عَلَیْهِمُ الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ فَقِیلَ یَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَا الْجِهَادُ الْاَکْبَرِ ؟قال: جِهَادُ النَّفْسِ'' (وسائل الشیعہ ۱۱/۱۲۲)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مرحبا اس قوم پر جو جہادِ اصغر سے تو فارغ ہو گئی اور اس پر جہادِ اکبر باقی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا جہادِ اکبر سے آپکی مراد کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے نفس سے جہاد کرنا۔

قرآن میں جہاد کے اہداف ومقاصد

قرآن مجید نے دشمنانِ اسلام کے ساتھ جہاد کرنے کے کئی اہداف ومقاصد ذکر کئے ہیں

۱۔دشمن کوڈرانے کے لئے جہاد کرنا:''واعدّوا لھم مااستطعتم من قوّۃ و من رباط الخیل ترھبون بہ عدوّاللہ و عدوّکم''(سورہ انفال آیہ ۶۰)

ترجمہ: جتنا بھی تم لوگوں کے لئے ممکن ہو دشمن کو ڈرانے کے لئے طاقت، تیز گھوڑے وغیرہ آمادہ کروتا کہ تم لوگ اُنکے ذریعہ سے اپنے اور اللہ کے دشمنوں کو ڈرا سکو۔

۲۔اپنی عبادت کے مقامات کی حفاظت کرنے کے لئے جہاد کرنا:

جیسا کہ ارشاد ہوا:''اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْامِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَااسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًاوَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ''(سورہ حج آیہ ۴۰)

ترجمہ: وہ لوگ جنہیں انکے علاقوں سے ناحق نکال دیا گیا ہو صرف اس بات پر کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر اللہ بعض کو بعض دیگر کے ذریعہ نہ روکتا تو تمام گرجے اور یہودیوں اور مجوسیوں کے عبادت خانے اور مسجدیں جن میں کثرت سے ذکرِ الٰہی کیا گیا ہو سب کے سب منہدم کر دیئے جاتے اور اللہ ضرور نصرت کرتا ہے اسکی جو اللہ کی نصرت کرتا ہے بیشک اللہ صاحبِ قدرت وصاحبِ عزّت ہے۔

۳۔زمین سے فساد مٹانے کے لئے جہاد کرنا: جیسا کہ ارشاد ہوا:'فَھَزَمُوْھُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَہٗ مِمَّا یَشَآءُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ'(سورہ بقرہ آیہ ۲۵۱)

ترجمہ: پھر انھوں نے اللہ کے اذن سے جالوت کے لشکر کو شکست دے دی اور داؤد نے جالوت کو

قتل کر دیا اور اللہ نے اُنہیں بادشاہت اور حکومت عطا کی اور جس قدر چاہا علم عطا کیا اور اگر اس طرح سے اللہ بعض لوگوں کو بعض سے نہ روکتا رہتا تو ساری زمین میں فساد پھیل جاتا بیشک اللہ صاحب فضل ہے عالمین پر۔

۴۔ دشمنانِ اسلام کو ذلیل و رُسوا کرنے کے لئے جہاد کرنا: جیسا کہ ارشاد ہوا: ''قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ'' (سورہ توبہ آیہ ۱۴)

ترجمہ: تم لوگ اُن سے جنگ کرو اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے سزا دے گا اور رسوا کرے گا اور تمہیں ان پر فتح عطا کرے گا اور صاحبانِ ایمان قوم کے دلوں کو ٹھنڈا کر دے گا۔

قرآن و روایات میں تہذیب نفس کی اہمیت

قرآن میں تہذیب نفس کے مسئلہ کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے جسے مندرجہ ذیل آیات میں اسطرح سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ ''قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِي اَمْرِي ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿۲۸﴾'' (سورہ طٰہ آیہ ۲۵ تا ۲۸)

ترجمہ: موسیٰ نے عرض کی پروردگار میرے سینے کو کشادہ کر دے ﴿۲۵﴾ میرے کام کو آسان کر دے ﴿۲۶﴾ اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے ﴿۲۷﴾ تا کہ وہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں

۲۔ ''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ﴿۹﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴿۱۰﴾'' (سورہ شمس آیہ ۹ و ۱۰)

ترجمہ: بیشک اس نے فلاح پائی جس نے نفس کو پاکیزہ کر لیا ﴿۹﴾ اور بیشک اس نے گھاٹا اُٹھایا جس نے نفس کو آلودہ کیا۔

۳۔ ''وَاجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِينَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِي اِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ

وَّلا بَنُون ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿۸۹﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ " (سورہ شعراء آیہ ۸۴ تا ۹۱)

ترجمہ: اور میرے لئے آئندہ نسلوں میں سچی زبان قرار دے ﴿۸۴﴾ اور مجھے جنت کے وارثوں میں سے قرار دے ﴿۸۵﴾ اور میرے مربّی کو بخش دے کہ بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے ﴿۸۶﴾ اور مجھے اس دن رسوانہ کرنا جب سب قبروں سے اُٹھائے جائیں گے ﴿۸۷﴾ جس دن مال اور اولاد کوئی کام نہیں آئے گا ﴿۸۸﴾ مگر جو سالم قلب کے ساتھ اللہ کے پاس آئے گا ﴿۸۹﴾ اور جس دن جنّت پرہیزگاروں سے قریب کردی جائے گی ﴿۹۰﴾ اور جہنم کو گمراہ لوگوں کے سامنے کردیا جائے گا۔

مزید معلومات کے لئے مندرجہ ذیل آیات میں رجوع کریں:

سورہ حدید آیہ ۲۵، سورہ جمعہ آیہ ۲ تا ۵، سورہ مائدہ آیہ ۸۳، سورہ انفال آیہ ۳۲، سورہ مدثر آیہ ۱۸ تا ۲۵، سورہ زمر آیہ ۱۷ و ۱۸، سورہ اعراف آیہ ۱۷۵ و ۱۷۶، سورہ مائدہ آیہ ۳۲، سورہ یسین آیہ ۷ تا ۹، سورہ مجادلہ آیہ ۱۱، سورہ علق آیہ ۱ تا ۵، سورہ طلاق آیہ ۱۲، سورہ اعراف آیہ ۷ و ۱۷۶، سورہ اسراء آیہ ۸۴، سورہ بقرہ آیہ ۲۰۵، سورہ انعام آیہ ۱۲۱، سورہ نحل آیہ ۳۶، سورہ آل عمران آیہ ۱۶۷، سورہ جاثیہ آیہ ۲۳، سورہ صف آیہ ۲ و ۳، سورہ ماعون آیہ ۴ و ۵، سورہ اسراء آیہ ۸۷ و ۹۷، سورہ ذاریات آیہ ۵۶، سورہ نساء آیہ ۵۹، سورہ بقرہ آیہ ۲۰۸، سورہ نساء آیہ ۱۲۵، سورہ لقمان آیہ ۲۲، سورہ بقرہ آیہ ۱۳۰ و ۱۳۱، سورہ صافّات آیہ ۱۰۲ و ۱۰۳ و ۱۱۱، سورہ فجر آیہ ۲۸، سورہ قمر آیہ ۵۴، سورہ یونس آیہ ۶۲، سورہ نحل آیہ ۹۹ و ۱۰۰، سورہ نساء آیہ ۶۵، سورہ بقرہ آیہ ۴۵، سورہ مجادلہ آیہ ۱۸ و ۱۹، سورہ بلد آیہ ۱۱ و ۱۲، سورہ انفال آیہ ۲۹، سورہ عنکبوت آیہ ۴۵، سورہ احزاب آیہ ۴۱ تا ۴۳، سورہ مزمّل آیہ ۱ تا ۷، سورہ طٰہٰ آیہ ۱۲۶، سورہ بقرہ آیہ ۱۸۳، سورہ توبہ آیہ ۱۰۳، سورہ فرقان آیہ ۷۰، سورہ روم آیہ ۱۰، سورہ مطفّفین آیہ ۱۳ و ۱۴)

روایات میں تہذیبِ نفس کا ذکر:

۱۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَبْعِيْنَ سَنَةٍ" (الرسالۃ الاحادیث النبویّہ ص ۱۷۸)

ترجمہ: ایک گھنٹہ فکر کرنا ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔

۲۔ قال الصادق علیہ السلام: "تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ" (بحار الانوار ۳۲۷/۷۱)

ترجمہ: ایک گھنٹہ فکر کرنا ایک سال کی عبادت سے افضل ہے۔

داستانِ اطاعت: مردِ خراسانی کا امام صادق علیہ السلام سے آکر کہ یہ کہنا کہ آپ کے اتنے پیروکار ہیں تو آپ قیام کیوں نہیں کرتے تو امام کا تنور کو روشن کرواکر امتحان کے طور پر اس سے یہ کہنا کہ اس میں داخل ہو جاؤ اور اس کا گریہ وفریاد کر کے امام کے حکم کی نافرمانی کرنا مگر دوسری طرف ہارونِ مکّی کا لکڑیاں اُٹھائے آنا اور امامؑ کا اُن سے تنور میں داخل ہونے کا کہنا یہ سنکر اُن کا فوراً تنور میں جا کر بیٹھ جانا اور اطاعتِ امام کے نتیجہ میں صحیح وسالم رہنا۔ (بحار الانوار ۴۷/۱۲۳، مناقبِ ابن شہر آشوب ۳/۳۶۲)

تہذیبِ نفس میں نمازِ اوّل وقت کی اہمیت: جس پر مندرجہ ذیل آیات میں ارشاد ہوا:

۱۔ "اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِؕ اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡہُوۡدًا ﴿۷۸﴾" (سورہ اسراء آیہ ۷۸) ترجمہ: تم نماز قائم کرو زوالِ آفتاب سے رات کی تاریکی تک، اور نمازِ صبح بھی جو کہ مشہود ہے (ملائکہ صبح وشب کے لئے)

۲۔ "فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ﴿۴﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ ﴿۵﴾" (ماعون آیہ ۴و۵)

ترجمہ: اور ہلاکت ہو اُن نماز گزاروں کے لئے ﴿۴﴾ جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں۔

۳۔ "فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّہَوٰتِ فَسَوۡفَ یَلۡقَوۡنَ غَیًّا ﴿۵۹﴾" ترجمہ: پھر ان کے بعد ان کی جگہ پر وہ لوگ آئے جنھوں نے نماز کو ضایع کر دیا اور خواہشات کی پیروی کی لہذا وہ لوگ عنقریب اپنی گمراہی سے جا ملیں گے (مریم آیہ ۵۹)

مزید معلومات کے لئے مندرجہ ذیل سوروں میں رجوع کریں:

سورہ نحل آیہ ۹۹ و ۱۰۰ سورہ مومنون آیہ ۱ و ۲

تہذیب نفس کے سلسلے میں قرآن میں تدبّر کرنے کی اہمیت

جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات میں ارشاد ہوا:

ا۔ ''یٰٓاَھۡلَ الۡکِتٰبِ قَدۡ جَآءَ کُمۡ رَسُوۡلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمۡ کَثِیۡرًا مِّمَّا کُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡکِتٰبِ وَیَعۡفُوۡا عَنۡ کَثِیۡرٍ قَدۡ جَآءَ کُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۵﴾ یَّھۡدِیۡ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخۡرِجُھُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ بِاِذۡنِہٖ وَیَھۡدِیۡھِمۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۱۶﴾ (مائدہ آیہ ۱۵و۱۶) ترجمہ: اے اہل کتاب بیشک تمہارے پاس ہمارا رسول آچکا ہے جو ان میں سے بہت سی باتوں کو بیان کرنے والا ہے جن کو تم کتاب میں چھپا رہے تھے اور بہت سی باتوں سے درگذر بھی کرتا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور بیان کرنے والی کتاب آچکی ہے ﴿۱۵﴾ جس کے ذریعہ اللہ اپنی خوشنودی کی پیروی کرنے والوں کو سلامتی کے راستوں کی ہدایت کرتا ہے اور انہیں تاریکیوں سے نکال کر اپنے حکم سے نور کی طرف نکال لاتا ہے اور انہیں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

۲۔ ''اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُھُمۡ بِذِکۡرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ﴿۲۸﴾ (رعد آیہ ۲۸) ترجمہ: یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اُنکے قلوب اللہ کی یاد سے مطمئن ہو جاتے ہیں آگاہ رہو کہ اللہ کی یاد سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

۳۔ ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا خُذُوۡا حِذۡرَکُمۡ فَانۡفِرُوۡا ثُبَاتٍ اَوِ انۡفِرُوۡا جَمِیۡعًا ﴿۷۱﴾ (نساء آیہ ۷۱) ترجمہ: اے صاحبانِ ایمان اپنے اصلحوں کو لے لو اور انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر ثابت قدمی کے ساتھ نکل پڑو۔

اپنے تحفظ کا سامان لے لو اور گروہی طور پر یا انفرادی طور پر ثابت قدمی کے ساتھ نکل پڑو۔

۱۔تہذیبِ نفس میں نمازِ شب کی اہمیت: جیسا کہ ارشاد ہوا:

۱۔''اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیۡلِ هِیَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّاَقۡوَمُ قِیۡلًا ﴿۶﴾ (سورہ مزمل آیہ ۶)

ترجمہ: بیشک رات کا اُٹھنا نفس کو دبانے کا بہترین ذریعہ ہے اور یادِ الٰہی کا قوی طریقہ ہے۔

۲۔''وَمِنَ الَّیۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّکَ عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ﴿۷۹﴾ (سورہ اسراء آیہ ۷۹) ترجمہ: اور رات کے ایک حصّہ میں قرآن کے ساتھ بیدار رہو یہ تمہارے لئے خیرِ اضافی ہے عنقریب تمہارا پروردگار تمہیں مقامِ محمود تک پہنچادے گا۔

۲۔تہذیبِ نفس میں عمل صالح کی اہمیت: جیسا کہ ارشاد ہوا: ''مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً وَّلَنَجۡزِیَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۷﴾ (سورہ نحل آیہ ۹۷)

ترجمہ: جو شخص بھی نیک عمل کرے گا وہ مرد ہو یا عورت باایمان رہتے ہوئے تو ہم اُسے پاکیزہ حیات عطا کریں گے اور انہیں انکے اعمال سے بہتر جزاء دیں گے (سورہ نحل آیہ ۹۷)

تہذیبِ نفس میں مومن کی حاجت روائی کی اہمیت: جیسا کہ امام حسن علیہ السلام اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: ''قَضَاءُ حَاجَةُ الْمُومِنِ اَفْضَلُ مِنْ اِعْتِکَافِ شَهْرٍ'' (سفینۃ البحار ۱/۳۵۳)

ترجمہ: مومن کی ضرورت کو پورا کرنا ایک ماہ اعتکاف سے افضل ہے۔

۳۔تہذیبِ نفس میں کثرت سے ذکرِ الٰہی کی اہمیت:

۱۔''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡکُرُوا اللّٰهَ ذِکۡرًا کَثِیۡرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوۡهُ بُکۡرَةً وَّاَصِیۡلًا ﴿۴۲﴾ (سورہ احزاب آیہ ۴۱ و ۴۲)

ترجمہ: اے ایمان والوں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا کرو ﴿۴۱﴾ اور صبح وشام اسکی تسبیح کیا کرو۔

۲۔''فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَیُذۡکَرَ فِیۡهَا اسۡمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیۡهَا بِالۡغُدُوِّ

وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ (سورہ نور آیہ ۳۶)

ترجمہ: یہ چراغ ان گھروں میں ہے جن کے بارے میں اللہ کا حکم ہے کہ انکی بلندی کا اعتراف کیا جائے اور وہاں اس کا ذکر کیا جائے جس گھر میں صبح وشام اللہ کی تسبیح کی جاتی ہے

۳۔ ''فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾ (سورہ انبیاء آیہ ۹۰)

ترجمہ: یہ وہ تمام لوگ تھے جو نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے تھے اور رغبت اور خوف کے عالم میں وہ ہمیں ہی پکارتے تھے اور ہماری ہی بارگاہ میں گڑگڑا کر التجاء کرنے والے تھے۔

مزید معلومات کے لئے مندرجہ ذیل سوروں میں رجوع کریں: سورہ سباء آیہ ۱۰، سورہ شمس آیہ ۹ و ۱۰، سورہ مزمل آیہ ۲۰، سورہ بقرہ آیہ ۱۸۶، سورہ غافر آیہ ۶۰، سورہ فرقان آیہ ۷۷

۴۔تہذیبِ نفس میں توسّل کی اہمیت:

۱۔ ''يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِىْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ (سورہ مائدہ آیہ ۳۵) ترجمہ: اے صاحبانِ ایمان اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ فلاح پا سکو۔

۲۔ ''وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِىْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ (سورہ اعراف آیہ ۱۸۰)

ترجمہ: اور اللہ ہی کے لئے بہترین نام ہیں اسے انہیں ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں بے دینی سے کام لیتے ہیں عنقریب انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

۵۔تہذیب نفس میں تجسّمِ اعمال کی اہمیت

۱۔ ''لَقَدْ كُنْتَ فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ

حَـدِيْـدٌ ﴿۲۲﴾ (سورہ ق آیہ ۲۲) ترجمہ: بیشک تم اس چیز سے غفلت میں تھے لہذا ہم نے تم سے پردے ہٹا دیئے لہذا آج تمہاری آنکھیں بہت تیز ہو گئی ہیں۔

۲۔ " يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْاَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗ اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ (سورہ آل عمران آیہ ۳۰) ترجمہ: اس دن جب ہر نفس اپنے نیک اعمال کو حاضر پائے گا اور برے اعمال کو بھی جنہیں دیکھ کر وہ یہ تمنا کرے گا کہ کاش اسکے اور اعمال کے درمیان طویل فاصلہ ہو جاتا اور اللہ تمہیں اپنے سے ڈراتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

۳۔ " وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ (سورہ اسراء آیہ ۹۷) ترجمہ: اور جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے گمراہی میں چھوڑ دے ان کے لئے اللہ کے علاوہ کسی کو مددگار نہیں پاؤ گے اور ہم انہیں قیامت کے دن منہ کے بل گونگے، اندھے، بہرے محشور کریں گے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے جب بھی اسکی آگ بجھنے لگے گی تو ہم اسے مزید بھڑکا دیں گے۔

فہرست منابع

۱۔قرآن
۲۔نہج البلاغہ
۳۔تفسیر المیزان
۴۔تفسیر نور الثقلین
۵۔تفسیر مجمع البیان
۶۔بحار الانوار
۷۔عین الحیاۃ
۸۔اسرارِ حیاتِ حیوان
۹۔اصول کافی
۱۰۔المواعظ العددیہ
۱۱۔تفسیر نمونہ
۱۲۔تفسیر ابو الفتوح
۱۳۔تفسیر اطیب البیان
۱۴۔حیات القلوب
۱۵۔تفسیر منہج الصادقین
۱۶۔کنز العمّال
۱۷۔روح المعانی
۱۸۔عیون اخبار الرضاع
۱۹۔قصص الانبیاء
۲۰۔توحید صدوق
۲۱۔تفسیر جلالین
۲۲۔تفسیر کنز الدّقائق
۲۳۔وسائل الشیعہ
۲۴۔تفسیر روح البیان
۲۵۔شباب الاخبار
۲۶۔پیام قرآن
۲۷۔احیاء العلوم
۲۸۔سفینۃ النجات
۲۹۔مفردات راغب
۳۰۔تفسیر فصل الخطاب
۳۱۔تفسیر قرطبی
۳۲۔معانی الاخبار
۳۳۔تحف العقول
۳۴۔منتھی الآمال
۳۵۔انوار البھیہ
۳۶۔تذکرۃ الخواص
۳۷۔مناقب ابن شہر آشوب
۳۸۔غرر الحکم
۳۹۔تفسیر برہان
۴۰۔وسائل الشیعہ
۴۱۔سفینۃ البحار
۴۲۔مراۃ العقول
۴۳۔تفسیر کاشف
۴۴۔تنبیہ الخواطر
۴۵۔الرسالۃ فی الاحادیث النبویہ

(تالیف شدہ کتابوں کا مجموعہ)

۱۔تفسیر سورہ قیامت ۲۔تفسیر سورہ عنکبوت ۳۔تفسیر سورہ واقعہ (چھپ چکی ہے)

۴۔امام زمانہ (عج) کی منتظر خواتین کا کردار ۵۔انسانی زندگی میں شیطان کا کردار

۶۔شہنشاہ خراسان (سیرۂ امام رضا علیہ السلام) ۷۔آفتاب قم (سیرۂ فاطمۂ معصومہ سلام اللہ علیھا)

۸۔حقوق اقرباء ۹۔علیؑ کی شخصیتِ تفسیری (فارسی پایان نامہ) ۱۰۔تفسیر سورہ حشر (جاری ہے)

۱۱۔انبیاء کی سیرۂ عملی (جاری ہے) ۱۲۔آئمہؑ علیہم السلام کی سیرۂ عملی (جاری ہے)

(ترجمہ شدہ کتابوں کا مجموعہ)

۱۔عالمانہ گفتگو (چھپ چکی ہے) ۲۔انوار قرآنی (چھپ چکی ہے)

۳۔قیامت کے دس مرحلے (چھپ چکی ہے) ۴۔قیامت کے دس مرحلے (چھپ چکی ہے)

۵۔صدقہ کی برکت (چھپ چکی ہے) ۶۔صراط مستقیم کی شناخت (چھپ چکی ہے)

۷۔آفتاب زمانہ (آمادۂ چاپ ہے) ۸۔عروۃ الوثقیٰ (جاری ہے) ۹۔قرآن (جاری ہے)

۱۰۔علوم قرآنی (آمادۂ چاپ ہے) ۱۱۔قاموس قرآن (جاری ہے)

۱۲۔قرآن میں تذکرۂ آل اطہار علیہم السلام (چھپ چکی ہے)

ادارۂ مصباح الھدیٰ فاؤنڈیشن کی طرف سے مذکورہ کتب پیش خدمت ہیں لہذا ان تمام کتب کے جملہ حقوق بھی ادارہ کے لئے محفوظ ہیں

مذکورہ کتب خریدنے کے لئے رجوع کریں
(حیدر عابدی) 0321-3774253

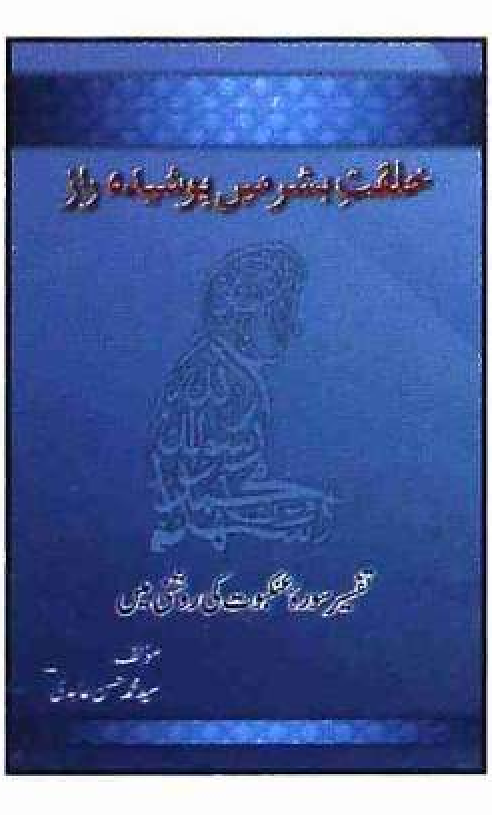

Printed by Al-Basit 021-36606211